جہادِ کشمیر

فرضیت فضیلت اور تاریخ

تالیف

امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم

پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

جہادِ کشمیر

مرتب: امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی

تقدیم: پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ تعالیٰ

تعداد: گیارہ سو

اشاعت اول: 2004

ناشر: دارالاندلس

ملنے کا پتہ

مرکز القادسیہ 4۔ لیک روڈ چوبرجی، لاہور

فون: 7230549-7231106-7240940

تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں
ناگوار گزرتا ہے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو
تم ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور
ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور
وہ تمہارے لئے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں۔

(البقرہ 2/ آیت 216)

میری اُمت کی دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ آگ سے بچائے گا ایک وہ جماعت جو ہندوستان کیخلاف جہاد کریگی اور دُوسری وہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ساتھ دے گی۔

(صحیح النسائی کتاب الجہاد / باب ۱۰)

دعوت و فکر

جس دور پہ نازاں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے

دنیا کی کہانی یاد رہی اپنا افسانہ بھول گئے

وہ زکر حسیں،رحمت کا امین، کہتے ہیں جسے قرآن مبین

دنیا کے نئے نغمے سیکھے عقبی کا ترانہ بھول گئے

اغیار کا جادو چل بھی گیا ہم ایک تماشہ بن بھی چکے

دنیا کو مٹانا یاد رہا، باطل کو مٹانا بھول گئے

انجامے غلامی کیا کہیے، بربادی ہی بربادی ہے

جو درس شاہ بطحا نے دیا، دنیا کو پڑھانا بھول گئے

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور!

جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ جہاد کشمیر اور اس کی مختصر تاریخ

- تقدیم 19
- عرضِ ناشر 23
- مراجعت وطن اور پذیرائی 25

باب اول

- استفتاء 27
- الجواب 28
- جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کا وجوب 29
- فریضۂ قتال کی اہمیت 29
- غلامیٔ اغیار 30
- جہاد کا وجوب قیامت کے دن تک باقی رہے گا 30
- وجوبِ جہاد کی سات وجوہات 33
- اعلائے کلمۃ اللہ 33

- حفاظت خود اختیاری کے لیے 34
- بے بس مسلمانوں کو کفار سے نجات دلانے کے لیے 35
- کفار سے انتقام لینے کی خاطر 36
- عہد شکنی کی بنا پر کفار و مشرکین سے لڑنا جہاد ہے 38
- فریضۂ پاکستان 41
- آزادئ وطن اور قوم کے لیے جنگ کرنا 41
- قصۂ جالوت وطالوت 42
- معاوضۂ خدمات 43
- اہل علم کے لیے ایک نکتہ قابل غور وفکر 45
- ایک مظلوم اور بے بس مسلم قوم کو ایسی حکومت کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے جو مطلقاً دہریہ ہو 47
- سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی جنگ 48
- موسیٰ علیہ السلام اور قومیت 51
- مسلم قوم اور اس کے لیڈروں کے لیے درس عبرت 54
- خلاصۂ تحریر 60
- مسلک موسوی کی تقلید 62
- دردمندانہ اپیل 65

باب دوم

مختصر سابقہ تاریخ جہاد کشمیر

- کشمیر اور حضرت سید احمد بریلوی 69

- خلفائے حضرت سید احمد بریلوی اور جہاد کشمیر کی مقدس تحریک 72
- شرکائے تحریک جہاد کشمیر 74
- قوم کڑال 75
- ڈھونڈ 75
- قوم بھنبھہ 77
- قوم لگھڑ 77
- جدون 78
- قوم ترین 78
- تناول 79
- سادات 79
- متوازی حکومت علے منہاج نبوت 79
- گزشتہ اور موجودہ جہاد کشمیر میں قدرتی مناسبات 81
- کشمیر کا موجودہ جہاد اور حضرت سید احمد بریلوی کے متبعین، مرکز چمرقند، علاقہ یاغستان 82
- راجوری 85
- موجودہ جہاد کشمیر اور خاندان راجوری 86

باب سوم

جہاد کشمیر کے اسباب

- کڑال اور ڈھونڈ 87
- کڑال اور سرکاری فوج 89

- تخلیہ وطن کا فائدہ 91
- کڑ ال قوم کا قابل تقلید ایثار 91
- کڑ ال اور جہاد کشمیر 92
- میجر خورشید انور خان اور کڑ ال 93
- سردار جلال الدین خان سرکردہ قوم کڑ ال 95
- ڈھونڈ قوم اور جہاد کشمیر 95
- ڈھونڈ قوم کا ایک سر باز نوجوان 96
- ڈھونڈ نوجوان کی تبلیغ کا خلاصہ 97
- ڈوگرہ راج اور ڈھونڈ قوم کا باہمی تصادم 99
- ڈوگرہ پولیس سے تصادم 100
- ڈوگرہ فوج سے تصادم 101
- ایک حوصلہ افزاء فال 102
- مسلمانوں کا قتل عام اور پونچھ کی انقلابی تحریک 102
- جہاد کشمیر اور مرکز چمرقند 103
- تعارف بہ بانی تحریک جہاد کشمیر 108
- سردار عبدالقیوم خان کے ابتدائی ساتھی 109
- پونچھ کی چند دیگر قابل ذکر ہستیاں 111
- غیور سدھن قوم 112
- جہاد کشمیر اور مرکز مجاہدین اُمس ۔علاقہ یوسف زئی 113
- استدعا از اراکین دولت پاکستان 115
- جہاد کشمیر اور میر پور 115

- رقیہ خاتون 118
- قبائل آزاد وزیرستان 118
- قبیلہ محمد خیل باجوڑ 119
- قبائل مہمند 119
- نواب صاحب باجوڑ 120
- شکر بحضور خداوند بندہ نواز 120
- کشمیر کی فتح میں تاخیر اور تعطل کے اسباب 121
- انتباہ برائے دولت افغانستان 122
- ہندو قوم کی گزشتہ اور موجودہ غلطیوں کا نتیجہ 124
- اسباب تعطل وتاخیر 125
- جہادکشمیر کی مشروعیت کا مکرر اعلان 126
- معترضین جہاد کی تصویر قرآن مجید کے آئینہ میں 130
- حضرت شاہ اسماعیل کا بصیرت افروز بیان 131

باب چہارم

استفتائے دوم (الف)

- شہادت اول از تاریخ 135
- شہادت دوم از قرآن مجید 136
- شہادت سوم از حدیث نبوی ﷺ 137
- شہادت چہارم از حدیث نبوی ﷺ 138
- شہادت پنجم پیشگوئی از رسالت مآب 138
- جہاد فی سبیل اللہ ہی تزکیۂ نفوس کا یگانہ ذریعہ ہے۔ 139

- تزکیۂ نفس برائے عساکر مجاہدین 140
- نتیجہ 142
- نظریہ حضرت سید احمد بریلویؒ، بقلم مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ 142
- استفتائے (ب) 144
- سیدنا ابراہیم اور امامۃ المسلمین 144
- ظالم کی تعریف قرآن کے الفاظ میں 145
- نتیجہ 146
- امیر یا امام مسلم قوم سے ہونا چاہیے نہ کہ غیر مسلم اقوام سے 147
- تعجب 147
- استفتائے (ج ا) 152
- امیر کی اطاعت کی حدود کہاں تک ہیں؟ 152
- امیر کی اطاعت کی حدود 152
- استفتائے ۲/ 154
- امیر کو شرعی عیوب کی بناء پر معزول کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ 154
- دلیل از حدیث شریف 154
- دلیل از فقہ شریف 155
- دلیل از حجۃ اللہ البالغہ 155
- ایک غلط مفہوم کی تردید 156

باب پنجم

استفتائے سوم

- جس ملک سے معاہدہ ہے اس کے خلاف جہاد 157

- الجواب 158
- وقت کی عدیم المثال فروگزاشت 158
- مستفتی کی پہلی دلیل 159
- مستفتی کی اپنے بیان کی تائید میں دوسری آیت 160
- مذکورہ بالا ہر دو آیتوں سے مستفتی کا استدلال 160
- آیات کے معانی صحیح مگر ان سے استدلال غلط 161
- ضروری سوال 164
- نبذ عہد کے اعلان کی ضرورت 166
- جب دشمن نے عہد توڑ ڈالا تو حکومت اسلام کو اعلان جنگ یا خفیہ تیاری میں سے کون سا مسلک اختیار کرنا ہوگا؟ 166
- قریش کی طرف سے عہد شکنی اور فتح مکہ کا واقعہ 168
- قریش کا اضطراب اور معاہدۂ صلح کی تجدید وتمدید کی کوشش 168
- حاطب بن ابی بلتعہؓ کی جاسوسی کا واقعہ 170
- شہادت تفسیر خازن 172
- فقہ حنفیہ کی شہادت 173
- مذکورہ بالا شہادتوں کے نتائج 174
- مقام عبرت 175
- مؤدبانہ درخواست 176
- تنبیہ 176
- امام المسلمین پر عہد کی پابندی کی معیاد کب تک ہے 178

- انڈین یونین کی صحیح پوزیشن قرآن مجید کی روشنی میں 178
- پاکستان کے اہم فرائض قرآن مجید کی روشنی میں 179
- فریضۂ قتال برائے حکومت پاکستان ومسلمین پاکستان 181
- کیا پاکستانی مسلمانوں کا انفرادی یا اجتماعی طور پر رضا کارانہ کشمیر کی موجودہ جنگ میں شریک ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ 182
- انفرادی طور پر جہاد کشمیر میں شمولیت کی ایک اور وجہ جواز 184
- نتیجہ 185
- پبلک کا فریضہ انفرادی واجتماعی 186
- مثال امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ 187
- مثال حضرت سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید 187
- استدعا از علمائے کرام ومشائخ عظام 188
- پہلی پیشگوئی 189
- دوسری پیشگوئی 190
- کشمیر بذات خود ایک مستقل مسئلہ ہے 192
- انڈین یونین کی مثال کی روشنی میں کشمیر کا مسئلہ 196
- ڈوبتے کو تنکے کا سہارا 196
- خاتمہ 197

باب ششم

استفتائے چہارم

- الجواب 199

تتمہ

- دعا 203
- استعذار 203
- ماخذ 205

مسنون خطبہ

«اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ»

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○

---

① آل عمران: ۱۰۲/۳۔ ② النساء: ۱/۴۔ ③ الاحزاب: ۷۰/۳۳۔۷۱۔

④ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب خطبته ﷺ فی الجمعة: ۱۵۳/۶۔ ابو داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة۔ نسائی، کتاب صلاة العیدین باب کیف الخطبة۔ ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل۔ دارمی، باب اتباع السنة۔ مسند احمد: ۱۲۷/۴۔۱۲۶۔

''بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفوس کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہو سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

حمد وصلوٰۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں، دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور (پھر) اس جان سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے ذریعے (جس کے نام پر) تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں (کو قطع کرنے) سے ڈرو (بچو)۔ بے شک اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔''

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ایسی بات کہو جو محکم (سیدھی اور سچی) ہو، اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم از: پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ

جہادِ کشمیر کا پس منظر اور موجودہ صورتحال

کشمیر خوبصورت مسلم علاقہ ہے۔ اس کی اسلامی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ متعدد قوموں خاص طور پر سکھوں اور ڈوگرہ فوج نے کئی بار اس پر قبضہ جمایا۔ اہل کشمیر کی طرف سے مزاحمت کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت انڈیا نے فوج داخل کر کے جموں و کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ اس پر کشمیری لوگوں نے آزادی کے لیے جہاد شروع کیا۔ اس جہاد میں ہزارہ سرحد اور آزاد قبائل کے مسلمانوں نے کشمیریوں کی مدد کی اور متعدد علاقے انڈیا کی فوج سے آزاد کروا لیے۔ مجاہدین کی پیش قدمی سرینگر کی طرف جاری تھی کہ انڈیا نے اقوام متحدہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور سلامتی کونسل نے جنگ آزادی بند کروا دی اور ایک قرار داد کے ذریعے جموں و کشمیر کو انڈیا اور پاکستان کے درمیان تصفیہ طلب معاملہ قرار دے کر کشمیریوں کو حق خود ارادیت دینے کا فیصلہ کیا اور جنگ بندی لائن قائم کر کے مسئلہ کے وقتی حل کی کوشش کی۔ اس فیصلے کو انڈیا نے تسلیم کر لیا لیکن جب بعد میں عملدرآمد کا وقت آیا تو انکار کر دیا اور کشمیر میں اپنی فوج کی تعداد بڑھا

کر اپنا قبضہ مستحکم کرنے کی کوشش کی۔ جموں کے علاقے سے مسلم آبادی کو ہجرت پر مجبور کیا تا کہ مسلم آبادی کا تناسب کم کیا جائے۔ انڈیا کے ان اقدامات کی وجہ سے کشمیریوں نے لمبی جنگ آزادی لڑنے کا فیصلہ کیا مسئلہ کشمیر پر انڈیا اور پاکستان کے درمیان متعدد جنگیں بھی ہو چکی ہیں۔

جموں و کشمیر میں موجودہ صورتحال یہ ہے کہ انڈین فوج نے سات لاکھ کی تعداد میں پورے خطے کا کریک ڈاؤن کیا ہوا ہے۔ جبکہ اہل کشمیری طرف نوے ہزار قربانیوں کے ساتھ جہاد آزادی جاری ہے۔قدیم روایات کے مطابق اہل کشمیر کو مختلف علاقوں سے مجاہدین کا تعاون حاصل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ کشمیر نہ صرف برصغیر کا مسئلہ ہے بلکہ پوری دنیا کے اہم ترین مسائل میں شامل ہو چکا ہے۔ انڈیا ہمیشہ کی طرح دھوکے اور ظلم کی سیاست کر رہا ہے جبکہ کشمیری جہاد آزادی برپا کیے ہوئے ہیں۔

کشمیر کے موجودہ جہاد کو سب سے بڑا دھچکا اس وقت لگا جب کچھ عرصہ قبل امریکہ میں دھماکے ہوئے اور امریکہ نے جواب میں افغانستان پر چڑھائی کر دی۔ پاکستان نے امریکہ کو اڈے فراہم کیے۔ چونکہ مجموعی طور پر امریکی فوج مسلمانوں کے جہاد کے خلاف کاروائی کر رہی ہے اور اسے دہشت گردی قرار دیا جا چکا ہے۔ اس لیے کشمیر کا جہاد بھی اس سے شدید طور پر متاثر ہوا۔ اس صورت حال میں امریکہ کھل کر انڈیا کا ساتھ دے رہا ہے۔ اور اسے اپنے جیسا مظلوم تصور کر رہا ہے اور انڈیا اس سے بھرپور سیاسی اور فوجی فائدے اٹھا رہا ہے۔لیکن پھر بھی کشمیری مجاہدین قربانیوں کے عمل کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور آزادی کے حصول کے لیے ہندی ظلم کے خلاف نبرد آزما ہیں۔

کشمیر انڈیا اور پاکستان کے درمیان ایک حساس معاملہ بن چکا ہے۔ انڈیا کے لیے کشمیر کو چھوڑنا اس لیے مشکل ہے کہ اس سے انڈیا میں بہت سی آزادی کی تحریکیں کھڑی

ہو جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ انڈیا بہت سی قوموں، قومیتوں، مذہبوں اور زبانوں کا ملک ہے۔ جبکہ انڈیا پر قابض ہندو مذہبی اور قومی اعتبار سے تنگ نظر اور چال باز ہیں۔ غیر ہندو لوگ ان سے آزادی چاہتے ہیں اسی لیے متعدد علاقوں میں آزادی کی تحریکیں موجود ہیں۔ اگر کشمیر کے کچھ حصے کو بھی آزادی ملی تو تمام تحریکیں اس سے قوت حاصل کرنے کی اس لیے انڈیا ہر صورت میں کشمیر کی تحریک آزادی کو دبانا چاہتا ہے۔ دوسری طرف پاکستان کے لیے کشمیر بنیادی مسئلہ ہے۔ اہل کشمیر کے پاکستانیوں کے ساتھ دینی رشتے ہیں وہ کشمیریوں پر ہونے والے ظلم وستم کو کسی شکل میں گوارا نہیں کر سکتے۔ کشمیر کا طبعی میلان بھی پاکستان کے ساتھ ہے۔ تمام دریا کشمیر سے پاکستان میں داخل ہوتے ہیں۔ اسی لیے بانی پاکستان نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا۔ جغرافیائی طور پر بھی خطہ جموں وکشمیر پاکستان کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اس کے پہاڑی اور دریائی راستے پاکستان کی طرف نکلتے ہیں۔ انڈیا سے اس کا جوڑنا محض تکلف کے ساتھ ہے۔ چونکہ پاکستان کے لیے بین الاقوامی حالات سازگار نہیں اس لیے وہ دوسرے مسائل کی طرح کشمیر کے مسئلے پر بھی مشکلات کا شکار ہے۔ مسئلہ کا حل یہ ہے کہ کشمیر کے جہاد آزادی میں بھرپور طور پر کشمیریوں کا ساتھ دیا جائے اور مشکلات میں استقامت اور عزیمت کی راہ اختیار کی جائے۔ معروضی حالات اپنی جگہ پر اہمیت رکھتے ہیں لیکن آزادیاں ہمیشہ قربانیوں اور استقامت سے حاصل ہوتی ہیں۔ اگر پاکستان کے حکمرانوں اور عوام نے اس موقع پر کشمیریوں کا بھرپور ساتھ دیا تو پاکستان بفضلہ تعالیٰ برصغیر کی سب سے بڑی قوت بن جائے گا۔ اور انڈیا کو ہر سطح پر مات دے گا۔ بصورت دیگر پاکستان کے لیے اپنا دفاع بھی مشکل ہو جائے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں اور عوام کو بڑی آزمائش میں اللہ سرخرو فرمائے۔

زیرِ نظر کتاب کے بارے میں نقطۂ نظر:

مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی کی لکھی ہوئی کتاب ''مسئلہ جہادِ کشمیر'' آج بھی اتنی ہی مفید ہے جتنی لکھتے وقت تھی۔ جہادِ کشمیر پر شبہات اور اعتراضات پیش کیے گئے تھے جن کے پیشِ نظر کتاب مرتب کی گئی، تقریباً وہی اعتراضات آج بھی ہیں۔ مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ نے کافی واضح جوابات دیے ہیں۔ مولانا کے جوابات میں قرآن و سنت اور طریقہ سلف کے حوالہ جات بھی موجود ہیں اور تدبیری اعتبار سے انہوں نے حالات اور ان کے تقاضوں کی بھی شاندار بحث کی ہے۔ کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن جامعیت میں مثالی ہے۔ مولانا نے کتاب کے آغاز میں جہاد کے شرعی وجوہ کو دلائل سے بیان کیا پھر انہیں کشمیر کے حالات پر منطبق کرتے گئے۔ دلائل میں قطعیت اور تاثیر ہے۔ مولانا کا ذہن جہاد کے بارے میں بڑا واضح ہے یہی موضوع ان کی تحریر میں ہے۔

مولانا نے جہاد کشمیر کی تاریخ بھی بیان کی ہے اور اس خطے کے جغرافیائی اور تہذیبی مسائل کا بھی جائزہ لیا ہے انہوں نے ہندو کی سازشی ذہنیت کو بھی اجاگر کیا ہے اور ان کے ظلم کا پردہ بھی چاک کیا ہے۔ یہ کتاب حقیقت میں جہاد ہند کے لیے ذہن سازی کرتی ہے اور تحریک بالاکوٹ کے قائدین کے عزائم کو بیان کرتی ہے۔

امید واثق ہے کہ جو بھائی بھی کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ جہاد کشمیر کو موجودہ حالات میں ضروری قرار دے گا اور خود کو جہاد کے لیے تیار کر سکے گا۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ برصغیر کے مسلمانوں کو جہاد ہند کی توفیق بخشے اور جہاد کشمیر میں پیش ہونے والی قربانیوں کو قبول کر کے جہاد ہند کے دروازے کھولے۔ آمین۔

عرض ناشر

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اورتم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اوران بے بس مردوں،عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں اس بستی سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔'' (النساء:۷۵)

''جہاد کشمیر.....فرضیت،فضیلت اور تاریخ'' امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب ہے۔مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی شاہ شہید کی تحریک کے روح رواں اور تحریک پاکستان کے سالار تھے۔قیام پاکستان کے بعد ان کی توجہ مظلوم کشمیریوں کی آزادی کی جانب ہوگئی۔حقیقت میں ان کی تمام تر زندگی جہادی تگ وتاز میں گزری۔وہ اجمیر شریف کے ملنگ کے بھیس میں بنگال سے چمرکنڈ آزاد یاغستان اور افغانستان تک مجاہدین کے سفیر کی حیثیت سے سفر کرتے رہے،قید و بند کی صعوبتیں ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکیں۔ آزادیٔ کشمیر میں بھی ان کا بنیادی کردار تھا۔1948ء ملک کے طول وعرض سے مجاہدین اکٹھے کر کے انہوں نے ہندو بنئے کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

ان کی یہ عظیم کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے جہاد کشمیر کے موضوع پر اپنی مثال آپ ہے۔آج جب کہ مسئلہ کشمیر عالمی سطح پر ایشیا کا سب سے بڑا، اہم اور نازک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اسلام آباد اور دہلی سے لے کر نیویارک اور لندن تک اس کو مختلف انداز حل کرنے کی منافقانہ تدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔ان حالات میں ہمارے لیے مولانا فضل الٰہی ؒ کی یہ کتاب مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مولانا نے جو موقف آج سے نصف صدی پہلے پیش کیا تھا اسی موقف پر کشمیری مسلمانوں نے نوے ہزار قربانیاں پیش کر دی ہیں۔اور یہ واضح کر دیا کہ کشمیر قرار داد مذمت سے نہیں ہندو کی مرمت سے آزاد ہوگا۔ان شاءاللہ۔کاش اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو یہ فہم عطا فرمادے۔ آمین

اس کتاب کو حاصل کرنے کے بعد مجھے کئی مرتبہ پڑھنے کا موقعہ ملا۔حقیقت میں ہر دفعہ عجیب لذت نصیب ہوئی اور جہاد کی کئی گرہیں اللہ تعالیٰ نے کھول دیں۔لہٰذا میں قارئین سے بھی یہی گزارش کر کے اجازت چاہتا ہوں کہ اسے پڑھیں اور آگے لوگوں تک پہنچائیں۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔اور دنیا و آخرت میں حسنات سے نوازے۔آمین۔

آپ کا بھائی
محمد سیف اللہ خالد
مدیر ''دارالاندلس''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مراجعت وطن اور پذیرائی

۱۲/اگست ۴۸ء پورے اٹھائیس سال پونے دو ماہ کی جلا وطنی کے بعد میں بعض مخلصین کے اصرار پر لاہور شہر میں داخل ہوا۔ مجھ جیسے گناہ گار اور گمنام شخص کی پذیرائی میں میرے اہل وطن خصوصاً صاحبِ ثروت اور سرفروشان اسلام نے جس گرم جوشی اور محبت کا اظہار کیا اس کا بیان اور اس کی شکر گزاری دونوں میری طاقت سے باہر ہیں۔ میں اس حسن سلوک کا ہرگز مستحق نہ تھا۔ اللہ ان سب کو میری طرف سے جزائے خیر دے اور جن امیدوں کا انہوں نے مجھے مستحق سمجھا ہے ان سب کو اپنی غیبی طاقتوں سے پورا کرے۔

میرے اس چند روزہ قیام کے دوران بہت سے ملنے والے اپنے ساتھ جہاد کشمیر کے متعلق تحریری استفتاء بھی لائے اور مجھ سے اصرار کیا کہ ان کا جواب لکھوں۔ ہر چند میں نے معذرت کی کہ میری زندگی کا بیشتر حصہ دشمنانِ اسلام کے ساتھ جنگ وقتال میں گزرا ہے، وہ بھی ایسے پہاڑوں کے اندر جو علمی مجالس ومباحث سے قطعاً محروم ہیں۔ مجھے کبھی فتویٰ نویسی کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ ہی میرے پاس حوالہ دینے کے لیے کوئی کتاب موجود ہے۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور ایسے لوگوں کی سفارشیں لے کر پہنچے جنہوں نے حضرت سید احمد صاحب رحمہ اللہ کی مقدس تحریک کا نہایت خطرناک حالات میں ساتھ دینے کا حق ادا کیا تھا۔

میں ان پوچھے جانے والے فتاویٰ میں فقط ایک کا انتخاب کرتا ہوں جو میرے نزدیک ان سب سے جامع ہے۔ اللہ کرے میں صحیح اور مکمل جواب لکھنے میں کامیاب ہوسکوں جو کسی مزید بحث ونظر کا محتاج نہ ہو۔ وما توفیقی الاّ باللہ!

باب اول

استفتاء

کیا فرماتے ہیں فقیہان دین متین اس بارے میں کہ:

① کیا وہ جنگ جو ماہ اگست ۱۹۴۷ء سے پونچھ اور کشمیر کے مختلف محاذوں پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان لڑی جا رہی ہے اسے شرعی نقطۂ نظر سے جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

② دوسرے یہ کہ امام جہاد اور مجاہدین کا تزکیۂ نفس کے کمالات سے متصف ہونا شروط جہاد میں سے لازم ہے یا نہیں؟

③ تیسرے یہ کہ ایسی صورت میں جب کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا ہے کسی پاکستانی مسلمان کا انفرادی طور پر رضا کارانہ اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کی حمایت میں شریک جنگ ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ ایسا کریں تو کیا ان کا یہ فعل فرمان خداوندی ﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيْثَاقٌ﴾ کی صریح خلاف ورزی تو نہیں؟ کیا آیت میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح نہیں ہے کہ اگر ہماری سرحد کے باہر کسی مسلمان آبادی پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ ہم سے مدد مانگیں تو ہم صرف اسی صورت میں ان کی حمایت میں جنگ کر سکتے ہیں جب ظلم کرنے والی حکومت یا قوم اور ہماری حکومت کے درمیان معاہدانہ تعلقات نہ ہوں اور اگر معاہدانہ تعلقات ہوں تو کیا مذکورہ بالا فرمان اس بات کی ناقابل انکار دلیل نہیں ہے کہ ہمارا دل خواہ اپنے مظلوم بھائیوں کے دکھ اور درد سے کتنا ہی گداز کیوں نہ ہو ہم پاکستانی مسلمان اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی حمایت میں انفرادی یا اجتماعی طور پر کوئی جنگی کارروائی نہیں کر سکتے اور اگر کر سکتے ہیں تو فقط ایک ہی

صورت میں، وہ یہ کہ ہماری نمائندہ حکومت ہندوستان سے کیا ہوا معاہدہ اس کے منہ پر کھلم کھلا دے مارے اور بغیر کسی لگی لپٹی کے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ بظاہر دوستی کے دم بھرنا اور در پردہ اس کے خلاف جنگی تجاویز اور سازشیں کرنا کھلم کھلی منافقت ہے، اسلامی اخلاق سے بعید اور یورپ کی ڈپلومیسی ہے۔ اسلام نے ہمیں سکھایا ہے کہ یا تو ہم کسی قوم کے ساتھ معاہدہ نہ کریں اور اگر ایسا کریں تو اسے پوری ایمانداری اور صداقت سے نبھائیں اور اگر دیکھیں کہ فریق ثانی معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو مذکوہ بالا فرمان کے تحت اس کا معاہدہ اس کو پھیر دیں اور پھر ہم آزاد ہیں کہ جو چاہیں اس کے خلاف عسکری اقدامات کریں۔

④ کیا ایسے مدعیان اسلام جو کسی کمزور غیر مسلم ریاست کے اندر آباد ہوں اور وہ بجائے کسی ہمسایہ طاقتور مسلم حکومت کے کسی ایسی مشرک قوم یا حکومت کی سرپرستی کو قبول کرتے ہیں جس کے ساتھ ہمارے معاہدانہ روابط ہوں تو ان کے خلاف جنگی کارروائی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ کیا ایسا کرنا فرمان خداوندی:﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِیْثَاقٌ ﴾ (النساء:۹۰) ''ایسے مدعیان اسلام اگر ایسی قوم سے جا ملیں جس کے ساتھ تمہارا صلح کا عہدو پیمان ہو'' کی زد میں تو نہیں آتا۔ (ہمایوں اختر ۲۵/۸/۴۸)

الجواب

تمہید: اس سے پہلے کہ ہم اصل مسئلہ پر قلم اٹھائیں، یہ ضروری ہے کہ فریضۂ جہاد کے وجوب اور اس کی اہمیت پر کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا جائے اور یہ کہ وہ نماز اور روزہ کی طرح فرض ہے۔ مگر چونکہ وہ مال سے زیادہ جان کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے اس لیے وہ جان پر بہت ہی ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اس سے بچنے کے لیے انسان جو کہ بنیادی طور پر کمزور واقع ہوا ہے، ہزاروں شرعی حیلے اور حجتیں تلاش کر کے اپنے لیے طفل تسلی کا سامان بہم پہنچانے کی عبث کوشش کرتا ہے۔

جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کا وجوب

(کتاب وسنت کی روشنی میں)

۞ ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ﴾ (التوبة:٧٣)

''اے نبی علیہ السلام! کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سخت ہو جاؤ۔''

۞ ﴿ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾ (الحج : ٧٨)

''اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا حق ہے۔''

۞ ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾(البقرة : ٢٤٤)

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔''

۞ « اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ »[1]

''مجھے لوگوں (کافروں) سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔''

فریضۂ قتال کی اہمیت: فریضۂ قتال فی سبیل اللہ کی اہمیت کو نماز اور روزہ کی طرح ''کتاب'' کے لفظ سے تعبیر فرمایا، جس کے معنی فرضیت اور وجوبیت کے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

نماز: ﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ﴾(النساء:١٠٣)

''بے شک نماز مومنین پر وقت مقررہ پر فرض ہے۔''

روزہ: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ﴾ (البقرة : ١٨٣)

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا۔''

قتال: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ﴾(البقرة : ٢١٦)

''تم پر قتال فرض کیا گیا ہے گو وہ تمہیں دشوار معلوم ہو۔''

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الصلوٰة، باب فضل استقبال القبلة : ٣٩٢ ـ

۞ ﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ (البقرہ: ۱۹۵)

''اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔''

" كَفُّ يَدٍ عَنِ الْجِهَادِ هُوَ التَّهْلُكَةِ "

''جہاد سے پیچھے رہنا ہی ہلاکت ہے۔''

یہ تفسیر جلیل القدر صحابی نے کی ہے۔ (المنار)

غلامی یا خیار:

۞ « اِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ وَاَخَذْتُمْ اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَ رَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ وَ تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهٗ حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلَى دِيْنِكُمْ» ❶

''جب تم سود کا کاروبار شروع کر دو گے اور بیل کی دم پکڑ لو گے اور کاشت کاری اور کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد کا کام چھوڑ دو گے تو تم (مسلمانوں) پر اللہ تعالیٰ کفار کی غلامی کی ایسی ذلت مسلط کر دے گا جس سے اس وقت تک کوئی تدبیر تمہیں نجات نہ دلا سکے گی یہاں تک کہ تم اپنے اصل دین کی یعنی جہاد کی طرف توجہ نہ کرو گے۔''

جہاد کا وجوب قیامت کے دن تک باقی رہے گا:

۞ ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾(الانفال:۳۹)

''اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے۔''

۞ « اَلْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُّقَاتِلَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الدَّجَّالَ » ❷

''جب سے اللہ نے مجھ کو بھیجا ہے جہاد جاری ہے یہاں تک کہ اس امت کا آخری گروہ دجال سے قتال کرے گا۔''

---

❶ ابو داؤد، كتاب البيوع ، باب فى النهى عن العينة : ۳٤٦۲۔

❷ ابو داؤد، كتاب الجهاد، باب فى الغزو مع أئمة الجور: ۲٥۳۲۔

۞ «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَأْوَاهُمْ حَتّٰى يُقَاتِلُ آخِرُهُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ»[1]

''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا۔ یہاں تک کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے لڑائی کرے گا۔''

۞ «لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ»[2]

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، اس کے لیے ایک جماعت مسلمانوں کی لڑتی رہے گی حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔''

اصل مسئلہ: اس تمہید کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان سات وجوہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کرتے ہیں جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر فریضۂ جہاد واجب گردانا ہے۔ ان میں سے ایک وجہ بھی جہاں کہیں پیدا ہو جائے تو وہاں کے مقامی لوگوں پر فریضۂ جہاد کا بجالانا واجب ہو جاتا ہے اور جب تک وہ اس فریضہ سے سبکدوش نہ ہو لیں ان کو کسی دوسرے شغل میں بطریق استقلال مشغول ہونے کی اجازت نہیں۔ ان میں سے بعض ایسے وجوہ بھی ہیں جو سارے عالم اسلام کو عمل کی دعوت دیتے ہیں۔ ان وجوہات کے بیان کرنے کے بعد یہ بات ہم اپنے مسلم بھائیوں کے انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ وہ جہاد کشمیر کے مسئلہ کو ان ساتوں وجوہات میں سے جس وجہ کی میزان پر تولنا چاہیں تول لیں۔ اگر اس میں رتی بھر کی کمی بیشی پائیں تو ہمیں متنبہ کریں۔ ورنہ پیشتر اس کے کہ وہ قیامت کے روز اپنی اس کوتاہی پر یوں نوحہ کرے:

۞ ﴿يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِي جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ﴾ (الزمر: ٥٦)

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی دوام الجهاد: ٢٤٨٤۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب قوله لاتزال طائفة من امتی ..... الخ: ١٩٢٢۔

''ہائے افسوس! کہ میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا۔''

چاہیے کہ ہم اپنے اپنے حال کی فوری اصلاح کریں اور وقت کی نزاکت کا احساس کر کے ہر قسم کی نکتہ چینی سے دور رہیں اور پاکستان اور دیگر ممالک اسلام کو ہندوازم کے اس ہمہ گیر خطرے سے بچانے کی نیت سے دیوانہ وار جہاد کشمیر میں پہنچیں اور اللہ اور رسول ﷺ کی خوشنودی کے اس موقع کو جو مدتوں کے بعد پیدا ہوا ہے غنیمت سمجھ کر اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مکتوب میں بقلم شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اس قسم کے غنیمت والے موقع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے احباب کو اس سے مستفیض ہونے کی خاطر یوں ارشاد فرمایا ہے:

'' از آنجا کہ ایں نعمت عظمیٰ و عطیہ کبریٰ (مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے) از قبیل نوادر زماں و بدائع دوران است کہ گاہ گاہ بعد از مرور و ہور رومے نماید و بر روئے مومنین مخلصین ابواب فتوح و سرور مے کشاید۔ بناء علیہ میخوا ہم کہ دوستان قدیمی و مخلصان صمیمی خود را شریک ایں فیض ربانی و دولت جاودانی گردانم و بمراتب عزت دارین وجاہت کونین رسانم۔ لہٰذا بخدمت صداقت درجت نگارش کردہ مے شود کہ ورود ایں زمان محمود و آوان مسعود بہ نسبت مومنین راسخ الاعتقاد و مخلصین کامل الانقیاد بمشابہ آمد موسم بہار در حق گل و بلبل و یا موسم بر شگال درحق اشجار و نباتات شمارند و آنچہ کردنی باشد بکنند و اگر تجارت مال میخواہند اینك وقت او در رسید۔ یك دانہ بکارند و ہفت صد نہ بدست آرند۔ وقت را از دست ندہند و آنچہ از دست تواند شد فی الحال بکنند کہ اوقات مسعود ساعات محمود ازوست مے رود و جز باد حسرت و ندامت بدست نمے آید۔ (ماخوذ از مکتوب نمبر ۲۵، صحیفہ ۲۱۶/۲۱۷، سوانح احمدی)

وجوبِ جہاد کی سات وجوہات

① اعلائے کلمۃ اللہ:

اعلائے کلمۃ اللہ سے مراد یہ ہے کہ اسلام کا سیاسی اقتدار اس قدر مضبوط اور وسیع کیا جائے کہ نہ صرف دنیا بھر کی کسی غیر مسلم طاقت کو یہ جرأت ہو کہ وہ افرادِ امت سے کسی فرد کو کسی فتنہ میں خواہ وہ مذہبی ہو یا دنیوی، مبتلا کر سکے، بلکہ وہ سب کی سب طاقتیں اسلام کے پولیٹیکل اقتدار کے سامنے اس طرح سرِ تسلیم خم کر دیں کہ اس کا ہر حکم، ہر جگہ، بلا چوں و چرا نافذ ہو اور غیر مسلم طاقتیں اس کی بجا آوری کا طوق اپنی گردنوں میں ڈال کر اپنے ہاتھوں ہر قسم کا ٹیکس اور مال گزاری، اس کے خزانۂ عامرہ میں داخل کریں۔

اعلائے کلمۃ اللہ کی یہ شکل بھی ہے کہ کفار اسلام کو قبول کر کے ہمارے بھائی بن جائیں اور ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہو جائیں جو ہم لوگوں کو حاصل ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۞ ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾

(الانفال:۳۹)

''اور (اے مسلمانو!) تم ان (کفار) سے لڑتے رہو اس وقت تک کہ نہ رہے کوئی فتنہ (یعنی کفار کا غلبہ) اور (بنی نوع انسان کی زندگی کا) دستور العمل سارے کا سارا اللہ کا ہو جائے۔'' (دین بمعنی قانون، دستور العمل زندگی، دیکھیں سورۂ یوسف)

۞ ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ ﴾ (التوبة : ۲۹)

''(اے مسلمانو!) ان لوگوں سے لڑتے رہو جو نہ اللہ ہی پر ایمان لاتے ہیں اور نہ روز

آخرت پر اور نہ ہی اس کو حرام جانتے ہیں جو کہ اللہ اور رسول ﷺ نے حرام ٹھہرایا ہے اور نہ ہی وہ دین اسلام کو قبول کرتے ہیں (یعنی اہل کتاب)۔ ان لوگوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو کہ وہ اسلام کی رعیت گری قبول کر کے اپنے ہاتھ سے تم کو جزیہ دیں، اس حال میں کہ وہ ذلیل ہوں۔''

۞ « أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتىّٰ يَشْهَدُوْا أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْا الزَّكٰوةَ فَإِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمُوْا مِنّى دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلىَ اللّٰهِ »[1]

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس بات پر مامور کیا گیا ہوں کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ ہاں اگر قوانین اسلام کی خلاف ورزی سے وہ کہیں مؤاخذہ میں آ جائیں تو یہ دوسری بات ہے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔''

② حفاظت خود اختیاری کے لیے:

اس سے مراد اس ظلم وتشدد کو دور کرنا ہے جو مسلمانوں پر محض ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے کفار ومشرکین کے ہاتھوں ظہور میں آتا ہے۔ ان کے ظلم وجور سے بچنے کے لیے انہیں کفار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانا اور تاوقتیکہ ظالموں کا زور ٹوٹ نہ جائے، جہاد جاری رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

۞ ﴿ أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلىَ نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ﴾ (الحج: ۳۹ تا ۴۰)

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الامر بقتال ..... الخ: ۲۰۔

''ان مظلوم مسلمانوں کو جن کے ساتھ مشرکین (خواہ مخواہ) جنگ و جدال برپا رکھتے ہیں ان کو ان کی مظلومیت کی بنا پر ظلم روکنے کی خاطر (ان کفار کے مقابلہ میں) تلوار اٹھانے کی اجازت دی جاتی ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ ستم رسیدہ لوگ ہیں جن کو (محض مسلمان ہونے کی بنا پر) گھروں سے نکالا گیا ہے۔ (ان کا جرم صرف یہی ہے) کہ وہ کہتے ہیں، ہمارا پروردگار صرف اللہ ہی ہے۔''

❁ ﴿ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ﴾ (آل عمران: ۱۶۷)

''اللہ کی راہ میں (بطریق جارحانہ) لڑو، دشمن کے حملوں کی مدافعت کرو۔''

❁ اسی طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

« مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ أَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ »[1]

''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کے سلسلہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جائے وہ بھی شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔''*

❸ بے بس مسلمانوں کو کفار سے نجات دلانے کے لیے:

اس بارے میں اللہ تعالیٰ آزاد مسلم ممالک اور ان کے اندر بسنے والے مسلمانوں کو مظلوم اور

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فیمن قتل دون ..... الخ: ۱۴۲۱۔

* حفاظت خود اختیاری یعنی مال و جان، عزت و ناموس کو کفار و مشرکین کے ہاتھ سے بچانے کی خاطر تلوار اٹھانا ضروری ہے اور اس قسم کی جنگ لڑنا عین منشائے الٰہی اور منشائے رسول اللہ ﷺ ہے اور منجملہ جہاد اور قتال فی سبیل للہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ جب مسلم قوم کفار کے ہاتھ سے اپنے مال و جان کی اور اپنی مستورات کی ناموس کی حفاظت نہ کر سکی تو وہ اعلائے کلمۃ اللہ خاک کرے گی۔ حقیقت میں مسلمانوں کی سربلندی ہی سے اعلائے کلمۃ اللہ کے منشا کو پورا کیا جا سکتا ہے، دگر ہیچ۔

بے بس مسلمان مردوں اور عورتوں اور بچوں کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

۞ ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾

(النساء: ۷۵)

''اور (اے مسلمانو!) تمہارے لیے کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس (مسلم) مردوں، عورتوں اور بچوں کی حمایت میں (جو مشرکین کے بلاد میں آباد ہونے کی وجہ سے ان کے مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں ان کو ان کے ظلم و جور سے نجات دلانے کی خاطر) نہیں لڑتے ہو جو (دن رات میرے حضور میں یوں) فریاد کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے اس بستی سے نکلنے کی کوئی راہ پیدا کر یہاں کے لوگ ہم پر بہت ظلم کر رہے ہیں اور (خود ہی) اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور (خود ہی) اپنی طرف سے ہمارے لیے کوئی مددگار مقرر کر۔'' *

④ کفار سے انتقام لینے کی خاطر:

کفار سے انتقام لینے کی خاطر لڑائی کرنا بھی جہاد فی سبیل اللہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، خواہ ان کے ہاتھ سے فقط ایک ہی مسلمان پر ظلم ہوا ہو۔ جس کی مثال سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے اندر پائی جاتی ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قریش مکہ کے

* اس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد مسلمانوں پر اپنے ان مظلوم اور بے بس نہتے مسلم بھائیوں کو نجات دلانے کی خاطر سفر کی بازی لگانا فرض اور واجب ہے، جو دار الحرب میں کفار و مشرکین کے زیر سایہ رہتے اور محض مسلمان ہونے کے جرم میں ان کے جور و ظلم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں اور یہ کہ اس قسم کی لڑائی بھی جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور اس کے اندر دیدہ و دانستہ حصہ نہ لینے والوں کے لیے کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔

پاس اپنے سفر کے مقاصد بیان کرنے اور امن کے ساتھ عمرہ کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ قریش نے ان کو روک لیا۔ ان کی واپسی میں خلاف توقع دیر لگ گئی اور مشہور ہوا کہ قریش کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنے رفقاء سے جن کی تعداد چودہ سو تھی، ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جانثاری کی بیعت لی کہ وہ آخر وقت تک کفار مکہ کے مقابلہ میں ثابت قدم رہیں گے۔ تفصیل کے لیے دیکھو بخاری شریف کی احادیث جو عبداللہ بن زید اور سلمہ سے اور ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے اس واقعہ میں روایت کی گئی ہیں۔ اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا اور جن سرفروشوں نے اس بیعت کا شرف حاصل کیا ان کی سورۃ الفتح کے اندر قرآن مجید نے بڑی تعریف کی ہے اور ان سے بڑے بڑے انعام واکرام کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسے یہ آیت ہے:

۞ ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْباً ﴾ (الفتح:۱۸)

''(اے پیغمبر!) جب مسلمان ایک درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے) کی بیعت کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے (مسلمانوں کا یہ طرز عمل دیکھ کر) انہیں اپنی پوری رضامندی کا یقین دلایا اور اسی طرز عمل سے اس نے ان کی اس دلی عقیدت کو جو انہیں اسلام کے ساتھ تھی مان لیا۔ (اس برکت سے) اس نے ان پر اطمینان اور سکینت کے (خزانے) نازل کیے اور (اس بیعت کے بدلے ہی) ان کو قریب کی فتح سے سرفراز فرمایا۔''*

* جب آنحضرت ﷺ جیسے عدیم المثال سیاسی مفکر اور اللہ کے برگزیدہ رسول کے نزدیک ایک مسلمان کے انتقام کے لیے ایک نہیں، دو نہیں پورے چودہ سو عدیم المثال ہستیوں کا قربان کر دینا ضروری قرار دیا گیا ہے تو بھلا جہاں لاکھوں مسلمان کفار ومشرکین سے محض اس جرم میں مارے گئے ہوں کہ وہ مسلمان کہلاتے ہیں اور ہزاروں دوشیزاؤں، پاکدامن مسلم عورتوں کی آبروریزی، عصمت دری محض اس گناہ کے بدلے سکھ درندوں کے ہاتھ سے وقوع پذیر ہوئی ہو کہ وہ اسلام کی نام لیوا ہیں۔ اسی طرح ہزاروں شیر خوار بچے آگ کی نذر کر دیے گئے ہوں۔=

⑦ عہد شکنی کی بنا پر کفار و مشرکین سے لڑنا جہاد ہے:

عہد شکنی کی بنا پر کفار و مشرکین سے جنگ و جدال برپا کرنے، ان کے چوٹی کے لیڈروں کو چن چن کر مارنے اور ان کی سرمایہ داری اور ان کی جنگی قوت سے خالی الذہن ہو کر بے دریغ لڑنے کے بعد یکے بعد دیگرے کئی احکام تاکید بالائے تاکید کے ساتھ بارگاہ لم یزل سے صادر ہوتے ہیں اور عہد شکنی کی بنا پر ان کا ایسا قتل عام کیا جائے کہ ان کی آنے والی نسلیں قیامت کے دن تک عہد شکنی کے وبال کو بھول نہ سکیں اور کبھی انہیں مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اس بارے ہم قرآن مجید سے ناظرین کرام کی عبرت پکڑنے کے لیے مشتے از خروارے بطور نمونہ چند آیتیں یہاں درج کرتے ہیں:

۞ ﴿وَاِنْ نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ (التوبة : ١٢)

''اگر مشرکین عہد و پیمان کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین کے اندر طعن کریں تو تم لوگ (اس نیت سے کہ وہ لوگ عہد کی خلاف ورزی اور دین اسلام کی توہین سے باز رہیں) کفر کے سرغنوں اور کفر کے لیڈروں سے خوب لڑو۔''

۞ ﴿ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ

= لاکھوں فرزندان اسلام کروڑوں روپے کی جائیداد سے محروم کر دیے گئے، لاکھوں کو جلاوطنی اور دربدری پر مجبور کیا گیا ہو۔ وہاں ان کے انتقام سے صرف نظر کرنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔ جس طرح ہندوستان کے اندر بسنے والے مسلمانوں کی مظلومیت کی داستان ایسی نہیں جو ہماری آنے والی نسلوں کو قیامت تک بھول سکے اسی طرح جو مظالم سکھوں اور ڈوگروں کے ہاتھ سے جموں و کشمیر، پونچھ، راجوڑی، نوشہرہ وغیرہ کے اندر مسلم آبادی پر ہوا اس کی یاد ناقابل فراموش ہے۔ ان واقعات سے ہر مسلم کا گھر آج ماتم کدہ دکھائی دیتا ہے۔ کوئی زبان نہیں جو ان پر مرثیہ خواں نہ ہو اور کوئی آنکھ نہیں جو ان پر خون کے آنسو نہ بہاتی ہو۔

کدام دل کہ ازیں واقعہ دگرگوں نیست — کدام کس کے ازیں واقعہ جگرخوں نیست
کدام جاں کہ نشد سوختہ ز آتش غم! — کدام چشم کہ از اشک بحر جیحوں نیست

بَدَءُ وُكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (التوبة : ١٣)

''(اے مسلمانو!) تم ان مشرکین سے دل کھول کر کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور انہوں نے رسول کو ان کے گھر سے نکال دینے کی سازش کی۔ (یہاں پیغمبر تو نہیں مگر ان کی امت کے لاکھوں افراد کو بلا وجہ گھر سے نکالا۔ بہار، بنگال، دہلی، میوات، راجپوتانہ، پٹیالہ، مشرقی پنجاب وغیرہ کے واقعات اس کی تازہ مثال ہیں) ان کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی گئی اور ان مشرکین نے ہی تم سے چھیڑ خانی میں ابتداء کی۔ کیا تم ان (کثرت نفوس، سرمایہ کی فراوانی، عسکری قوت اور سامان حرب کی زیادتی) سے مرعوب ہو گئے ہو۔ (ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے) اگر تم سچے مسلمان ہو تو اللہ ہی سے مرعوب ہونا چاہیے۔''

۞ ﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (التوبة : ١٤)

''اے مسلمانو! تم ان (عہد شکن، فساد پیشہ، مشرکین) سے (ضرور) لڑو۔ اللہ تعالیٰ (اس کام کے چھ نتیجے پیدا کرے گا)۔ (اول) ان کو تمہارے (کمزور) ہاتھوں سے عذاب کرے گا۔ (دوم) ان کو ذلیل کرے گا۔ (سوم) تم کو ان پر غلبہ دلائے گا۔ (چہارم) مسلمانوں کے سینوں کے لیے (جو کفار کی مسلم کشی اور مستورات کی عصمت ریزی سے زخمی ہو چکے ہیں) مرہم شفا بہم پہنچائے گا۔ (پنجم) مسلمانوں کے دلوں میں (مشرکین کے ظلم وتشدد کی وجہ سے) جو غیظ وغضب بھرا ہوا ہے اس کو نکالنے کی راہ پیدا کرے گا۔ (ششم) ان کفار ومشرکین میں سے جتنوں کو چاہے گا (اسلام کی نعمت سے سرفراز کر کے) اپنی مہربانی کا ظہور فرمائے گا اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

۞ ﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ عَاهَدۡتَّ مِنۡهُمۡ ثُمَّ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ فِىۡ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمۡ لَا يَتَّقُوۡنَ ۝ فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِى الۡحَرۡبِ فَشَرِّدۡ بِهِمۡ مَّنۡ خَلۡفَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ﴾

(الانفال : ۵۵تا۵۷)

''اللہ کے نزدیک تمام حیوانوں سے بدترین حیوان وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں سو وہ کسی طرح ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جن سے تم نے صلح کا عہد و پیمان کیا۔ پھر وہ اپنے معاہدہ کو ہر بار توڑتے ہیں اور وہ بدعہدی کے وبال سے بھی نہیں ڈرتے۔ اگر تم ان پر لڑائی میں قابو پاؤ تو ان پر ایسا زور ڈالو کہ جو لوگ ان کی پشت پر ہیں ان کو بھاگتے دیکھ کر ان کو بھی بھاگنا پڑے، شاید یہ لوگ شکست سے مرعوب ہو کر عبرت پکڑیں۔''*

* آنحضرت ﷺ نے سنہ ۸ ہجری میں اہل مکہ پر جو لشکر کشی کی اس کی وجہ بھی عہد شکنی ہی تھی۔ اس سے پہلے سنہ ۴ ہجری میں یہود کے قبیلہ بنی نضیر کے مدینہ منورہ سے نکالے جانے کا واقعہ جس کا ذکر سورۂ حشر میں ہے اور یہود کے دوسرے قبیلہ بنی قریظہ کا واقعہ جس کے اندر ان کے جوان مارے گئے اور ان کی عورتیں اور بچے اسیر ہوئے یہ سب واقعات عہد شکنی کی وجہ سے رونما ہوئے۔ اگر حکومت پاکستان مذکورہ بالا آیات بینات کی روشنی کے تحت ہندوستان کے خلاف اعلان جنگ کرتی تو یقیناً باوجود پرلے درجہ کی بے سروسامانی کے وہ اس کے اندر سو فیصد کامیاب ہوتی۔ جس طرح کہ قبل ازیں انتخابات اور ریفرنڈم کی مہموں کے اندر کامیاب ہوئی۔ حالانکہ ان مہمات کے اندر مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کے ساتھ کوئی آسمانی نصرت کا وعدہ نہ تھا۔ برخلاف موجودہ جنگ کے کہ اس کے اندر آسمانی تائید کے ایک نہیں دو نہیں پورے چھ وعدے موجود ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ کاش! ہماری حکومت سکیورٹی کونسل کے فیصلوں پر تکیہ لگانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے اٹل وعدوں پر بھروسہ کرتی اور قرآن مجید کی صداقت کا امتحان کرنے کی جرأت کرتی۔ اگر وہ ایسا کرتی تو اس وقت تک سارا برصغیر ہند فتح کر چکی ہوتی۔ کشمیر، حیدرآباد، دکن، جونا گڑھ کے معاملے اور نہروں اور بجلی کے پاور ہاؤسوں کے جھگڑے کب کے طے ہو چکے ہوتے۔ سارا ہندوستان خالص پاکستان بن چکا ہوتا۔ پاکستان اور سارا عالمِ اسلام ہندوازم کے خطرۂ قیامت نما سے ہمیشہ کے لیے بے غم ہو چکا ہوتا۔ یہ کیوں؟ محض اس لیے کہ آسمانی وعدوں کے اندر کبھی تخلف اور تعطل نہیں ہوتا۔ کیا (إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ) کا اعلان ہمارے اطمینان کے لیے بس نہیں ہے؟

خازن نے اس آیت کے معانی اس انداز سے کیے ہیں:

" اِنَّكَ إِذَا ظَفَرْتَ بِهٰؤُلَاءِ الْكُفَّارِ الَّذِيْنَ نَقَضُوْا الْعَهْدَ فَافْعَلْ بِهِمْ فِعْلًا مِنَ الْقَتْلِ وَالتَّنْكِيْلِ تَفَرَّقَ بِهٖ مَعَ كُلِّ نَاقِضِ الْعَهْدِ حَتّٰى يَخَافُكَ مَنْ وَرَاءَ هُمْ " (۳۶/۳)

''یقیناً جب آپ ان عہد توڑنے والے کفار کے مقابلے میں کامیاب ہونگے تو پھر ان کا خوب قتل عام کرو اور ان کو نکیلیں ڈالو۔ ان عہد توڑنے والوں سے ایسا سلوک کرو کہ ان کی آنے والی نسلیں بھی آپ سے ڈرتی رہیں۔''

فریضۂ پاکستان: ان مذکورہ بالا چاروں فرامین آسمانی کی رو سے عہد شکن کفار و مشرکین کے ساتھ پاکستان حکومت اور پاکستان کے اندر آباد ہونے والے تمام مسلمانوں کو بار بار جنگ کرنے کی تاکید ہوئی ہے۔ عہد شکن مشرکین اور کفار کو روئے زمین کی بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے۔ اور میدان جنگ میں ان پر قابو پانے کی صورت میں ان کے اس طرح قتل عام اور تعذیب کی طرف راہ نمائی کی ہے کہ ان کی آنے والی نسلیں عبرت پکڑیں اور انہیں اہل اسلام کے ساتھ عہد شکنی کی کبھی جرأت نہ ہونے پائے۔

⑤ آزادیٔ وطن اور قوم کے لیے جنگ کرنا:

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ملک پہلے مسلمانوں کے قبضہ میں تھا، پھر کسی وجہ سے اس پر کافروں کا تسلط ہو گیا اور وہاں کی مسلم آبادی کفار کی رعیت اور غلام بن گئی اور انہوں نے جس طرح چاہا ان کے مال و جان میں تصرف کرنا شروع کر دیا۔ اب اس وطن کو پھر سے کفار کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے جو جنگ لڑی جائے گی اسے قومی اور وطنی جنگ نہیں کہا جائے گا بلکہ قرآن مجید کی اصطلاح میں وہ جنگ بھی ''قتال فی سبیل اللہ'' کے مقدس نام سے یاد ہو گی۔ کیونکہ مسلم قوم کی دنیا اس کے دین سے کوئی الگ چیز نہیں بلکہ دونوں کے درمیان ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے۔ ایک کی زندگی دوسرے کی زندگی پر موقوف ہے۔ جیسے روح اور بدن کا

تعلق۔ اگر مسلم قوم کے ہاتھ سے اس کا ملک نکل جائے اور اس پر کفار قابض ہو جائیں تو اس کے ساتھ ہی اس کا دین مفلوج ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس وطن کو کفار سے حاصل کرنا ہر قیمت پر مسلم قوم کے تمام مذہبی فرائض میں سے اہم فریضہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی مثال جالوت اور طالوت کے قصہ میں ملتی ہے۔ اس اجمال کی مختصر شرح یوں ہے:

قصۂ جالوت و طالوت: خلافت راشدہ کا وہ نظام جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کے درمیان قائم کیا تھا وہ ان کے خلیفہ سیدنا یوشع علیہ السلام کی وفات ۱۴۵۰ قبل مسیح کے بعد درہم برہم ہو گیا۔ قوم بارہ حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ہر قبیلے کا اپنا سردار تھا۔ طوائف الملو کی سے خانہ جنگی کا ہونا لازمی تھا۔ اس باہمی کشت وخون اور بے اتفاقی کا فائدہ غیر مسلم ہمسایہ قوموں نے اٹھایا۔ جن کے اندر عمالقہ سب سے پیش پیش رہے اور وہ ان کے ملک کے اکثر حصے پر قابض ہو گئے۔ کسی کی کیا مجال جو ان سے پوچھ سکے۔

طوائف الملو کی کا یہ عذاب ساڑھے چھ سو برس تک بنی اسرائیل پر مسلط رہا۔ مسلم قوم کفار کی دن رات کی چیرہ دستیوں سے جان بلب ہوگئی۔ آخر کار قوم کے نمائندوں کو باہمی اتفاق اور اتحاد کے سوا چارہ نہ رہا کہ وہ متحدہ قوت سے دشمن کے اقتدار کا خاتمہ کریں اور اپنے اور اپنی آئندہ نسلوں کے مستقبل کو روشن کریں۔

اب وہ کس کو اپنا سیاسی لیڈر اور امام بنائیں جس کے جھنڈے تلے جمع ہو کر حکومت وقت سے لڑیں اور اس کی غلامی سے نجات حاصل کریں۔ اس مسئلہ کا حل ان کے لیے مشکل ہو گیا۔ کیونکہ بارہ قبیلوں میں سے ہر ایک قبیلے کا نمائندہ دوسرے کی لیڈر شپ کو اپنے لیے ننگ و عار سمجھتا تھا۔ آخر انہوں نے باہمی مشورے سے اس مسئلہ کو اپنے وقت کے نبی کے سپرد کر دیا۔ ان کا نام شموئیل علیہ السلام تھا۔ انہوں نے الہام خداوندی کی روشنی میں بنیامین کی اولاد میں سے ساؤل نامی کو جسے قرآن نے طالوت کے نام سے یاد فرمایا ہے ان کا بادشاہ مقرر کیا۔ ان کی سرپرستی میں انہوں نے جالوت کا مقابلہ کیا۔ ایلا کی وادی (Eala Vally) میں دونوں لشکر خیمہ زن

ہوئے۔ عمالقہ کا سپہ سالار جالوت نامی چالیس روز تک برابر ہر روز (هَلْ مِن مُّبَارِزٍ) ''کوئی مقابلہ کرنے والا ہے۔'' کا نعرہ لگاتا اور طالوت بادشاہ اور اس کے عسکریوں کو طرح طرح کے طعنے دیتا رہا۔ نامردی اور بزدلی کے الزام لگائے۔ مگر اسرائیلیوں میں سے کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہونی تھی نہ ہوئی۔ قریب تھا کہ جالوت اپنی فوج کو عام جنگ کا حکم دیتا اور چشم زدن میں اسرائیلیوں کا نام ونشان مٹا دیتا کہ ناگاہ اس دوران میں ایشیاء کا ایک گمنام بیٹا جو بکریوں کا چرواہا تھا، جالوت کے مقابلہ میں جا نکلا۔ فلاخن میں پتھر رکھ کر تاڑ کر اس کی پیشانی پر پھینکا۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ نوجوان چرواہا آگے بڑھا اور جالوت کی تلوار اس کی کمر سے کھول کر جالوت کا سر کاٹ لیا۔ عمالقہ کی فوج بھاگ گئی۔ ان کا سب مال واسباب بنی اسرائیل کے ہاتھ آیا۔ ہر طرف سے تحسین وآفرین کے نعرے بلند ہوئے۔ اس روز بنی اسرائیل کو کفار کی غلامی سے نجات نصیب ہوئی۔

معاوضۂ خدمات: کفار کے سیاسی اقتدار سے داؤد علیہ السلام نے اپنی مسلم قوم اور اپنے وطن کو نجات دلانے کے لیے جنگ لڑی اور وہ ملک جو عمالقہ کے تسلط کی وجہ سے دارالحرب بن چکا تھا اسے پھر سے دارالاسلام بنایا، اس خدمت کا ذکر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

۞ ﴿وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ﴾
(البقرة : ٢٥١)

''اور داؤد علیہ السلام! نے جالوت کو قتل کیا اور (اس خدمت کے صلہ میں) اللہ تعالیٰ نے اس کو سلطنت عطا کی اور انتظامی عقل کا جوہر بخشا اور جو جو علم وہنر اس کی مرضی میں تھا ان کو سکھا دیا۔''

ان کے سر پر نبوت کا تاج پہنا کر تورات وانجیل کی طرح ایک مقدس کتاب یعنی زبور عطا فرمائی اور زمین وآسمان کی کائنات کے اندر خلافت داؤدی کا بدیں الفاظ اعلان کرایا۔

۞ ﴿ يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ ﴾ (صٓ: ٢٦)

''اے داؤد علیہ السلام! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔''

اور سب سے بڑھ کر یہ نوازش فرمائی کہ ان کو ایسا فرزند ارجمند عطا کیا جس کو نبوت کے علاوہ سلطنت جہانبانی کی رو سے وہ اقتدار عطا کیا گیا جو بنی نوع انسان میں سے کسی فرد کو نہ دیا گیا تھا۔ دنیا کی تمام کائنات ان کے لیے مسخر کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ﴾ (صٓ: ٤٤) کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ مسلم قوم کو اس قسم کی جنگیں جو انہیں قومی آزادی اور ملی استقلال کے حصول کے لیے ہر آئے دن کفار و مشرکین سے درپیش رہتی ہیں، کی مثال آج کل پونچھ اور کشمیر، حیدرآباد دکن اور فلسطین اور انڈونیشیا کے اندر پائی جاتی ہے۔ اگر یہ جنگیں، جیسا کہ آج کل بعض انتہا پسند علماء اور روحانی پیشوا کہتے ہیں، جہاد فی سبیل اللہ کی شان سے سرفراز نہ ہوتیں بلکہ دنیوی اور ملکی جنگ ہونے کی وجہ سے اللہ کے نزدیک ملعون اور مردود ہوتیں تو نہ ہی سیدنا داؤد علیہ السلام کو بارگاہ الٰہی میں یہ عزت اور سربلندی نصیب ہوتی اور نہ ہی قرآن مجید ان کی تعریف و توصیف میں یوں رطب اللسان پایا جاتا۔ اس اجمال کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے قرآن مجید کی مذکورہ ذیل سورتوں اور ان کے رکوعوں کو ملاحظہ فرمائیں:

① سورۃ البقرۃ: پارہ ۲، رکوع: ۳۳/۱ ② سورۃ النساء: پارہ ٦، رکوع: ۲۳/۳
③ سورۃ المائدۃ: پارہ ٦، رکوع: ۱۱/۱ ④ سورۃ الانعام: پارہ ۷، رکوع: ۱۰/۱٦
⑤ سورۃ الانبیاء: پارہ ۱۷، رکوع: ۷/۷ ⑥ سورۃ النمل: پارہ ۱۹، رکوع: ۲/۱۷
⑦ سورۂ سبا: پارہ ۲۲، رکوع: ۲/۸ ⑧ سورۂ ص: پارہ ۲۳، رکوع: ۲/۱۱

قرآن مجید آزادی وطن اور قوم کی اس جنگ کو افضل ترین جہاد اور قتال فی سبیل اللہ قرار دیتے ہوئے اس پر بدیں الفاظ روشنی ڈالتا ہے:

۞ ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ

عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا قَالُوۡا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴾ (البقرة : ٢٤٦)

''(اے پیغمبر علیہ السلام!) کیا تو نے بنی اسرائیل قوم کے لیڈروں کی (حالت پر) نظر نہیں کی کہ ایک وقت میں انہوں نے اپنے (زمانے کے پیغمبر شموئیل) کی خدمت میں عریضہ پیش کیا اس غرض سے کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو کہ ہم (اس کی راہ نمائی میں) اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ (اس پر ان کے پیغمبر نے ان سے کہا) کہ کچھ تعجب نہیں کہ اگر تم پر لڑنا فرض کر دیا گیا تو پھر نہ لڑو۔ (اس پر) وہ بولے اب ہمارے لیے کیا عذر ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں؟ حالانکہ حال یہ ہے کہ ہم اپنے گھروں سے اور اپنی اولاد سے نکالے جا چکے ہیں۔ (یعنی حکومت وقت نے وطن اور قوم کے جملہ حقوق ہم سے چھین لیے ہیں اور ہمیں بالکل بے دخل کر دیا ہے۔ حکومت وقت جب جیسا چاہتی ہے ہماری مرضی کے خلاف ہمارے مال و جان کے اندر، ہماری اولاد کے اندر تصرف کرتی ہے۔ اسے کوئی روکنے والا نہیں۔) پس جب ان پر (ان ملکی اور قومی اغراض کے ماتحت بارگاہ الٰہی سے ان کی اس غیر مسلم حکومت کے ساتھ) لڑنا فرض کر دیا گیا تو سوائے معدودے چند کے (جن کی گنتی اصحاب بدر کی یعنی تین سو تیرہ تھی) باقی سب پھر گئے (اور لڑنے سے انکار کر دیا) اور اللہ تعالیٰ ان نافرمانوں کے حال سے خوب باخبر تھا۔''

اہل علم کے لیے ایک نکتہ قابل غور وفکر: قوم بنی اسرائیل جو اپنے وقت کی ایک مسلم قوم تھی اپنے پیغمبر کے روبرو اس لڑائی کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے اس نے حکومت وقت کے خلاف جو شکایت کی وہ یہ نہ تھی کہ اس غیر مسلم حکومت نے ازراہ تعصب ہمیں مذہبی فرائض (نماز و روزہ) کی بجا آوری یا تورات شریف کی تلاوت اور تدریس سے روک دیا ہے بلکہ

شکایت کی تو صرف یہ کہ اس نے ہمارے مال و جان اور اولاد کے حقوق، جن کا تعلق تمام تر اس چند روزہ دنیوی زندگی کے ساتھ تھا نہ کہ روحانی زندگی کے ساتھ، وہ ہم سے چھین لیے ہیں۔ اگر ان ملکی و قومی اغراض کے ماتحت ایک مسلم قوم کا غیر مسلم قوم کے ساتھ جنگ کرنا جہاد فی سبیل اللہ کا حکم نہ رکھتا ہوتا تو ضرور ان کا پیغمبر اس کی تردید کر دیتا اور کبھی ان کی تائید اور تصدیق نہ کرتا اور نہ ہی بارگاہ الٰہی سے اس کی منظوری دی جاتی۔ پیغمبر علیہ السلام کو جو تھوڑا بہت تامل ہوا تو وہ ان لوگوں کی قابلیت جنگ پر ہوا نہ کہ اصل مسئلۂ جنگ کی ضرورت اور اہمیت پر اور نہ اس بات پر کہ اس قسم کی جنگ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے وقت کا منفرد ذریعہ نہیں ہے۔

عبرت: اس واقعہ سے ان لوگوں کو عبرت کا سبق حاصل کرنا چاہیے جو مسلمانوں کی اس قسم کی جنگ پر یورپین قومیت اور وطنیت کا الزام لگا کر اپنی اس حرکت سے نہ صرف فرزندان اسلام کے دلوں میں ولولۂ جہاد کو ٹھنڈا کرنے کا باعث بنتے ہیں بلکہ وہ حقیقت میں کفار کے سیاسی اقتدار کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور طویل العمر بناتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر ان حضرات کے نظریہ کو مشعل راہ بنایا جائے گا تو کبھی کوئی وطن جو پہلے دارالاسلام تھا پھر مسلم قوم کی شامت اعمال سے وہ کفار کے تسلط کی وجہ سے دارالکفر اور دارالحرب بن گیا تا روز قیامت دارالاسلام نہ بن سکے گا۔ کیونکہ جو بھی اس قسم کی جنگ کفار سے نجات حاصل کرنے کے لیے لڑی جائے گی اس پر جھٹ وطنیت اور قومیت کا الزام لگا کر فرزندان اسلام کی راہ میں ہزاروں رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی۔ جن سے کفار کو وہ سیاسی اور اقتصادی فوائد حاصل ہوں گے جو انہیں صدہا ہزار سپاہیوں کو میدان جنگ میں قربان کرنے اور ارب ہا روپیہ مصارف جنگ برداشت کرنے سے بھی حاصل نہ ہوں۔ ہم کشمیر میں جو جنگ لڑ رہے ہیں تو اس میں مجاہدین کی غرض یہ ہے کہ ڈوگرہ راج کا خاتمہ کیا جائے اور کشمیر اور جموں اور پونچھ کا علاقہ جو جولائی ۱۸۱۹ء سے پہلے دارالاسلام تھا پھر وہ رنجیت سنگھ کے تسلط کی وجہ سے دارالحرب بن گیا، پھر ۱۸۴۶ء میں گلاب سنگھ ڈوگرہ کے تسلط کی وجہ سے اس کی شان دارالحربیت کے اندر مزید اضافہ ہو گیا، اسے

پھر سے دارالاسلام بنا دیں اور پاکستان کے الحاق سے نہ صرف اس کی پوزیشن کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ کریں بلکہ اس کے ذریعے پاکستان، افغانستان اور عالم اسلام کے تمام ممالک کو ہندوازم اور اس کے حلیفوں کے خطرے سے بچائیں۔ ایسے نازک وقت میں اس جنگ کے خلاف آواز اٹھانا خواہ وہ کتنی ہی دھیمی ہو، بڑی بے نصیبی کی دلیل ہے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمیں خطرہ ہے کہ آسمانی عدالت ہمارے حق میں:

﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ○ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ (ھود: ۱۸، ۱۹)

کافر د جرم لگا کر ہمیں اور ہمارے فتوؤں کی پیروی کرنے والوں کو دونوں جہاں کی سعادت سے کہیں محروم نہ کر ڈالے۔ پھر سید الاولین والآخرین ﷺ کی سفارش ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ ستر مرتبہ بھی ہمیں مؤاخذۂ خداوندی سے نجات نہ دلا سکے۔

⑨ ایک مظلوم اور بے بس مسلم قوم کو ایسی حکومت کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے جو مطلقاً دہریہ ہو:

اس سے مراد وہ مسلم قوم ہے جو کسی وجہ سے ایسے کفار کی غلامی کے شکنجے میں جکڑی جا چکی ہو جو واجب الوجود کی ہستی سے قطعاً منکر اور موجودات عالم کے اندر کی ہر چیز کی تخلیق اور تعمیر اور تدبیر کو نیچر (فطرت) کا کرشمہ سمجھتے ہوں اور اپنے اعمال اور کردار کو اپنی یگانہ حاکمیت اور استبداد مطلق کے تابع رکھنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہوں۔ اگر کوئی اپنی جان کا دشمن ان کی شان الوہیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے چوں و چرا کرے تو اسے زندہ درگور کرنے، دیوار کے اندر چنوانے، نذر آتش کرنے، شیر و چیتا کے سامنے ڈلوانے اور اس کے شیر خوار بچوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کرنے سے دریغ نہ کرتے ہوں اور وہ مسلم قوم صدہا سال کی غیر اسلامی حکومت کی غلامی اور مدۃ العمر نسلاً بعد نسل اس کے جبر و تشدد کا تختۂ مشق بنے رہنے کی وجہ سے اور نیز اسکے اندر صدیوں تک کسی مامور من اللہ مصلح نہ پیدا ہونے کی بنا پر وہ اپنے تمام

اسلامی عقائد کو سوائے ایک نام ہی کے سب کچھ بھول چکی ہو اور انسانی اخلاق اور بلند پایہ اعمال سے وہ ایسی نا آشنا ہو چکی ہو کہ گائے بیل اور اس میں سیرت کے لحاظ سے کچھ فرق نہ رہا ہو۔ ایسی مظلوم اور اسلامی عقائد اور خصائل سے پرلے درجہ کی بیگانہ قوم کو خدائی کا دعویٰ کرنے والی حکومت کی غلامی اور استبداد سے نجات دلانے کی خاطر جو جنگ لڑی جائے گی وہ قرآن مجید کی زبان میں وقت کا سب سے بڑا جہاد فی سبیل اللہ کہلائے گی اور اس کے اندر لڑنے مرنے والے ان تمام نوازشات اور مبشرات کے مستحق ہوں گے جو قرآن مجید نے مجاہدین ابرار اور شہدائے صداقت شعار کے لیے مخصوص اور موعود فرمائی ہیں۔ اس کی مثال موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کے اندر آپ کو ملے گی۔ اس اجمال کی شرح اگر بیان کرنے کی جرأت کی جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ قرآن مجید سارے کا سارا یہاں درج کر دیا جائے۔ ہم اس مضمون کے پڑھنے والوں سے سفارش کرتے ہیں کہ سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ، سورۃ الاعراف، سورۃ یونس، سورۃ ہود، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ طہ، سورۃ الانبیاء، سورۃ المومنون، سورۃ الشعراء، سورۃ النمل، سورۃ القصص کا مطالعہ فرمائیں۔ مختصر قصہ یوں ہے:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی جنگ: سیدنا یوسف علیہ السلام کی فروخت اس شہر میں ہوئی جہاں ان کے چچیرے دادا بزرگوار سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ننہال تھے اور کیا عجب ہے کہ اس شاہی خاندان نے ان کو خریدا ہو جس کی چشم و چراغ ان کی چچیری دادی ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ واللہ اعلم۔

یوسف علیہ السلام نے سات سالہ عالمگیر قحط سالی کے زمانہ میں اپنے بھائیوں کو ان کی اولاد اور عزیز و اقارب سمیت مصر میں آباد کیا۔ خاندان کے کل افراد کی گنتی اس وقت ستر سے زیادہ نہ تھی۔ ایک مدت تک وہ عزت و آبرو سے بافراغ زندگی کے مالک بنے رہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کا آنکھ بند کرنا اور ادھر وہ بادشاہ جو ان کی قدر و قیمت جانتا تھا اس کا مرنا تھا کہ نئے بادشاہ نے اس غیر ملکی قوم کو اپنی سلطنت کے لیے خطرہ جان کر ان کو کمزور اور ذلیل کرنا شروع کر دیا۔

یہاں تک کہ جب رامیس دویم کا زمانہ آیا تو چونکہ وہ مطلق دہریہ، خالق کائنات کی ہستی کا منکر اور اپنی الوہیت کا داعی تھا، جابجا اسی کے بت نصب تھے۔ جن کی پرستش اس کی رعایا پر واجب تھی۔ جو منکر ہو وہ قابل گردن زدنی سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ بنی اسرائیل بھی اس بلا میں گرفتار تھے مگر پھر بھی ابراہیمی مذہب سے ان کا کچھ نہ کچھ لگاؤ تھا۔ فرعون ان کو غیر ملکی اور غیر مذہبی جان کر ان سے سخت نفرت کرتا تھا اور اپنے معتقدین سے زیادہ ان کو اپنی ذات اور اپنی سلطنت کے لیے خطرناک سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے وقت کے اس مسلم خطرے کو محو کرنے کے لیے وہ وہ تدبیریں کیں جو ہمارے اس زمانے میں ملک روس کے اندر بالشویک کو مسلم قوم کے نیست و نابود کرنے میں نہ سوجھی ہوں گی۔ ربع صدی پہلے جہاں روسی ترکستان کے اندر ساڑھے پانچ کروڑ مسلم قوم کی آبادی تھی وہاں آج اسلام کا ایک بھی نام لیوا نہیں رہا۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام بحیثیت ایک پیغمبر کے پہلی مرتبہ فرعون کے دربار میں داخل ہوئے تا کہ اس کو اور اس کی قوم کو اسلام کا پیغام پہنچا دیں اور اس سے اپنی مظلوم مسلم قوم کی آزادی کا مطالبہ کریں تو اس وقت بنی اسرائیل کی مذہبی حالت کہاں تک گر چکی تھی اس کا اندازہ اس گفتگو سے ہوسکتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان ہوئی۔ پہلی مرتبہ فرعون سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو مدنظر رکھ کر اپنے اراکین دولت کو خطاب کرتے ہوئے بولا:

۞ ﴿ فَقَالُوْا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴾ (المومنون: ٤٧)

''کیا ہم ان شخصوں پر ایمان لائیں جو ہمارے ہی جیسے آدمی ہیں؟ حالانکہ ان کی (ساری) قوم ہماری پرستار ہے۔''

پھر خاص اس مجلس کے اندر ہی بحث و مباحثہ کرتے ہوئے اس نے جو دھمکی موسیٰ علیہ السلام کی ذات خاص کو دی وہ اس مضمون کی تمام الجھنوں کے دور کرنے کے لیے کافی ہے۔ فرعون نے جب اپنے سوا ایک دوسرے معبود کا نام، جو معبود حقیقی ہے، موسیٰ علیہ السلام کی زبان پاک سے پہلی مرتبہ سنا تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور اس کے تن بدن میں وہ آگ لگی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو جیل کی

دھمکی دیے بغیر نہ رہ سکا اور برسر دربار بولا کہ اے موسیٰ! اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ تجھ کو جیل خانے میں ڈالے بغیر نہ رہوں گا۔ قرآن مجید اس مضمون کی بدیں الفاظ تصدیق کرتا ہے:

۞ ﴿لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ (الشعراء: ۲۹)

''اے موسیٰ! اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور بالضرور جیل خانہ میں ڈال دوں گا۔''

فرعون کی اس دھمکی سے ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے دربار میں پہلی مرتبہ پیغام رسالت پہنچانے کو داخل ہوئے تو اس وقت قوم بنی اسرائیل من حیث المجموع فرعون کی پرستار بنائی جا چکی تھی۔ اس بات کی مزید تصدیق و تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو فرعون کے جادوگروں اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کھلے میدان میں بصورت ایک مناظرہ کے پیش آیا تھا۔ جس میں جادوگر ہار گئے اور انہوں نے تہ دل سے موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی اور اس کی سزا میں پھانسی پر چڑھنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ مگر خود موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم میں سے اس واقعہ محیر العقول کو دیکھنے کے بعد سوائے چند نوجوانوں کے کوئی بھی ان کی پیغمبرانہ شان تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ کیونکہ فرعون کا رعب اس وقت بھی بے حد چھایا ہوا تھا۔ قرآن مجید اس واقعہ پر یوں روشنی ڈالتا ہے:

۞ ﴿ فَمَا اٰمَنَ لِمُوْسٰى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ﴾ (یونس: ۸۳)

''پس (اتنے بڑے مجمع کے اندر فرعون اور اس کے جادوگروں کی شکست فاش کا یہ محیر العقول منظر دیکھ کر) موسیٰ علیہ السلام پر خود ان کی اپنی قوم کے اندر سے سوائے معدودے چند شخصوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔ بہ سبب اس بات کے کہ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں فرعون اور خود ان کی اپنی قوم کے لیڈران کو کسی مصیبت میں مبتلا نہ کر دیں۔''

مذکورہ بالا آیت سے، نیز سورۃ الاعراف اور سورۃ القصص سے اس بات کا ناقابل انکار ثبوت ملتا ہے کہ بنی اسرائیل کے قبائل کے اکثر نمائندے قارون سمیت کہ وہ بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا حقیقی رشتہ دار تھا، تا آخر دم فرعون اور اس کی استبدادی حکومت کا دم بھرتے رہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے جب قارون ہلاک ہو گیا تب موسیٰ علیہ السلام کی طرف خصوصیت سے پلٹنے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام اور قومیت: موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں اپنی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ کے زیر سایہ پرورش پائی۔ فرعون اپنی ملکہ بیگم جو در پردہ ابراہیمی مذہب اختیار کر چکی تھی کی سفارش پر موسیٰ علیہ السلام کو اپنا متبنیٰ بنانا چاہتا تھا۔ ہوش سنبھالنے پر ان کو اپنی قوم کی مظلومیت کا حال معلوم ہوا، جس پر ان کا دل دن رات کڑھتا تھا، نجات کی کوئی راہ سمجھ میں نہ آتی تھی۔ خون جگر پی کر رہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ لوگ جب گہری نیند سو رہے تھے تو انہوں نے شاہی خاندان کے ایک شخص کو ایک اسرائیلی کے ساتھ لڑتے جھگڑتے پایا۔ بعض مفسرین کا بیان ہے کہ یہ اسرائیلی فرعون کی استبدادیت سے تنگ آ کر اپنے ابراہیمی مذہب سے برگشتہ ہو چکا تھا۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا ہم قوم سمجھ کر فریاد کی کہ وہ اسے اس قبطی سے چھڑا دیں۔ موسیٰ علیہ السلام جن کا دل اپنی قوم کی مظلومیت سے چھلنی ہو چکا تھا۔ رات کی نیند اور دن کا آرام ان پر حرام رہتا تھا، جوش انتقام میں آنکھوں میں خون اترا رہتا تھا۔ وہ اسرائیلی فرعونی مذہب اختیار کرنے کے بعد ان کی کسی ہمدردی کا مستحق نہ رہا تھا۔ مگر وہ جانتے تھے کہ میری قوم کے عقائد، اخلاق اور اعمال کے اندر جو ہمہ گیر خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں اور ابراہیمی مذہب سے ان کے اندر جو کچھ بیگانگی نظر آتی ہے اس میں ان کی قوم کا چنداں قصور نہیں ہے۔ یہ سب کچھ فرعون کی غلامی اور اس کے انتہائی استبداد کا نتیجہ ہے۔ یہ قوم کی اپنی پیدا کردہ اور خود اختیاری چیز نہیں ہے۔ ان سب خرابیوں کی قوم ذمہ دار نہیں ہے۔ اس کا ذمہ دار ہے تو فقط فرعون اور اس کی جابرانہ حکومت۔

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے چار صدیوں سے ان کی قوم غلامی کی زندگی بسر کر رہی تھی اور اس قوم میں کوئی ایسا ریفارمر (مصلح) بھی پیدا نہ ہوا تھا جو انہیں ابراہیمی مذہب کی طرف متوجہ

کرنے کی کماحقہ جرأت کرسکتا۔ بہرحال موسیٰ علیہ السلام کو اس اسرائیلی کی فریاد پر باوجود اس کی سب خرابیوں کے قومی غیرت نے اس طرح جھنجھوڑا کہ انہوں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، اسے اس زور سے مکا مارا کہ وہیں دم بخود ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور سمجھے کہ قبطی سزا کا ضرور مستحق تھا مگر اتنی زیادہ کا نہیں کا کہ وہ مر جاتا۔ اس پر بارگاہ لم یزل میں توبہ کی اور وعدہ کیا کہ پھر کبھی ایسے شخص کی حمایت نہ کروں گا جو ابراہیمی مذہب سے روگردان ہو کر آسمانی عدالت کے نزدیک مجرم بن چکا ہو۔ اگرچہ وہ حسب ونسب کے لحاظ سے ان کا کتنا ہی نزدیکی رشتہ دار ہو۔ اپنے وعدہ محکم کے بعد جب دوسرے روز اسی اسرائیلی بھائی کو جس کی حمایت میں گزشتہ روز قبطی کو مار ڈالا تھا، ایک دوسرے قبطی کے ساتھ آپ نے لڑتے، جھگڑتے پایا تو اس نے اس امید پر کہ کل کی طرح آپ آج بھی میری مدد کریں گے آپ سے فریاد کی۔ آپ نے بظاہر تو اسرائیلی بھائی کو ملامت کی مگر اپنی قوم کی چار صد سالہ زہرہ گداز مصائب کے زیر اثر آپ کا دل ایسا زخم خوردہ اور پاش پاش ہو چکا تھا کہ اسی جوش میں آپ کو کل کے تمام وعدے جو خداوند تعالیٰ سے کیے تھے، نسیاً منسیاً ہو گئے اور ارادہ کیا کہ اس قبطی کو بھی مار ڈالوں۔ لیکن اس ملامت سے جو آپ نے اسرائیلی کو کی تھی وہ یہ سمجھا کہ یہ مکا مجھ پر پڑنے والا ہے۔ وہ چلا اٹھا کہ مجھ کو بھی تو اسی طرح جان سے مارنا چاہتا ہے جس طرح کہ تو نے کل ایک قبطی مار ڈالا تھا۔ اس پر کل کے واقعہ کا راز طشت از بام ہو گیا اور دربار فرعون میں بالاتفاق موسیٰ علیہ السلام کو جان سے مارنے کا فیصلہ ہو گیا۔ وہ اپنے ایک ہمدرد مسلم قبطی کی خبر سے مصر سے نکل کر مدین کی طرف بھاگ نکلے۔ یہ قصہ تفصیل کے ساتھ سورۃ القصص کے اندر مذکور ہے۔ ہم ان میں سے اتنے حصہ پر جن کا تعلق مسلم قومیت سے ہے قرآن کے اپنے الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں تاکہ وہ مذہبی پیشوا اور روحانی مشائخ جن کو قومیت کے نام سے چڑ ہے اور وہ ہر جہاد فی سبیل اللہ پر، جو قومی اور ملی اغراض کے تحت کفار سے کیا جاتا ہے قومیت کا الزام لگا کر اس کے وزن کو فرزندان اسلام کی نظر میں ہلکا کر کے جہاد کی ہر مقدس تحریک کو ناکام بنانے کا دیدہ دانستہ یا غیر شعوری طور پر

باعث بنتے ہیں:

۞ ﴿ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهُ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ○ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِىْ اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ ○ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴾

(القصص : ۱۵تا۱۹)

''اور موسیٰ علیہ السلام ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے جب لوگ گھروں میں بے خبر سوئے پڑے تھے۔ تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں جن سے ایک تو آپ کی اپنی قوم بنی اسرائیل کا تھا اس نے اس شخص کے مقابلہ میں جو ان کی دشمن قوم سے تھا موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی اور مدد مانگی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس فرعونی کو مکا مارا اور اس کا کام وہیں تمام کر دیا۔ اس پر آپ بولے یہ اچھا کام نہیں ہوا، بے شک شیطان (انسان کا) کھلم کھلا دشمن اور غلطی میں ڈالنے والا ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرتے ہوئے بولے کہ) اے میرے پروردگار! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے تو مجھ کو معاف کر دے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی غلطی کو معاف کر دیا کیونکہ وہ بڑا ہی غفور و رحیم ہے۔ (اس پر موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اس نوازش سے اس قدر متاثر ہوئے

کہ اپنے پروردگار سے وعدہ کیا) کہ اے میرے پروردگار! جیسا تو نے (اس غلطی کے معاف کر دینے سے) مجھ پر احسان کیا ہے، میں آئندہ ہرگز مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔ (رات خیریت سے گزری) اگلے روز علی الصبح ڈرتے ڈرتے شہر میں گئے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے تو دیکھا وہی شخص جس نے آپ سے کل مدد مانگی تھی آج پھر ان کو پکار رہا ہے۔ اس کی پکار سن کر موسیٰ علیہ السلام نے اس (قبطی) کو جو ان کا اور ان سے فریاد کرنے والے اسرائیلی دونوں کا دشمن تھا پکڑنا چاہا تو اسرائیلی کو شبہ ہوا کہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں۔ تو وہ چلا اٹھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! کیا تو میری بھی اسی طرح جان لینا چاہتا ہے جیسے کل تو نے ایک شخص کی لی تھی؟ (معلوم ہوتا ہے کہ) تو یہ چاہتا ہے کہ ملک میں سینہ زوری کرتا پھرے اور بھلے مانسوں کی طرح نہ رہے۔''*

مسلم قوم اور اس کے لیڈروں کے لیے درس عبرت

اگر یہ کہا جائے کہ قومی غیرت اور حمیت کے جن مظاہرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان کا تعلق سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اس زندگی سے ہے جو قبل از نبوت تھی، اس لیے وہ ہمارے لیے مشعل راہ نہیں بن سکتے تو ہم کہتے ہیں کہ:

① چونکہ انبیاء علیہم السلام پیدا ہوتے ہی خیر اور رشد پر محمول ہوتے ہیں، ان سے قبل زمانۂ نبوت بھی

---

* (۱) بعض مفسرین نے مجرمین سے مراد وہ اسرائیلی لیے ہیں جو فرعون کا پرستار بن جانے سے ابراہیمی مذہب سے بیگانہ ہو چکے تھے۔

(۲) تمام مفسرین نے ''ھما''، ضمیر مجرد صیغہ تثنیہ مذکر غائب کا مرجع موسیٰ علیہ السلام اور اس فریادی اسرائیلی کو قرار دیکر ''عدو'' سے مراد اس قبطی کو لیا ہے جو اس اسرائیلی سے جھگڑ رہا تھا۔ جس کی فریاد رسی کا حق موسیٰ علیہ السلام نے ادا کیا تھا۔ (تفسیر ابن عباس ص: ۳۰۴، ابن کثیر ص: ۳۸۳ جلد سوم) خازن نے اس موقع پر یہ بھی لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس دوسرے موقع پر بھی جو قبطی پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا وہ محض ان کی قومی غیرت اور ہمدردی کی رو سے تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: (وَذٰلِكَ اَنَّ مُوْسىٰ اَخَذَتْهُ الْغَيْرَةُ وَالرِّقَّةُ لِاِسْرَائِيْلَ فَمَدَّ يَدَهُ لِيَبْطِشَ بِالْقِبْطِيِّ) (ص: ۱۳۹، جلد ۵)

کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی جو مزاج اسلام کے خلاف موجب عتاب الٰہی ہو۔

② یہ کہ مظاہرات مذکورہ بالا کو اگر ہم آیت ذیل:

﴿ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (القصص : ١٤)

''اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچے اور پورے توانا و چاک و چوبند ہو گئے تو ہم نے ان کو فہم سلیم اور دانش عطا فرمائی اور ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

کی روشنی میں دیکھیں جس کے معاً بعد موسیٰ علیہ السلام کی قومی غیرت اور حمیت کے ان واقعات کا ذکر ہوا ہے تو ہر قسم کا تردد رفع ہو جاتا ہے اور اس بات کے تسلیم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں کہ یہ واقعات اگرچہ زمانۂ نبوت سے پہلے کے ہیں مگر پھر بھی پوری دانشمندی اور حکمت و صحیح وجدان قلبی کا نتیجہ ہیں نہ کہ جوانی کے خمار اور اندھے جوش کا (حاشا وکلا)۔

آپ کی نبوت کی زندگی کے واقعات پر نظر ڈالی جائے تو اس مضمون کی تائید میں ہمیں بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ جیسے:

۞ ﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ لِمَ تُؤْذُوْنَنِىْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ﴾ (الصف : ٥)

''اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم مجھ کو کیوں تکلیف دیتے ہو جبکہ تم کو علم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا تمہاری طرف رسول ہوں۔''

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى ﴾ (الاحزاب : ٦٩)

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیفیں دیں۔''

آپ نے تادم واپسیں اپنی نہایت نالائق و ناسپاس قوم کا ساتھ دیا، ہر حال میں شریک غم

رہے۔ آپ کی طرف سے احسان اور قوم کی طرف سے ناشکری اور ایذا رسانی کے باوجود نہ صرف اپنی قوم کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی بلکہ فرعون اور اس کی ساری عسکری قوت کو غرقِ آب کر کے اسے ان کے تمام تخت و بخت، خزائن اور دفائن کا مالک بنا دیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۞ ﴿ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ○ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ ﴾ (الشعراء: ۵۷۔۵۹)

''بالآخر ہم نے انہیں باغات سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور اچھے اچھے مقامات سے نکال باہر کیا۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔''

آپ علیہ السلام نے جب تک اپنی مظلوم برائے نام مسلم قوم کو فرعون کی غلامی سے نجات نہ دلائی قوم کی کسی اندرونی اصلاحی تحریک پر ہمہ تن ہو کر توجہ نہ فرمائی۔ اگر فرمائی ہوتی تو یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ قوم کو آزادی دلانے کے بعد جب بارگاہ الٰہی سے کوہ طور پر زندگی کا دستور العمل یعنی تورات لانے کے لیے تشریف لے گئے تو ہنوز وہاں نہ پہنچنے پائے تھے کہ قوم نے آپ کے پیچھے سامری خبیث کے کہنے پر گئو سالہ پرستی شروع کر دی حالانکہ ان کے درمیان ہادیٔ برحق ہارون علیہ السلام موجود تھے۔ مگر قوم نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی اور مرنے مارنے پر اتر آئی۔ اس سے کچھ روز پہلے بحیرۂ قلزم کو عبور کرنے کے بعد وہ زیادہ دور نہ جانے پائے تھے کہ ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بت پرستی میں ہمہ تن مشغول تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرعون کے زیر سایہ اپنے ابراہیمی مذہب سے اس قدر بیگانہ اور بت پرستی سے کچھ ایسے مانوس ہو چکے تھے کہ اس قوم کو بت پرستی میں مشغول دیکھتے ہی پس و پیش کیے بغیر فوراً موسیٰ علیہ السلام سے بولے کہ ہمارے لیے بھی بت بہم پہنچا دے جیسے اس قوم کے پاس ہیں تاکہ ہم بھی بت پرستی کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور اللہ تعالیٰ کی ان سب نعمتوں کو ایک ایک کر کے یاد دلایا جن کا ذکر قرآن مجید

میں اس واقعہ سے کچھ پہلے ہوا ہے۔ برسوں کی قحط سالی کا عذاب، پیلوٹھی کے نرینہ بچوں کا مرنا، بادوباراں کے طوفان، ٹڈیوں کے لشکروں کے لشکر آنا اور تمام سبزیوں اور کھیتوں کا تباہ ہو جانا، جوؤں کا بدنوں میں بطریق وبا پیدا ہونا، مینڈکوں کا گھر گھر میں گھس جانا، پانیوں کا لہو بن جانا۔ یہ سب عذاب یکے بعد دیگرے فرعون اور اس کی قوم پر تو پوری قوت کے ساتھ اثر انداز ہوتے رہے اور ان کے لیے جینا دوبھر کر دیا مگر بنی اسرائیل ان سب سے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے محفوظ رہے۔ حالانکہ وہ بھی انہی بستیوں اور شہروں میں رہتے تھے جہاں قبطی رہتے تھے۔ قبطیوں کا کوئی گھر اسرائیلی نوکروں چاکروں سے خالی نہ تھا۔ ادنیٰ خدمات کی بجا آوری اسرائیلیوں کے ذمہ تھی جیسے ہندوستان میں یہ خدمتیں شودروں اور اچھوتوں کے ہاتھ سے انجام پائی جاتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسرائیلی فرعون کے زمانے میں وہاں کے اچھوت اور شودر تھے۔ غرض اسرائیلی باوجود اپنی بداخلاقیوں اور مشرکانہ عقائد اور اعمال کے اپنے نبی کی برکت سے ہر مصیبت سے محفوظ اور مامون رہے۔ بحیرۂ قلزم سے صحیح سلامت باہر نکل جانا اور فرعون اور اس کی عسکری قوت کا دریا برد ہو جانا اور فرعونیوں کے خزائن اور دفائن کا مالک بنایا جانا یہ سب موسیٰ علیہ السلام کے احسانات میں سے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں جن کے وہ معجزے دیکھ چکے تھے، اسرائیلیوں کا بت پرستی کی طرف نہ صرف میلان کرنا بلکہ ان ہی کو بت بہم پہنچانے کی درخواست کرنا نہایت ہی تعجب خیز ہے۔ قرآن مجید نے اس واقعہ پر یوں روشنی ڈالی ہے:

۞ ﴿ وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّھُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَا اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ ○ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ وَبَاطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰھًا وَّھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ ﴾

(الاعراف : ۱۳۸تا۱۴۰)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرا دیا تو ان کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو بت پرستی پر جمے بیٹھے تھے۔ (ان کو دیکھ کر وہ اپنے نبی سے) بولے کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دے جیسا کہ ان بت پرستوں کے پاس معبود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام (ڈانٹ کر) بولے کہ تم لوگ بڑے ہی جاہل احمق ہو۔ یہ بت پرست لوگ تو جس دین پر ہیں وہ (عنقریب) تباہ ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سب لغو ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا (کیا یہ ممکن ہے کہ) میں اللہ (وحدہ لاشریک لہ) کو چھوڑ کر تمہارے لیے دوسرے معبود بناؤں؟ حالانکہ اس نے تم لوگوں کو سارے اہل جہان پر فضیلت بخشی ہے۔''

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ابراہیمی دین سے بہت ہی نا آشنا ہو چکے تھے اور بت پرستی کا زہر ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکا تھا ورنہ اتنی جلدی وہ بحیرۂ قلزم کی پند ونصائح کو نہ بھول جاتے جو انہیں موسیٰ علیہ السلام نے بت پرستی سے متنفر رہنے کے بارے میں دی تھیں۔ طور سینا پر جاتے وقت ان کے نقش قدم بھی میلے نہ ہونے پائے تھے کہ پیچھے نبی برحق ہارون علیہ السلام کی موجودگی میں شیطان سیرت سامری کے معمولی اشارہ پر انہوں نے گئو سالہ پرستی شروع کر دی۔ جب ہارون علیہ السلام نے ان کو روکنا چاہا تو بالاتفاق وہ ان کی جان لینے پر آمادہ ہو گئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں (سورۃ الاعراف کا اٹھارواں رکوع اور سورۃ طہ کا چوتھا رکوع اور سورۃ البقرہ کا چھٹا رکوع)۔

بہرحال ان واقعات کے اندر اس بات کے باور کرنے کے کافی شواہد ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قوم کی اندرونی اصلاح کے لیے بہت ہی کم موقع ملا۔ آپ کا بیشتر وقت فرعون کے ساتھ جنگ و جدال میں گزرتا رہا۔ اور آپ کو اپنا مشن سنبھالتے ہی اس بات کا یقین ہو گیا کہ بنی اسرائیل کے عقائد اور اخلاق کے اندر جس قدر خرابیاں پیدا ہو گئیں ہیں وہ ان کی پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ ان پر حکومت کفار نے اپنے سیاسی اغراض کے تحت جبراً اور قہراً ٹھونسی ہیں اور یہ سب

غیر مسلم قوم کی صدہا سال کی غلامی کا نتیجہ ہیں اور آپ کو اس بات کا بھی ساتھ ہی یقین تھا کہ غلامی کے دور میں کوئی اچھی سے اچھی اصلاحی سکیم نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکے گی۔ اس لیے آپ نے اپنا سارا وقت اور ساری قوت غلامی کی زنجیروں کے توڑنے پر وقف کر دی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ نے دین ابراہیمی کی طرف قوم کی توجہ نہ دلائی ہو۔ ضرور دلائی ہے لیکن پیش نظر ہمیشہ قوم کی آزادی کا مسئلہ مقدم رہا۔ اگر آپ حضرات اس سوال پر توجہ فرمائیں گے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مدین کے آٹھ سالہ قیام کے بعد مصر کی طرف مراجعت کے دوران نبوت و رسالت کی عزت سے سرفراز کیا گیا تو کیوں تورات شریف ان پر اسی وقت نازل نہ کی گئی؟ اور اس کے نازل کرنے میں اس وقت تک کا کیوں انتظار کروایا گیا جب دشمن سمندر میں غرق ہوا اور بنی اسرائیل کو کامل حریت کی نعمت سے سرفراز ہو کر کوہ سینا کے دشت و بیابان میں آزادی کا سانس نصیب ہوا؟ اس تعطل اور توقف کا سبب اگر ہوسکتا ہے تو فقط یہ کہ کفار کے زیر سایہ اسلامی قانون جاری نہیں ہوسکتا۔ اسلام اپنے قانون کی تنفید کے لیے ایک مستقل وطن اور کامل آزادی کا مطالبہ کرتا ہے۔ ایک ملک میں بیک وقت دو قانون نہیں چل سکتے۔ دارالکفر کے اندر بسنے والے مسلمان اسلامی قانون کا وہی حصہ جاری کر سکتے ہیں جو کفار کی حکومت اور اس کے قانون کا مؤید ہو یا اگر مؤید نہ ہو تو مخالف بھی نہ ہو۔ پہلے کی مثال ہمارے ملک میں جب برطانیہ کا راج تھا، گاؤکشی ہے۔ چونکہ انگریزی حکومت کو اپنی سپاہ کے واسطے گائے کا گوشت بہم پہنچانا اشد ضروری تھا اور مسلمان کے ہاں گائے کا گوشت اور بقرعید کے روز اس کی قربانی ضروری ہے اس لیے گائے کا ذبیحہ ملک میں جاری تھا۔ دوسری بات کی مثال نماز، روزہ اور اذان ہے۔ ان چیزوں سے انگریزی قانون متصادم نہیں تھا اس لیے مسلم قوم ان مذہبی امور کی پابندی کر سکتی تھی۔ مگر کفار کو جزیہ نہ دینا بلکہ ان سے جزیہ وصول کرنا اور نکاح اور وراثت کے معاملات کو اسلامی قاضی اور مسلمان حاکم کے ذریعہ انجام دینا، دلوانا، مسلمانوں کے لیے اسلام کے دیوانی اور فوجداری قانون کا اجراء قطعاً ممنوع تھا۔ یہ کیوں؟ محض اس لیے کہ اسلامی قانون کی یہ

باتیں برطانوی قانون کی صریحاً ضد پر واقع ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے کسی شخص کے کسی حکم کی پیروی کرنا دوسرے شخص کی اجازت پر موقوف ہو تو یہ حقیقت میں اجازت دینے والے کی اطاعت ہے نہ کہ اصل آمر کی۔ اسلام اس قسم کی اطاعت سے اپنے حلقہ بگوشوں کو مندرجہ ذیل فرامین کے تحت سختی سے منع کرتا ہے:

۞ ﴿اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ﴾ (الاعراف : ۳)

''لوگو! جو قانون تمہارے اوپر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے تم (فقط اسی کی پیروی کرو) اور اللہ کے سوا دوسرے کارسازوں (قانون سازوں) کی پیروی مت کرو۔''

۞ ﴿ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴾ (الانعام : ۱۲۱)

''اور اگر تم نے ان کی یعنی کفار و مشرکین کی اطاعت کی اور ان کی محکومی اختیار کر لی تو تم مشرک بن جاؤ گے۔''

۞ ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر : ۲، ۳)

''آپ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص عبادت کرنا ہے۔''

خلاصۂ تحریر

اس لمبے چوڑے بیان سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

① سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی تمام خامیوں اور خرابیوں کا منفرد سبب غیر مسلم حکومت کی غلامی کو قرار دیا۔

② انہوں نے قوم کے اندر اصلاحی تحریکات جاری کرنے کی جگہ غلامی کی زنجیریں کاٹنے اور

اسے کامل حریت سے سرفراز کرنے کے کام کو سب کاموں پر مقدم اور ضروری قرار دیا۔

③ قوم کی اندرونی اصلاح پر ہمہ تن توجہ اس وقت مبذول فرمائی جب قوم کو کامل آزادی کا سانس لینا نصیب ہوا۔

④ فسق و فجور اور بدعملی کی مجسمہ قوم بنی اسرائیل کا آخر دم تک نہ تو ساتھ چھوڑا اور نہ ہی ان سے کٹ کر کوئی علیحدہ جماعت بنائی۔ اپنے ہر احسان کے مقابلے میں قوم کی ہر بدی اور دل آزاری پر صبر کیا۔ ایک مرتبہ جب قوم کو ارض مقدس کو فتح کرنے پر آمادہ کرنا چاہا اور قوم نے انکار کر دیا تو اس پر آپ نے اس نالائق قوم سے جدا ہونے کے لیے بارگاہ الٰہ میں درخواست کی جو بالکل نامنظور ہوئی۔ بلکہ آپ کی خواہش کے برخلاف یہ حکم ملا کہ ارض مقدس کا فاتحانہ صورت میں منہ دیکھنا اس قوم پر ان کی سرکشی اور حکم عدولی کی بنا پر چالیس سال حرام کر دیا گیا ہے۔ یہ لوگ کوہ سینا کے دشت و بیاباں میں چالیس سال تک بدویوں کی سی پریشان زندگی بسر کریں گے۔ ان ہی نالائقوں کے ساتھ آپ کو نباہ کرنا ہوگا۔ قرآن مجید نے اس واقعہ پر بدیں الفاظ روشنی ڈالی ہے:

۞ ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَا اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَ اَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ○ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیۡهِمۡ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً یَتِیۡهُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴾ (المائدۃ: ۲۵، ۲۶)

''(ہر چند موسیٰ علیہ السلام نے آزادی دلانے کے بعد اپنی قوم کو عمالقہ سے جنگ کرنے اور ارض مقدس پر قبضہ کرنے پر آمادہ کیا مگر ان کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ جب قوم کی طرف سے ناامید ہو گئے تو آپ نے نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اللہ کی جناب میں دعا کی اور) کہا اے میرے پروردگار! اپنی ذات خاص اور اپنے بھائی (ہارون) کے سوا اور کوئی شخص میرے بس کا نہیں۔ پس تو (مہربانی کر کے) ہمارے اور اس فاسق قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔ (اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو شرف قبولیت نہ بخشا

بلکہ) فرمایا کہ ارض مقدس کی زمین چالس برس تک ان کو نصیب نہ ہوگی۔ (اور تم دونوں بھائیوں کو اسی نالائق قوم کے ساتھ رہنا ہوگا) اور تو اس نالائق فاسق قوم کے حال پر افسوس نہ کر (ان کی اولاد سے آئندہ اچھے لوگ پیدا ہوں گے، جو تیرے پروگرام کی تکمیل کریں گے)۔''*

⑤ غلام قوم کی ذہنیت درست کرنے اور غلامی کے جراثیم اس کے رگ وریشہ سے محو کرنے کے لے کم از کم چالیس برس کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ وہ بھی اس شرط پر کہ قوم کو موسیٰ علیہ السلام جیسے نہایت باخدا اور بلند اخلاق بزرگ کی صحبت نصیب ہو۔ ساتھ ہی قوم کو یاغستان جیسے آزاد وطن کی ہوا نصیب ہو۔ جب قوم عقائد، اخلاق، اعمال کی رو سے انتہائی پستی کو پہنچ چکی ہو اور لیڈر بھی اس کے ایسے ہی ہوں جو فسق وفجور میں اس سے بڑھے ہوئے ہوں تو پھر اصلاح کی کیا طمع ہوسکتی ہے؟ تو ایسے حالات میں روحانی پیشواؤں کے فرائض بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ نہایت تدبر اور محنت سے اصلاحی تحریک کو اس صورت میں شروع کرنا چاہیے کہ ان کے اور عوام کے یا ان کے اور برسراقتدار لیڈروں کے درمیان تصادم نہ ہونے پائے۔

⑥ قوم کی طرف سے سراسر بدسلوکی واحسان فراموشی اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہر بدی کے بدلے احسان اور نیکی، موجودہ مسلم قوم کے لیڈروں کو جس مسلک کی طرف راہنمائی کرتی ہے، وہ بین ہے۔ تکرار کی حاجت نہیں۔

مسلک موسوی کی تقلید: ہمارے مذہبی اور سیاسی لیڈروں پر اس مسلک کی جس پر چل کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مظلوم مسلم قوم کو مصر میں چار سو تیس سال کی غلامانہ زندگی بسر کرنے کے بعد

* ہارون علیہ السلام اسی سرگردانی کے زمانہ میں خورا پہاڑ پر فوت ہوئے۔ اس کے بعد جب قوم موآب کے زرخیز علاقہ میں خیمہ زن تھی اور چاہتی تھی کہ دریائے اردن کو عبور کر کے کنعان میں داخل ہو کہ ناگہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغام موت آیا اور اپنی قوم کو یوشع علیہ السلام کے حوالے کر کے اسی زمین میں مدفون ہوئے۔ انہوں نے اپنی مدت العمر دنیا کی نہایت جاہل، اکھڑ اور موذی، ناشکرگزار قوم کے ساتھ نباہ دی۔
(اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُوْسٰی وَھَارُوْنَ)

آزادی دلائی تھی، کی تقلید از روئے فرمان مندرجہ ذیل واجب ہے:

۞ ﴿ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ ﴾ (الانعام : ۹۰)

''(ان سترہ پیغمبروں کی جن کا اوپر ذکر ہوا) ان سب کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست ہدایت کی تھی (اے محمد ﷺ!) تو ان سب کی ہدایت کی اقتداء کر۔''

① مثلاً بادشاہ مع تمام رعایا کے کافر ہو۔ اس کے اندر ایک ہی فرد مسلمان ہو۔ حکومت اور ملت دونوں مل کر اس موحد کو برگشتہ کرنا چاہیں اور موت کی بھی دھمکی دیں تو اس وقت اسوۂ ابراہیمی کی تقلید اس پر واجب ہے۔

② اگر کسی بوڑھے باپ کا اکلوتا بیٹا ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کے اندر اسے قربان کرنا پڑے تو باپ کو ابراہیمی اسوہ کی اور نوجوان بیٹے کو اسماعیلی اسوہ کی تقلید واجب ہے۔

③ تبلیغ اسلام کے اندر مدتوں مصائب جھیلنے اور ہمت نہ ہارنے میں مسلم مبلغین کے لیے نوح علیہ السلام کے نمونہ کی پیروی واجب ہے۔

④ اگر امت محمدی میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ شاہانہ اقتدار کا مالک بنا دے تو اس پر واجب ہے کہ سیدنا داؤد اور سیدنا سلیمان علیہما السلام کی زندگیوں کو اپنے لیے مشعل راہ بنائے اور ان کے طرز عمل سے عبرت حاصل کرے کہ کس طرح اللہ نے ان کو روئے زمین کی قوتوں کا مالک بنایا تھا، پھر بھی وہ نہ اترائے، انہوں نے ان تمام قوتوں کو بجائے اپنی ذاتی تعمیر اور شخصی سربلندی کے اندر استعمال کرنے کے بنی نوع انسان کی خدمت میں عدل و انصاف کے قائم کرنے اور ظلم و فساد کے محو کرنے میں استعمال کیا تھا۔

⑤ خدانخواستہ کوئی اللہ کا بندہ عوارض بدنی کے اندر گرفتار ہو جائے حتیٰ کہ گھر کے لوگ بھی اس سے بیزار ہو جائیں تو ان حالات کے اندر سیدنا ایوب علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کی تقلید واجب ہے۔

⑥ اگر کوئی شخص بھرپور جوانی کی حالت میں خود نما عورتوں کے پھندے میں پھنس جائے تو اپنے جذبات پر قابو پانے کے لیے سیدنا یوسف علیہ السلام کے نمونۂ حیات کو اپنا راہ نما بنائے۔

⑦ اگر کوئی مسلم قوم کفار کی غلامی میں گرفتار ہو جائے تو اس کے مذہبی اور سیاسی لیڈروں پر واجب ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مسلک کی پیروی کریں۔ قوم کے اندر جتنی روحانی اور اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو چکی ہوں ان سب کو غیر مسلم قوم کی غلامی کا نتیجہ قرار دیا جانا چاہیے اور بجائے اس کے کہ اپنی نہایت مظلوم اور بے بس قوم پر نکتہ چینی کریں اور اصلاحی سکیمیں سوچیں، چاہیے کہ اپنی پوری قوت غلامی سے نجات دلانے کے یگانہ مسئلہ پر وقف کر دیں اور جب تک غلامی کا خاتمہ نہ کر لیں کسی اصلاحی سکیم پر ہمہ تن مشغول نہ ہوں۔ اگر وہ اندرونی اصلاح کے مسائل کو مقدم اور آزادی کے مسائل کو مؤخر کریں گے تو غلامی کی زنجیریں زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوتی جائیں گی اور کفر کے زیر سایہ کوئی اصلاحی سکیم بار آور نہ ہو سکے گی۔ اپنی محنتوں کے برباد اور بے نتیجہ ثابت ہونے پر خون جگر پینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ اگر تبلیغ و تعلیم ہو تو وہ بھی جہاد آزادی کے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہو۔

زراعت ہو، تجارت ہو، شادی بیاہ ہو، غرض ہر کام سے یہی اور فقط یہی ایک چیز مطلوب ہو کہ جہاد آزادی کے واسطے مالی امداد بہم پہنچائے، اولاد پیدا کر کے جہاد کے واسطے ریکروٹنگ کی کمی کو پورا کیا جائے اور اس طریقہ سے جو لوگ میدان جنگ میں شہید ہو جائیں ان کی جگہ کو پر کرایا جائے، نہ یہ کہ کفار کی نوکری چاکری کو ذریعہ معاش بنا کر آزادی جیسے اہم مسئلہ سے بے پرواہ ہو کر حیوانوں کی طرح کفر کے زیر سایہ زندگی بسر کی جائے۔ وطن کو دارالامن قرار دے کر غیر مسلم حکومت کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی وفاداری میں ایک دوسرے پر مسابقت حاصل کرنے میں اپنی عمر کو تباہ کیا جائے اور جب بامتثال مسلک موسوی قوم کو کفر کے اقتدار سے آزادی دلا لیں تو اس وقت قوم کے مذہبی اور سیاسی لیڈر ہمہ تن قوم کی اندرونی خامیوں کے دور کرنے اور مسلم حکومت کو زیادہ سے زیادہ پائیدار بنانے پر وقف کر دیں، اتنی قوت پیدا کریں کہ کفار کا ہر فرد ساتویں کوٹھڑی کے اندر اسلام کے دبدبے سے ہر وقت لرزہ براندام رہے۔

یہ ہیں وہ سبق جو ہمیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے حاصل ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی قوم کو پورے چار سو تیس سال کی غلامی سے نجات دلائی تھی اور ہر احسان کے عوض میں قوم کی طرف سے ہمیشہ آپ کی دل آزاری اور ایذاء رسانی ہوتی رہی مگر انہوں نے آخر وقت تک صبر و ثبات سے کام لیا اور ان کا حسن سلوک برابر بڑھتا رہا، تادم واپسیں اس کے اندر فرق نہ آنے پایا۔ سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهَارُوْنَ۔

دردمندانہ اپیل: ہم ان سات وجوہات مشروعیت و وجوب جہاد کشمیر پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد حکومت پاکستان کے اراکین باتمکین اور پاکستان کے اندر بسنے والی تمام مسلم جماعتوں، مذہبی پیشواؤں اور سیاسی لیڈروں کو اور سرحد آزاد کے مذہبی اور روحانی پیشواؤں کو خاص کر وزیرستان کے لیڈر حاجی الحرمین الشریفین مرزا علی خاں المعروف بہ فقیر صاحب ایپی کو اور آفریدستان کے حامیان تحریک پٹھانستان اور حکومت افغانستان کی غیور پبلک کو درخواست کرتے ہیں کہ کیا وہ از راہ انصاف اور شریعت پروری ہمیں بتا سکتے ہیں کہ وہ سات وجوہات جن میں سے ہر ایک وجہ کے پیدا ہو جانے سے جہاد اور قتال واجب ہو جاتا ہے، وہ کون سی وجہ ہے جو جہاد کشمیر کے اندر نہ پائی جاتی ہو؟ پس جب ثابت ہو گیا کہ جہاد کشمیر ان ساتوں وجوہات کا جامع ہے تو اس جہاد کے فی زمانہ ہذا افضل ترین جہاد ہونے میں کیسے شبہ کیا جا سکتا ہے؟ اور جو لوگ مال و جان سے اس میں شریک ہیں اور جو خوش قسمت اس کے اندر کفار کے ہاتھ سے مارے جاتے ہیں، ان کے افضل ترین مجاہدین اور افضل ترین شہداء ہونے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے؟

پس جب یہ حال ہے تو ہم افغانستان، اس کی پبلک، آزاد قبائل، خاص کر پاکستان کے نوجوان طبقہ کو دردِ دل سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جہاد کشمیر کو کامیاب بنانے میں اپنی پوری قوت سے حصہ لے کر اپنے لیے سعادت دارین کے خزانے جمع کر لیں۔ ایسا وقت پھر ان کو شاید ہی ملے اور اپنے وطن کے سرمایہ داروں کو ترغیب دیتے ہیں کہ جو کچھ ان کے پاس اس وقت ہے وہ

سب کا سب اس جہاد پر خرچ کر کے اپنی آنے والی نسلوں کو، اپنے گھروں کو، اپنے ملک کو، تمام عالم اسلام کو ہندوازم کے مہیب خطرے سے بچا لیں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ ان کا مال و دولت سب کا سب کفار کے ہاتھ میں اسی طرح نہ چلا جائے جیسا کہ سلطنت بخارا کے صدیوں کے خزانے بالشویکوں کے ہاتھ میں چلے گئے تھے۔ انور پاشا ترکستان (بخارا، خیوہ، فرغانہ) کے ساڑھے پانچ کروڑ مسلمانوں کی جان و مال کو اور ان کے ملک کو بالشویکی سیلاب سے بچانے کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بجالا رہے تھے، اہل بخارا نے عین ضرورت کے وقت ان کی مالی امداد سے ہاتھ بند کر لیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ بخارا کو اپنی بیوی بچوں کو کفار کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ وہ کابل میں پہنچے۔ ان کا سات پشتوں کا خزانہ بالشویکوں کے ہاتھ آیا۔ جس کے بل بوتے پر انہوں نے اپنے وجود کو نہ صرف تمام عالم اسلام کے لیے خطرہ ثابت کیا بلکہ گزشتہ جنگ میں جرمن کے تمام اخراجات کی کفالت کر کے دنیا کی سب سے بڑی طاقت ثابت کر دکھایا۔

بالشویکوں کے ہاتھ سے ترکستان کے ہزار ہا مسلمانوں کو گرد و نواح کے ممالک میں جان بچانے کا تو موقع مل گیا تھا مگر پاکستان کے مسلمانوں کو کہیں بھی جائے پناہ نہیں۔ اگر ہندوازم کے خطرے کے انسداد کے لیے انہوں نے کافی مالی قربانیاں نہ دیں تو ان کے بخل کی وجہ سے پاکستان کے تمام مسلمانوں کو اسلام سے مرتد ہو کر ہندو مذہب قبول کرنے کے سوا چارہ نہ رہے گا۔ ان کو چاہیے کہ وہ اپنے ان مسلم بھائیوں کے حال سے عبرت پکڑیں جو اس وقت ہندوستان کے اندر آباد ہیں۔ ہر روز ہزاروں مارے جا رہے ہیں اور لاکھوں اسلام سے برگشتہ ہونے اور ویدک تہذیب قبول کرنے پر مجبور کیے جا رہے ہیں۔ ہزاروں عورتیں اور معصوم بچے (مسلم قوم کے) ہندو مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیے گئے اور کیے جا رہے ہیں۔ محض مسلم ہونے کی بنا پر مال و املاک سے بے دخل کر کے جیلوں میں ڈالے جا رہے ہیں۔

پس جب حال یہ ہے تو ان کو چاہیے کہ پیشتر اس کے کہ ان کی غفلت شعاری کی وجہ سے ان

پر ہندو قوم کی طرف سے ایسا خطرہ پیش ہو، ان کو پہلے سے اس خطرہ کی مدافعت کے لیے ہمہ تن تیار ہو جانا چاہیے اور ان علمائے کرام اور لیڈروں کی بات پر ہرگز کان نہیں لگانا چاہیے جو جہاد فی سبیل اللہ کی شمولیت کے بارے میں پاکستان کے مسلمانوں کو مانع ہوتے ہیں۔ جہاد کشمیر کے متعلق ان کی موشگافیاں اور اعتراضات دشمن کو وہ فائدہ پہنچاتے ہیں جو وہ اپنی پوری فوجی طاقت سے حاصل کرنے میں ناکام ہو۔ العیاذ باللہ۔

باب دوم

مختصر سابقہ تاریخ جہادِ کشمیر

چودھویں صدی عیسوی میں ملک کشمیر میں ایک روحانی بزرگ بلبل شاہ نامی گزرے ہیں۔ ان کی حسن توجہ سے وہاں کا غیر مسلم راجہ رنجن شاہ نامی مسلمان ہو گیا اور اپنا نام سلطان صدرالدین رکھا۔ میر شاہ نامی علاقہ سوات (آج کل صوبہ سرحد آزاد) کا ایک با اثر افغان اس کے مشیر کاروں میں تھا۔ سلطان مذکورا ور میر شاہ افغان دونوں کی کوشش سے آبادی کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا اور گرد ونواح کی تمام غیر مسلم ریاستیں اسلام کی حلقہ بگوش ہو کر کشمیر کے ساتھ مل گئیں۔ یہ وسیع وعریض ملک سولہویں صدی تک مقامی بادشاہوں کے قبضہ میں رہا۔ یعقوب شاہ بن یوسف نامی وہ کشمیری نژاد ملکی بادشاہ تھا جس سے ۱۵۵۷ء میں اکبر شاہ مغل نے کشمیر کا ملک لیا۔ ۱۸۵۲ء تک سارے ملک کشمیر مع اس کے گرد ونواح، کی اسلامی طاقتوں پر سکھوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس وجہ سے اس ملک کی دارالاسلامی شان دارالحرب سے بدل گئی۔ جس کا ازسرنو دارالسلام بنانا مقامی مسلمانوں کی نسبت گرد ونواح کے آزاد مسلمان پر زیادہ ضروری ہو گیا کیونکہ مقامی مسلمان اس کی دارالاسلامی شان کو برقرار رکھنے کی طاقت اگر رکھتے ہوتے تو سکھ اس پر قابض کیسے ہو سکتے؟

کشمیر اور حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ

انیسویں صدی کے ربع اول میں مسلمانوں کی بالعموم اور افغانوں کی بالخصوص بے اتفاقی سے قریب تھا کہ سکھوں کی فتوحات کی یلغار درۂ خیبر سے گزر کر کوہ ہندوکش کی بلند ترین چوٹیوں پہ پہنچ جاتی اور ایک مرتبہ تاریخ ہند پھر راجہ اشوک ۳۲۷ قبل مسیح کی یادگار کو تازہ کرتی۔ بارگزائی قبیلہ کا آخری شیرازہ بند سردار محمد اعظم خاں ۱۸۲۳ء میں مر چکا تھا۔ اس کی موت کے بعد

افغانستان چار حصوں میں بٹ گیا۔ مغربی حصہ سدوزائی کے قدیم خاندان کے قبضہ میں تھا۔ قندھار کا صوبہ ان بھائیوں کے قبضہ میں تھا جن کی ماں غلزائی قبیلہ سے تھی ۔غزنی اور کابل ان بھائیوں کے قبضہ میں تھا جن کی والدہ قزلباش قبیلہ سے تھی اور پشاور کا صوبہ سردار یار محمد خان اور سردار سلطان محمد خاں وغیرہ کے قبضہ میں تھا جن کی والدہ شاہی خاندان سے تھی۔ چاروں کے درمیان سخت رقابت اور نہ بجھنے والی دشمنی تھی۔ ان میں ہر ایک مرکز کابل پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ اس سے پیشتر سدوزائی اور بارکزائی خاندان کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر رنجیت سنگھ صوبہ پنجاب، ملتان، ڈیرہ جات، جنوبی وزیرستان، بنوں، کوہاٹ، پشاور، ہزارہ، پکھلی، مظفر آباد، پونچھ، راجوری، بھمبر اور کشمیر کی تمام اسلامی ریاستوں پر قابض ہو چکا تھا۔

سکھوں کی یلغار مسلمانوں کی باہمی دشمنی کے زیر اثر ہندوکش سے بھی گزر جاتی اور سارے ترکستان کو دارالسلام سے دارالحرب بنا دیتی کہ اس دوران اللہ تعالیٰ نے ناگاہ حضرت سید احمد بریلوی کو اہل اسلام کی فریاد رسی پر آمادہ کیا اور وہ مع ایک لشکر جرار کے درہ بولان، قندھار، غزنی، کابل، جلال آباد، درہ خیبر سے ہوتے ہوئے ۱۸۲۴ء میں بمقام ھنڈ پہنچے پھر پنجتار کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر برابر سات سال سکھوں کے اقتدار کا انسداد کرتے رہے۔ سکھوں کی فتوحات کی رفتار نہ صرف اپنی پیش قدمی سے رک گئی بلکہ پشاور اور یوسف زئی کا اکثر علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر سردار سلطان محمد خاں والی پشاور سکھوں کے مغالطہ میں نہ آ جاتا تو یقیناً سارا ملک ہند زیر تکمیل فتویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ مدت مدید سے دارالحرب سے دارالاسلام بن چکا ہوتا اور آج روئے زمین کا نقشہ دوسرا ہوتا جس میں برطانیہ، فرانس، اٹلی، روس، امریکہ کی سرمایہ داری اور اشتراکیت کے واسطے کوئی نشان نہ پیدا ہونے پاتا۔ روئے زمین کے ملک اسلام کی حلقہ بگوشی پر فخر و ناز کرتے دکھائی دیتے۔ رنجیت سنگھ نے چاہا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی سے صوبہ سرحد کا علاقہ دے دلا کر مصالحت کر لے مگر جب اس کی یہ کوشش ناکام ہوئی تو اس نے سردار سلطان محمد خان طلائی کو اپنے ساتھ گانٹھا اور اس کو امید دلائی

کہ وہ اپنی فوجی امداد سے اسے تخت کابل دلوا دے گا بشرطیکہ وہ سید احمد اور مجاہدین ہند کے کانٹے کو اس کے راستے سے دور کرے۔ چنانچہ اس نے اول آپ رحمہ اللہ کا کام تمام کرنے کے لیے کھانے میں زہر دلوایا مگر موت واقع نہ ہوئی۔

اس کے بعد ملک کے اندر ایک گہری سازش ..... مجاہدین کے قتل عام کے لیے..... کی، ایک ہی رات میں ہزار ہا نفوس تہ تیغ ہوئے، وہ جانباز جن کا ثانی بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیکھنے میں نہ آیا۔ رنجیت سنگھ کا مقصد تو ایک حد تک پورا ہو گیا یعنی حضرت سید احمد صاحب نے اپنا ہیڈ کوارٹر افغان علاقہ سے بدل کر کشمیر کا رخ کیا مگر سردار سلطان محمد خان طلائی مذکور کی بے نصیبی کا کیا کہنا جسے دو جہاں کی ذلت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ کیا خوب کہا کسی باخبر نے اس شقی ازلی کے مناسب حال ؎

بگاڑا دین کو اپنے کہیں دنیا ہی مل جائے
نہ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے مزے پائے
بڑی دولت ملے اس کو جو ہو اللہ کا عاشق
امید اجر عقبیٰ پر نہ دنیا اس سے چھٹ جائے

رنجیت سنگھ نے سردار سلطان محمد خان کو مخاطب کرتے ہوئے کیا ہی ننگ آور کلمہ کہا:

''جب تم اپنے پیغمبر کی اولاد سے غداری اور بے وفائی کر سکتے ہو تو مجھے تم پر کیسے بھروسہ ہو سکتا ہے۔''

یہ کہا اور اس کو مع اہل و عیال کے پشاور جلاوطن کر کے شاہدرہ میں ہمراہ لے جا کر نظر بند کر دیا۔ جہاں اس کی عمر کا بہت حصہ سکھوں کی کاسہ لیسی اور خوشامد گری میں گزرا۔ جب رانی چنداکور نے سراؤں کو شکست کے بعد ایک وفد راجہ گلاب سنگھ اور دیوان دینا ناتھ کی سرپرستی میں ۱۵ر فروری ۱۸۴۶ء لارڈ ریڈنگ کے پاس معافی کے لیے بھیجا تو سردار سلطان محمد خان طلائی بھی اس وفد کا ایک ممبر تھا۔ (تاریخ راجوری: ۲۸۰) اسے سکھوں کی آخری جنگ جو گجرات میں

فروری ۱۸۴۹ء میں انگریزوں کے ساتھ ہوئی،سکھوں کے وظیفہ پر غریب الوطنی کی زندگی بسر کرنا پڑی۔امیر دوست محمد خان والی کابل کے ہمراہ وطن کو لوٹنا نصیب نہ ہوا اور تخت کابل کا ارمان کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہوا۔اس دوران اس نے شاہ ایران کے ساتھ مل کر امیر دوست محمد خان کے خلاف ایک انقلابی سازش کی کوشش کی مگر وہ بھی ناکام رہی۔اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یقیناً دنیا کا نقشہ بالکل دوسرا ہوتا اور بنی نوع انسان تمام روئے زمین پر خلافت راشدہ کے فیوض و برکات بے پایاں سے مستفیض ہو چکے ہوتے۔

سرداران کابل کی غداری اور سکھ دوستی کی خبر جب گردونواح میں مشہور ہوئی تو مظفرآباد کے رئیس راجہ سلطان احمد خان اور کشمیر کے سب سے بڑے لیڈرز بردست خان اور فیض طلب خان اور حبیب خان نے اپنے اپنے وفد حضرت سید احمد صاحب کی خدمت میں بھیجے تاکہ آپ کشمیر کے پہاڑوں میں کسی محفوظ جگہ اپنا مستقر قائم کر کے کشمیر، پونچھ،مظفرآباد، کاغان،پکھلی، ہزارہ، پنجاب وغیرہ کو سکھوں کی غلامی سے نجات دلا دیں۔آپ نے اس کو قبول فرمایا۔جوں ہی آپ کشمیر کے سرحدی مقام بالاکوٹ پر پہنچے تو سکھوں کا لشکر مانع ہوا۔اس میں آپ مع بہت سے رفقاء کے مئی ۱۸۳۱ء میں شہید ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خلفائے حضرت سید احمد بریلوی اور جہاد کشمیر کی مقدس تحریک

مگر ان حضرات ملکوتی صفات کی شہادت بالاکوٹ سے جہاد کشمیر کی مقدس تحریک میں کچھ فرق نہ آیا۔حضرت مولانا ولایت علی شاگرد شاہ شہید مولانا محمد اسماعیل،جنہیں سید صاحب نے ۱۸۲۶ء میں جنوبی ہندوستان میں بیرونی تحریک کی امداد اور برطانوی راج کا تختہ الٹنے پر مامور فرما کر حیدرآباد دکن میں بھیجا تھا، نے حضرت سید احمد کے بعد اندرون ہند کا سارا کام سنبھال

لیا۔ بیرون ہند کا کام سید نصیر الدین نامی نے کہ وہ بھی حضرت سید صاحب کے اکابر خلفاء میں سے تھے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس موقع پر یہ جان لینا چاہیے کہ ان دنوں ہند کے دوسرے صوبوں کی نسبت برطانوی طاقت کا مرکز جنوبی ہند کے اندر ہی تھا۔ نیز یہ سید نصیر الدین موصوف جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ان سید نصیر الدین صاحب سے علاوہ ہیں جو حضرت شاہ اسحاق صاحب نبیرہ حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ کے داماد تھے۔ ثانی الذکر وہی سید نصیر الدین صاحب ہیں جنہیں حضرت مولانا ولایت علی صاحب نے دس ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکر دے کر برطانوی اور سکھوں کے متحدہ عسکری اقدامات کو ۱۸۳۸ء میں روکنے کے لیے پیشتر اس کے کہ انگریز شاہ شجاع الدولہ کو ہمراہ لے کر خاک افغانستان میں داخل ہونے پاتے، قندھار، غزنی، کابل میں بھیج دیا اور خود عین ان ہی ایام میں جنوبی ہندوستان کے اندر انگریزی اقتدار سے ملک کو نجات دلانے کے لیے بواسطہ نواب مبارز الدولہ انقلابی تحریک کو وسیع پیمانے پر منظّم کیا۔ نواب مبارز الدولہ خان نظام حیدر آباد دکن کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ نظام بذات خود انگریزوں کا حلیف تھا اور اس کے چھوٹے بھائی نواب مبارز الدولہ خان عین بھائی کی ضد پر سید صاحب کی انقلابی تحریک کے سب سے بڑے رکن تھے۔

اس تحریک کی بھنک اگر اس وقت کے ایک ہندو وزیر لالہ چندو لال کے کان میں نہ پڑ جاتی تو یقیناً یہ تحریک انگریزی راج کی بیخ کنی کرنے اور ملک کو اجنبی اقتدار سے ابدی نجات دلانے میں ہرگز ناکام نہ رہتی۔ مجاہدین ہند سید نصیر الدین صاحب کی قیادت میں قندھار، غزنی اور کابل کے ہر محاذ کے چپہ چپہ پر انگریزوں اور سکھوں کی متحدہ طاقت سے لڑے۔ دس ہزار میں سے سوائے سید نصیر الدین کے کوئی زندہ نہ بچا۔ وہ تن تنہا امب پہنچے۔ وہاں کے قاضی القضاہ نے مدرسہ دہلی میں آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا تھا انہوں نے آپ کو پہچان لیا اور ان کو مجاہدین کے مرکز ستھانہ میں پہنچا دیا، جہاں انہوں نے اپنی زندگی کا آخری حصہ جہاد کشمیر کی حمایت میں گزار دیا۔ ڈاکٹر ولیم ہنٹر اور ان ایام کے برطانوی ریذیڈنٹ مقیم سکندر آباد

(حیدرآباد دکن) نے اپنی ایک مبسوط تصنیف میں مذکورہ بالا واقعات پر روشنی ڈالی ہے۔ ریذیڈنٹ کی کتاب میرے پاس موجود نہیں، ورنہ ریذیڈنٹ اور اس کی کتاب دونوں کا نام یہاں درج کر دیتا۔ کتاب مذکورہ ۳۲ روپے میں میں نے کلکتہ کے ایک اینٹی قوریرین کتب خانہ سے منگوائی تھی۔ سوانح احمدی مصنف مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری کے اندر بھی ان واقعات پر قدرے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔ مولانا ولایت علی اور ان کے بھائی عنایت علی کے ستھانہ آنے تک غالباً ۱۸۴۲ء تک بیرونی تحریک کی زمام مولانا نصیرالدین اول الذکر کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت سید صاحب کے بعد ۱۸۳۱ء سے لے کر ۱۸۳۷ء تک برابر چھ برس تک مرکز مذکور نے مقامی لیڈروں کے اشتراک عمل کی برکت سے سکھ راج کے قدم کشمیر اور اس کے مضافات (پونچھ، کڑال، کاغان، پکھلی، ہزارہ، مظفر آباد) میں جمنے نہ دیے۔ ۱۸۴۳ء حضرت مولانا ولایت علی نے اپنے چھوٹے بھائی عنایت علی کو اس مقدس تحریک کی راہ نمائی پر مامور فرمایا اور خود بھی اس جہاد میں برابر شرکت فرماتے رہے، تا آنکہ ۱۸۴۷ء میں دونوں بھائیوں کی گرفتاری کا واقعہ پیش آیا۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔

❀ ❀ ❀

شرکائے تحریک جہاد کشمیر

جن قبائل اور جن قومی لیڈروں نے اس مقدس تحریک میں حضرت سید احمد صاحب کے خلفاء کا پہلے مولانا نصیرالدین صاحب پھر مولانا ولایت علی اور عنایت علی کا ساتھ دیا، ان کا ذکر کرنا یہاں اس لیے ضروری ہے تا کہ ان موجودہ نسلوں کو اپنے اسلاف کی روایات کا علم ہو اور وہ موجودہ جہاد کشمیر کے اندر بہ نسبت تمام دوسری مسلم جماعتوں اور قبیلوں کے زیادہ سرگرمی کے ساتھ حصہ لیں تا کہ جس کام کو ان کے اسلاف رحمۃ اللہ علیہم ادھورا چھوڑ گئے تھے اسے ہر قربانی اور قیمت

کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے عزم راسخ سے کام لیں۔ یہ لوگ درج ذیل ہیں:

قوم کڑال: یہ بہادر قوم راولپنڈی کی تحصیل مری اور ایبٹ آباد کے درمیان آباد ہے۔ صوبہ سرحد، پشاور کی جنگجو قوموں کے اندر اس کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔ مغلیہ خاندان شاہی سے اس کا تعلق ہے۔ (واللہ اعلم) حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور ان کے خلفاء کے زمانہ میں اس قوم کے دو لیڈر تھے۔ ایک کا نام سردار حسن علی خان تھا، اس کے بیٹے آزاد خان مرحوم متوفی ۱۹۰۱ء اور اس کے بیٹے رحمت اللہ خان متوفی ۱۹۰۵ء (باپ، بیٹا اور پوتا) نے اس مقدس تحریک کا ساتھ اپنی قوم کڑال سے زیادہ دیا۔ اس کا مرکز دیوال منال تھا۔ دوسرا لیڈر مسمّٰی سید محمد خان موضع ڈبران کا تھا۔ قوم کڑال کی سرکوبی اور اطاعت پذیری کے واسطے دو مرتبہ لاہور سے پے در پے لشکر بھیجے گئے۔ ان حملوں کو قوم نے اپنے لیڈر سردار حسن علی خان کی سرکردگی میں نہ صرف ناکام بنایا بلکہ آخری جنگ جو سمندر نالہ میں ہوئی، اس میں ان کا لیڈر سردار امر سنگھ مجیٹھیہ مع تمام لشکر خالصہ کے ایسا مارا گیا کہ لاہور تک اس شکست کی خبر پہنچانے کے لیے کوئی نہ بچا۔

۱۸۴۲ء، ۱۸۴۸ء اور ۱۸۴۹ء کے اندر انگریزوں اور سکھوں کی متحدہ قوت کے ساتھ، اس کے بعد ۱۸۵۲ء، ۱۸۵۷ء اور ۱۸۶۴ء میں ڈھونڈ قوم کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف حضرت سید احمد صاحب کے جانشینوں کی سرپرستی میں اس قوم نے جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلے میں جو خدمات سرانجام دی ہیں ان کا مختصر حال ڈھونڈ قوم کے حالات کے اندر بیان کیا جائے گا۔

۱۸۶۴ء سے تا اختتام عہد برطانوی تمام سرحدی جنگوں میں اس قوم نے مع مال و جان حضرت سید احمد صاحب کے جانشینوں کے ساتھ مل کر اپنا حق اسلامیت ادا کیا۔ اب کشمیر کے جہاد میں بھی یہ بطریق سابقین اولین حصہ لے رہی ہے۔

قوم ڈھونڈ: ڈھونڈ قوم ڈونگا گلی اور دریائے جہلم کے درمیانی علاقہ میں آباد اور کڑال اور کشمیر کی بلوان شریک ہے۔ اس شریف اور نجیب غیور قوم نے بھی اپنی ہمسایہ قوم کڑال سے سید احمد صاحب کی انقلابی تحریک کے کامیاب بنانے میں کم حصہ نہیں لیا۔ اس قوم کے لیڈر ان دنوں

راجہ روح اللہ خان، راجہ سردار خان، سردار مہروی خان ساکن ڈھیری کیالہ، سردار حسن خان ساکن کلابن، سردار قطب الدین خان ساکن مجوہن، سردار دوست محمد خان ساکن بنکٹ وغیرہ تھے۔ان کے مذہبی پیشواؤں کا مستقر مقام پلاسی تھا۔وہ سادات خاندان سے تھے۔ڈھونڈ قوم بنی عباس کی ایک شاخ ہے۔ڈھونڈان سادات کے تین گھرانے تھے۔افضل شاہی،شار شاہی اور صادق شاہی۔ یہ قوم حضرت سید احمد صاحب اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی سرپرستی میں سکھوں اور سکھوں کے بعد برطانیہ کے خلاف آپ کی مقدس انقلابی تحریک کے کامیاب بنانے میں کڑال قوم کے ساتھ برابر کی حصہ دار رہی۔لارڈ لارنس ریذیڈنٹ پنجاب مقیم لاہور نے ایبٹ نامی ایک فوجی افسر کو ضلع ہزارہ اور کشمیر کے مسائل سرانجام دینے کے لیے جون ۱۹۴۷ء میں مقرر کیا۔اس کے ہمراہ دیوان کرم چند سپہ سالار افواج خالصہ مع ایک لشکرِ جرار بھیجا گیا۔ڈھونڈ قوم اس جگر سوزی سے لڑی کہ انگریز اور خالصہ فوج کا ایک بچہ بھی زندہ نہ بچ سکا۔

مورخ انگریزی کینگھم لکھتا ہے:

"He (Lawrence) read the news that ammu Troops under Diwan Resham Chand had been disagreefully beaten in the 'Dhundh's Country."

انگریزی فوج ان دنوں وینس اینکیو اور لومسڈن کی سرکردگی میں خالصہ لشکر کو گڑھی حبیب اللہ میں آ کر مل گئی تھی۔ان دنوں ستھانہ مرکز کی طرف سے حافظ عبدالکریم نامی ایک نومسلم نیپالی اس علاقہ میں اس کام پر تھے۔ان کے والد وکالت کا امتحان دینے پٹنہ گئے تھے۔ جہاں اس کی خوبی قسمت سے حضرت سید احمد بریلوی موجود تھے۔ان کو دیکھتے ہی اس پر اسلام کی حقیقت کھل گئی۔اسلام قبول کیا۔حضرت نے اسے تبلیغ اسلام اور جہاد کے لیے اپنا خلیفہ مقرر کیا۔اس کے ہاتھ پر ہزاروں بت پرست اسلام کی نعمت سے مشرف ہوئے۔اس کے بیٹے حافظ عبدالکریم جیسے تلوار کے دھنی تھے ویسے ہی میدان ادب کے شاہ سوار تھے۔مشہور آفاق دیوان (گلشن ہدایت) ان ہی کا کلام ہے۔جس کی دعائیہ نظم بڑی ہی دردناک ہے۔حافظ

عبدالکریم ۱۸۵۷ء کی انقلابی تحریک میں ڈھونڈ اور کڑال کو لے کر مقام لورا پر حملہ آور ہوئے۔ پھر ۱۸۶۴ء جنگ انبلا (سرحد آزاد) کے اندر شریک ہوئے۔ اس فوج کا سپہ سالار چیمبرلین نامی تھا۔ جو آپ کے ہاتھ سے ایسا زخمی ہوا کہ جانبر نہ ہوسکا۔ ستر سے زیادہ زخم حافظ صاحب موصوف نے کھائے۔ زخموں سے چور نڈھال ہوکر گر گئے۔ گرفتار ہوکر پشاور لائے گئے۔ کچھ اچھا ہونے پر پولیس کی حراست سے بھاگ کر مرکز ستھانہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کے بیٹے حافظ شریف احمد تھے، جن کو نائب السلطنت سردار نصر اللہ خان کابل اور قاضی حاجی عبدالرزاق خان نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کو قبائل آزاد میں ہمراہ لانے پر گزشتہ جنگ عمومی کے دوران ۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء میں مامور کیا تھا۔

قوم مجھمہ: اس جنگجو قوم کی دو شاخیں ہیں۔ اول وہ جو کنہار وادی کے اندر آباد ہے۔ اس کا صدر مقام موضع جبری کاش ہے۔ اس کا سردار ان دنوں شیر احمد خان اور سردار برکت خان تھا۔ دوسری شاخ کا صدر مقام مظفر آباد تھا۔ ان دنوں اس قوم کے سرکردہ سردار زبردست خان والئ مظفر آباد، سردار نجف خان گھوڑی والا، سردار حبیب اللہ خان، سلطان احمد خان اور سلطان حسین خان پینتیس گاؤں کے مالک تھے۔ ان سرداروں نے حضرت سید احمد صاحب کی رفاقت میں اول رنجیت سنگھ کے خلاف پھر آپ کے خلفاء سے مل کر ڈوگرہ راج جموں وکشمیر کے خلاف مدتوں جنگ جاری رکھی۔ یہ قوم کڑال اور ڈھونڈ قوم کے ساتھ مولانا عنایت علی صاحب کی سرپرستی میں جہاد کر رہی تھی۔ جب کہ لارنس کے مقرر کردہ لیفٹیننٹ وینس اینگیو اور لومسڈن مذکور کا گڑھی حبیب اللہ میں مقابلہ ہوا۔ نجف خان کا نام حضرت سید احمد صاحب کے ایک خط میں بھی ہے۔ حبیب اللہ خان کے بیٹے کو سکھ قید سے چھڑانے کے لیے حضرت شاہ اسماعیل شہید مامور ہوئے تھے۔

قوم لکھو: پہاڑی قبائل کے اندر لگھڑ سب سے زیادہ شجاع اور عقلمند مانی گئی ہے۔ یہ لوگ اپنے تئیں شاہان ایران کی اولاد سے بتاتے ہیں۔ راولپنڈی جہلم کے درمیانی پہاڑی علاقہ میں آباد

ہیں۔ ایک وقت میں پونچھ اور کڑال کا علاقہ ان کے ماتحت تھا۔ خان پور ان کا دارالریاست تھا۔ ان دنوں راجہ جہانداد خان ان کا رئیس تھا۔ وہ لمبی عمر پا کر ۱۹۰۶ء میں فوت ہوا۔ اس نے اور اس کے بیٹے راجہ علی حیدر خان اور ان کے دوسرے رشتہ دار راجہ شیر احمد خان نے حضرت سید احمد صاحب اور ان کے خلفاء کے ساتھ مل کر سکھوں کے اقتدار کو محو کرنے میں بہت قیمتی خدمات انجام دیں۔ راجہ جہانداد خان کے نام حضرت سید احمد صاحب نے بزبان عربی ایک خط بھی بھجوایا، جو آپ کی سوانح عمری مؤلفہ مولوی محمد جعفر تھانیسری کے اندر درج ہے۔

قوم جدون: یہ قوم افغانوں کی شاخ ہے۔ اس کا کچھ حصہ دریائے اباسین کے اس پار سرحد آزاد میں اور کچھ حصہ ضلع ہزارہ میں موضع دھنوڑ، بگرا، رجوئیہ، نواں شہر میں آباد ہے۔ ان کی تین شاخیں منصور، سالار اور حسن زئی کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ اس زمانے میں ان کے لیڈر مندرجہ ذیل تھے جنہوں نے حضرت سید احمد صاحب اور ان کے خلفاء کے ساتھ مل کر سکھ اور سکھوں کے بعد ڈوگرہ راج کے ختم کرنے میں جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کیا۔

برخوردار سفان، شاہ زمان خان، عطا خان، محمد اکبر خان، یہ قبیلہ تا ایں دم حضرت سید صاحب کے جانشینوں کا غم شریک رہا۔ دریائے اباسین کے اس پار علاقہ میں جمعیت علمائے ہند نے ان کو مسلم لیگ کے خلاف بھڑکانا چاہا، مگر ناکام رہے۔

قوم ترین: یہ قوم بڑی بہادر اور دریائے اباسین کے کنارے تربیلا، کوہ گندگر، ہری پور کے گردونواح دیہات میں آباد ہے۔ ان کے لیڈر محمد خان ترین اور بوستان خان کا سارا زمانہ سکھوں کے انسداد میں گزرا۔ وہ دونوں سکھوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد اس قوم کا سرکردہ غلام خان ہوا جس نے مع اپنی قوم کے حضرت سید احمد صاحب اور ان کے خلفاء کا سکھوں اور انگریزوں کے مقابلہ میں ساتھ دیا۔ ۱۸۴۸ء میں میجر ایبٹ کے ساتھ جنگ کرتا ہوا پکڑا گیا۔ اس کو الہ آباد بھیج دیا گیا جہاں وہ ۱۸۵۷ء کی انقلابی تحریک میں حصہ لینے کی وجہ سے پھانسی دیا گیا۔

قوم تناول: سنکڑی علاقہ کے تناولیوں کے لیڈر نواب خان نامی نے سید صاحب کے خلفاء کے ساتھ مل کر سکھوں کی قوت کے ختم کرنے میں غیر معمولی حصہ لیا۔ مشوانی قبیلہ کے لیڈر شاہ محمد خان نے بھی مع اپنی قوم کے اس خدمت میں سرگرم حصہ لیا۔

قوم سادات: سادات کاغان نے ضامن شاہ اور اس کے بیٹے غلام حیدر شاہ ساکنان کوائی (کاغان) سید منور شاہ ساکناں پھگلا (مانسہرہ) نے مع اپنے گجر مریدوں کے حضرت سید صاحب اور آپ کے خلفاء کے ساتھ مل کر سکھ حکومت کے استیصال میں سرگرم حصہ لیا۔

❀❀❀

متوازی حکومت علیٰ منہاج نبوت

جونہی مارچ ۱۸۴۶ء میں کشمیر کا علاقہ پچھتر لاکھ روپیہ کے عوض راجہ گلاب سنگھ ڈوگرا کے حوالے کیا گیا، معاً ادھر مجاہدین ہند کے صدر مرکز بمقام ستھانہ مولانا ولایت علی کی سرپرستی میں ایک تاریخی جرگہ منعقد ہوا، جس میں فیصلہ ہوا کہ کشمیر اور اس کے گردونواح کی تمام ریاستیں اور ضلع ہزارہ سکھوں اور ڈوگروں کے وجود سے پاک کر دیا جائے اور اس سارے ملک کو دارالسلام بنا کر اس میں خلافت راشدہ کا نظام علیٰ منہاج نبوت قائم کیا جائے۔ یاد رکھیں کہ مولانا ولایت علی اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی دونوں بھائی حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ سید صاحب کی شہادت بالاکوٹ کے موقع پر ہندوستان میں تبلیغ جہاد پر مامور تھے۔ وہاں سے کچھ مدت کے بعد دونوں بھائی مجاہدین کے مرکز ستھانہ میں پہنچ کر سکھوں کے خلاف جہاد میں مشغول ہو گئے۔ ان حضرات کی سرپرستی میں ایک متوازی حکومت ماہ اپریل ۱۸۴۶ء میں قائم ہوئی۔ جس کے امیر سید اکبر شاہ جو بذات خود بھی حضرت سید احمد صاحب کے خلیفہ اور معتمد علیہ تھے، مقرر کیے گئے۔ نواب خان تناولی قبائل کا لیڈر اور غلام خان

ترین قوم کا لیڈر اس کے وزیر اور مشیر مقرر کیے گئے اور تحریک جہاد کو از سر نو منظّم کیا گیا۔

راجہ گلاب سنگھ نے متوازی حکومت کا حال سن کر جدون، ترین، سادات، مشوائی، تناول، کڑال، ڈھونڈ جنہوں نے متوازی حکومت کی تعمیر میں حصہ لیا تھا، کی تادیب کے لیے سکھوں کا ایک لشکر جرار بھیجا اور کڑال کے علاقہ ناڑہ میں قلعہ تعمیر کیا۔ ڈھونڈ قوم نے کڑال قوم کے ساتھ مل کر سکھوں کے سپہ سالار کو مع لشکر اس طرح قتل کیا کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا اور ساتھ ہی ناڑہ قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس عجیب وغریب اور عظیم شجاعت اور بہادری کا سرحدی قبائل اور مرکز ستھانہ پر یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد اس قوم کے اعزاز کی خاطر ستھانہ مرکز سے براہ راست اس کے پاس ضروری پیغام رسانی کے لیے قاصد پہنچا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی انقلابی تحریک جو ستھانہ مرکز کی طرف سے حافظ عبدالکریم کی سرپرستی میں علاقہ ڈھونڈ اور کڑال کے اشتراک عمل سے چلائی گئی تھی، براہ راست ان کے پاس قاصد بھیجے گئے۔ گیزیٹئر آف ہزارہ کا مصنف مجاہدین ستھانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

" They had such their emissaries to its up hinds."

ان تمام قبائل نے جن کا اوپر ذکر ہوا، متوازی حکومت کی سرپرستی میں ہر جگہ بغاوت کر دی۔ سکھ جہاں تھے مارے گئے، جو بچے وہ راتوں رات بھاگ کر حسن ابدال پہنچے۔ اس تحریک کا رخ پوری تیز رفتاری کے ساتھ کشمیر کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اس دوران ناگاہ انگریز بیچ میں کود پڑے اور جو مثال انہوں نے ہالینڈ کی حمایت میں انڈونیشیا کے اندر اسلامی سلطنت کی بربادی کے متعلق ۱۹۴۶ء میں قائم کی ہے وہی مثال انہوں نے پورے ایک سو سال پہلے ۱۸۴۶ء میں کشمیر اور ہزارہ کے متعلق قائم کی۔ اپنی فوجوں کو جیسا کہ پہلے یہاں ہوا لیفٹیننٹ وینس اینگیو اور لومسڈن (Vans Angew and Lumsdon) کی سرپرستی میں ۷ جنوری ۱۸۴۷ء میں مظفر آباد کے علاقہ میں بھیج دیا جنہوں نے سکھ فوج کے ساتھ مل کر متوازی حکومت کی فوج کے ساتھ مقابلہ شروع کر دیا۔ مولانا عنایت علی صاحب نے کڑال، ڈھونڈ اور متوازی حکومت کی

دیگر فوج کے تعاون سے بمقام نملی میر اسکھوں اور انگریزوں کی متحدہ قوت کو شکست دی۔ خاص کر ڈھونڈ اور کڑال قوم نے اپریل اور مئی ۱۸۴۸ء میں ایبٹ، انڈرسن اور جھنڈا سنگھ کی فوجوں کو وہ ناکوں چنے چبوائے جو غازیان ڈھونڈ کی اولاد کے لیے ہمیشہ موجب صد فخر وعزت رہیں گے۔

جو کام زور سے انجام نہ پاسکا آخر اسے زر کے زور سے پورا کیا گیا۔ پانی کی طرح زر قبائل کے اندر بہایا گیا۔ جاگیروں کا لالچ دیا گیا۔ سوائے کڑیال اور ڈھونڈ کے کوئی ستھانہ مرکز سے وابستہ نہ رہا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مولانا ولایت علی، عنایت علی جو میدان جنگ میں بذات خود شمشیر بکف لڑ رہے تھے، نے چاہا کہ رات مرکز ستھانہ کی طرف کوچ کر جائیں اور وہاں پہنچ کر دوبارہ جہاد کی تیاری کریں مگر مذکورہ بالا دونوں انگریزی افسروں نے راستوں کو پہلے سے روک رکھا تھا۔ دونوں صاحب مع ایک لشکر کے گرفتار کر لیے گئے۔ کڑال قوم کے لیڈر سردار حسن علی خان اور پہلوان خان ساتھ تھے، انہوں نے مجاہدین کا قیمتی اسلحہ اور سامان اپنی قوم کے سروں پر اٹھوایا، مجاہدین کے سامان میں سے جس قدر اپنے ہمراہ لے جاسکے رات کے اندھیرے میں باریک پگڈنڈیوں سے ہو کر دریا پار ان کے مستقر ستھانہ میں پہنچا دیا۔ مولانا ولایت علی اور عنایت علی کو مع ان کے رفقاء کے لاہور پہنچایا گیا۔ ریذیڈنٹ میجر لارنس نے ان کی پذیرائی میں بے حد گرم جوشی کا اظہار کیا۔ چند روز مہمان رکھا۔ پھر وہاں سے سرکاری حفاظت میں ان کو پٹنہ پہنچا دیا گیا جو ان کا اصلی وطن تھا۔ کڑال لوگوں پر امن قائم ہو جانے کے بعد مقدمہ چلایا گیا۔ مولانا منہاج الدین صاحب اور مولوی عبدالرب کو تبلیغ جہاد اور جنگ و جدال کا مرکز سمجھ کر اول الذکر کو ہری پور کے پاس سکندر پور ڈھیری میں اور دوسرے صاحب کو کوٹ نجیب اللہ میں جلا وطن کر دیا۔ مولانا اسماعیل صاحب مرحوم اول الذکر کے بیٹے تھے۔ اللھم اغفر لھم۔

گزشتہ اور موجودہ جہاد کشمیر میں قدرتی مناسبت: آج سے سوا سو سال پہلے جو جہاد کشمیر

شروع ہوا تھا وہ بھی مسلمانوں کو سکھوں اور ڈوگروں کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے تھا۔ اب یہ جہاد جو اگست ۱۹۴۷ء میں شروع ہوا ہے وہ بھی ان ہی سابقہ اغراض کے تحت کہ سکھوں اور ڈوگروں کی غلامی سے فرزندان اسلام کو نجات دلائی جائے۔ اس کی ابتداء حق تعالیٰ نے حضرت سید احمد بریلوی اور ان کی اتباع کرنے والوں کے ہاتھ سے کرائی اور اب اس جہاد کی اساس بھی حضرت سید احمد کی اتباع کرنے والوں سے ڈلوائی ہے۔ قدرت کا یہ تصرف جتنا زیادہ محیر العقول ہے، اتنا ہی زیادہ وہ قابل غور وفکر ہے۔ اس اجمال کی شرح بطریق اختصار یوں ہے:

کشمیر کا موجودہ جہاد اور حضرت سید احمد بریلوی کے متبعین، مرکز چمرقند، علاقہ یاغستان:

① مسلمانان ہند پر گزشتہ چند سال سے انگریزوں اور ہندوؤں کے متحدہ پروگرام کے تحت جو آزمائشیں اور ابتلائیں یکے بعد دیگرے:

① بصورت متحدہ قومیت ہند ② بصورت قیام رام راج با امداد دولت جاپان
③ بصورت سنٹرل الیکشن ④ بصورت پراونشل الیکشن
⑤ بصورت ریفرنڈم ⑥ بصورت تحریک پٹھانستان
⑦ بصورت مسئلہ الحاق کشمیر

پیش ہوئیں اور ہو رہی ہیں، وہ ایسی نہ تھیں اور نہ ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک میں خدانخواستہ مسلم قوم ناکام رہتی تو پھر ان کی ملی ہستی کا نشان برصغیر ہند میں باقی رہ سکتا، ہرگز نہیں بلکہ ان کا وجود یقیناً مٹ گیا ہوتا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ وہ آج سے پورے ساڑھے چار سو سال پہلے ملک سپین کے اندر بے نام ونشان ہو چکے ہیں اور حال ہی میں آج سے پچیس سال قبل ان ہی حالات سے وہ روسی ترکستان کے اندر دوچار ہو چکے ہیں۔ بخارا، خیوہ، فرغانہ، قفقاز میں ساڑھے پانچ کروڑ دیندار مسلمان آباد تھے آج وہاں ایک شخص بھی اسلام کا نام لیوا نہیں۔ یہ تو دور کی باتیں ہیں، گزشتہ سال مشرقی پنجاب میں ان پر جو واقعات پیش آئے ہیں وہ

اس کی زندہ شہادت ہیں۔ مشرقی پنجاب میں جہاں کل ایک کروڑ کے قریب مسلمان آباد تھے وہاں آج چراغ لے کر ڈھونڈے سے ان کا ایک فرد بھی ملنا مشکل ہے۔ کیا ان وسیع وعریض ممالک میں کسی مسلم آبادی یا کسی مسلم فرد کا نشان دکھائی دیتا ہے؟ یا ان میں سے کسی کی بھنک تک سننے میں آتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا قرآن مجید کا مذکورہ ذیل فیصلہ ان میں سے ہر ایک پر صادق نہیں آتا؟ ضرور آتا ہے اور وہ یہ ہے:

۞ ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴾ (مریم:۹۸)

''اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے بھلا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا (کہیں) ان کو بھنک سنتے ہو۔''

مسلمانان ہند کی مذکورہ بالا اجتماعی مصائب اور مشکلات کے اندر جس قدر حضرت سید احمد بریلوی کے اتباع میں خصوصاً مرکز چمر قند نے حصہ لیا اور لے رہا ہے اس پر سے جب کبھی قدرت کا ہاتھ پردہ اٹھائے گا تو پاکستانی ملت اور حکومت کو اس بات کا اعتراف کیے بغیر چارہ نہ رہے گا کہ مسلمانان ہند کی کسی داخلی جماعت نے ان کے ملی استقلال کے منوانے، دشمنوں کی متحدہ طاقتوں کے مقابلہ میں اسے ہر موقع پر کامیاب بنوانے میں اس قدر حصہ نہ لیا ہوگا جس قدر کہ حضرت سید بریلوی کے متبعین کے اس گروہ نے جو ہندوستان سے باہر یاغستانی پہاڑوں کے اندر چمر قند نامی ایک کالونی میں نہایت گمنامی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ یہی گروہ ہے جس کے مبلغین نے برطانوی عہد میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بھیس بدلتے ہوئے برصغیر ہند کے طول و عرض کے دورے کیے اور متحدہ قومیت کو عہد حاضر کا سب سے بڑا خطرہ ثابت کر کے اس کی لپیٹ سے مسلمانان ہند کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔

② ہندو قوم کے ان منصوبوں کو جو دوران جنگ ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۶ء وہ جاپانی امداد سے برصغیر ہند کے اندر رام راج قائم کرنے اور مسلم ہستی کے مٹانے یا شدھ کرنے کے متعلق باندھے

ہوئے تھی، اپنے خارجی ذرائع سے درہم برہم کرنے میں کامیاب ہونا اس کی منجملہ خدمات میں سے ہے۔

③ الیکشن کی مہموں کو خاص کر ریفرنڈم کی بازی کے جیتنے میں جو اس گروہ نے عہد حاضر کا افضل ترین جہاد سمجھ کر حصہ لیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے پاکستان کا ایک پیسہ خرچ کرائے بغیر پٹھانستان کے فتنے کو بتوفیق خداوندی ختم کیا، یہ اس گروہ حق پرور پر اللہ تعالیٰ کی مخصوص نوازش کی دلیل ہے ۔

شکر خدائے کن کہ موفق شدی بخیر
ز انعام و فضل او نہ معطل گذاشتت
منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیکنی
منت شناس از و کہ بخدمت بداشتت

خدانخواستہ اگر پٹھانستان کا فتنہ بھڑک اٹھتا تو یقیناً پاکستان منصۂ شہود میں آنے سے پہلے ہی عدم کے پردہ میں ہمیشہ کے لیے گمنام ہو جاتا۔ مشرقی پنجاب میں سکھوں کے ہاتھ سے مسلمانوں کو جن قیامت نما مصائب سے دوچار ہونا پڑا ہے اس سے بدرجہا زیادہ پٹھانستان کا فتنہ ان کے لیے نہایت صبر آزما اور مہلک ثابت ہوتا۔ خانہ جنگی کی آگ قبائل آزاد کے ذریعہ بھڑکتی اور سارے پاکستان کو چشم زدن میں بھسم کر دیتی۔ پٹھانستان کے اس فتنہ کی پشت پر چونکہ ہندو قوم کا قارونی سرمایہ اور دولت افغانستان کا قومی رسوخ اور فقیرا پی کا روحانی اقتدار تھا اور ساتھ ہی اس کے مشرقی پنجاب کی طرف سے سکھ قوم اور سکھ ریاست کا عسکری نظام اس کا معاون و مددگار تھا اور پاکستان کے طول وعرض میں کئی ایسے عناصر تھے جو دن رات پاکستان کی ہلاکت اور اس کے لیڈروں کی تباہی کا تماشا دیکھنے کے لیے ساعت شماری کر رہے تھے۔ اس لیے اس فتنہ کے کامیاب ہونے میں کسی سیاسی مفکر کو شک کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ روئیداد پٹھانستان کے شائع ہونے پر قارئین کرام کی معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہو

جائے گا۔(ان شاءاللہ تعالیٰ) دولت پاکستان کا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہونے پایا کہ یہ قیامت نما فتنہ حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کے متبعین کے حسن تدبر اور کوشش سے ھباءً منثوراً ہوگیا۔

بہرحال جب حقیقت حال سے پردہ اٹھے گا تو پاکستان کی حکومت اور اس کی جملہ اسلامی جماعتوں کو خواہ وہ سیاسی ہوں یا مذہبی، ماننا پڑے گا کہ واقعی حضرت سید احمد کے متبعین مرکز چمرقند، سرحد آزاد، علاقہ باجوڑ، مہمند نے ان ساتوں نشان زدہ حوادث کے اندر سب سے زیادہ حصہ لیا اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں مسلم لیگ اور حکومت پاکستان پر کسی قسم کا مالی بوجھ نہ ڈالا بلکہ جو کچھ کیا وہ اپنے محدود ذرائع سے کیا۔الحمدللہ علی ذٰلک۔

راجوری: اس ریاست کو راجور بھی کہتے ہیں۔اس ریاست کا راجہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی کا ہم عصر اگر خان بن کرم اللہ خان نامی تھا جو ۱۲۲۳ھ بمطابق ۱۸۰۷ء میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد برسراقتدار آیا۔ وہ اور اس کی اولاد سکھ راج کے خلاف برابر برسرپیکار رہی۔ یہاں تک کہ حضرت سید احمد صاحب ہندوستانی غازیوں کا ایک بڑا لشکر لے کر ہشت نگر میں اسی سکھ قوت کو درہم برہم کرنے اور اس سے اسلامی ممالک کو آزاد کرانے کی خاطر صوبہ سرحد پشاور پہنچے۔اس دوران راجہ اگر خان موصوف ۱۸۱۹ء میں سلطان زبردست خان نامی کے پاس جو ان دنوں کشمیر کا سب سے بڑا لیڈر اور مظفر آباد ریاست کا مالک تھا بذات خود امداد کے لیے پہنچا۔ وہ اور اس کا بیٹا مرزا حبیب اللہ خان اور اس کا بھتیجا یوسف خان حضرت سید صاحب کی تحریک کی حمایت میں برابر لڑتے رہے اور سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

اس کے بعد اس کا حقیقی بھائی مرزا رحیم اللہ خان برسراقتدار آیا۔ان کو اور ان کی اولاد کو غالباً راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ اور اس کے حلیف انگریزوں سے اپریل ۱۸۴۶ء میں لڑنا پڑا۔ جو ایک معنی میں براہ راست حضرت سید احمد بریلوی قدس سرہ کے خلفاء مولانا ولایت علی اور عنایت علی کی تحریک (آزادئ کشمیر) کی حمایت تھی۔ جب انگریزوں کی مدد سے ڈوگرہ راج کے پاؤں اکھڑتے اکھڑتے دوبارہ کشمیر میں قائم ہو گئے تو جس طرح میجر لارنس نے

سید صاحب کے خلفاء کو گرفتار کروا کر پٹنہ بھجوا دیا تھا اسی طرح اس نے راجہ رحیم اللہ خان کو ریاست راجوری سے نکال کر راقم الحروف کے آبائی شہر وزیر آباد میں اکتوبر ۱۸۴۶ء میں جلا وطن کر دیا۔ یہ خاندان راجہ فقیر اللہ خان بن رحیم اللہ خان کی سر پرستی میں وزیر آباد کی شاہی عمارت تمن برج میں متمکن ہوا اور مسلمانوں کی مقامی خدمات میں نمایاں حصہ لیتا رہا۔ ریلوے سٹیشن کے پاس ایک بڑی جامع مسجد جو نظر آتی ہے وہ انہی راجہ فقیر اللہ صاحب کی یادگار ہے۔

موجودہ جہاد کشمیر اور خاندان راجوری: راجہ فقیر اللہ خان اور ان کے لائق فرزند راجہ عطا اللہ خان کی دینداری اور خدا پرستی کی روایات اب تک زبان زد خلائق ہیں۔ آج اس خاندان ذی شان کا سب سے بڑا سر پرست راجہ محمد عبداللہ خان ہے۔ جوں ہی ڈوگرہ راج کے خلاف آواز اٹھی تو راجہ صاحب موصوف اور ان کا تمام خاندان وزیر آباد سے راجوری کی سرحدوں میں بنفس نفیس پہنچا اور وہاں اپنی راجہ برادری کے چھوٹے بڑے کو دشمن سے مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا اور شدت سے اس کام میں حصہ لیا۔

جب آزاد کشمیر مسلم سٹیٹ کے جنگی محکمہ کی کسی غلطی سے راجوری میں مسلمانوں کی شکست کے آثار نمایاں ہوئے تو یہ راجہ محمد عبداللہ خان اور اس کے خاندان کی جانفشانی کا نتیجہ ہے کہ وہ شکست یقینی فتح میں بدل گئی۔ شروع سے اس وقت تک اس جہاد میں اپنی طاقت سے بڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اگر اس خاندان کا کوئی رقیب اس کی کوششوں پر پردہ ڈالنا چاہے تو حقیقت حال چھپ نہیں سکتی۔ ہماری پرزور سفارش ہے کہ اس خاندان کی خدمات کا اعتراف کیا جائے اور مناسب وقت آنے پر راجوری کی ریاست اس کے قدیم ورثائے خاندان راجہ رحیم اللہ خان مرحوم کے سپرد کی جائے۔ ٹھیک اسی طرح جیسا کہ نواب قطب الدین خان آف ٹانک ڈیرہ اسماعیل خان کو اس کے باپ دادا کی ریاست کا نصف سے زیادہ حصہ جو انگریزوں نے ان کی مجاہدانہ تحریکات کی بنا پر ضبط کر رکھا تھا پاکستان حکومت نے جیسا کہ سننے میں آیا ہے اس کی وفاداری کی بنا پر اسے واپس کر دیا ہے۔

باب سوم

جہادِ کشمیر کے اسباب

جہادکشمیر کے سیاسی وجوہات پر بہت سے اہل قلم نے روشنی ڈالی ہوگی۔اس لیے میں ان کو نظرانداز کر کے فقط ان اسباب کا یہاں ذکر کرتا ہوں جنہیں اس مقدس جہاد کی علت العلل قرار دیا جاسکتا ہےاور وہ قوم ڈھونڈ اور کڑال میں زمانۂ قدیم سے ہرکارخیر کے میدان میں گویا مسابقت لے جانے کا جذبہ ہے۔

کڑال اور ڈھونڈ: اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ دونوں قومیں جوایک دوسرے کی پڑوسی اور پلوان شریک ہیں، قدیم زمانے سے سید احمد شہید کی مقدس انقلابی تحریک کی حامی چلی آ رہی ہیں۔ ان دونوں میں ہرکارخیر میں بالعموم اور جہاد فی سبیل اللہ اور انقلابی تحریکات میں بالخصوص آگے بڑھنے کا جذبہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہےاور چونکہ یہ جذبہ زیرفرمان:

۞ ﴿ وَ سَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (آل عمران : ۱۳۳)

''اپنے رب کی مغفرت کی طرف جلدی کرو۔''

دربارلم یزل کی انتہائی مقبولیت کا شرف رکھتا ہے، اس لیے اس جذبہ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

جونہی اگست ۱۹۴۶ء میں کلکتہ اور کلکتہ کے فوراً بعد بنگال کے مختلف اضلاع بردوان، بیربھوم وغیرہ میں مسلم کشی اور آسام میں مسلم آزاری کے زہرہ گداز واقعات شروع ہو گئے اور اس وقت مسلمانوں کا کوئی پرسان حال معلوم نہ ہوتا تھا کہ ان کی دادخواہی کر سکے تو راقم الحروف نے اس آگ کو بجھانے کے لیے حکومت ہند پر سرحدی دباؤ ڈالنے کی ترکیب سوچی اور عبدالکریم خان جو سرحد آزاد علاقہ باجوڑ کا رہنے والا اور بچپن سے میرا رفیق ہے اور میرے تعلق کی وجہ سے تمام قبائل آزاد میں کوہ سیاہ سے لے کر وزیرستان تک اور افغانستان میں کافی

اعتبار رکھتا ہے اور مرکز چمرقند کا ذمہ دار رکن بھی ہے، اسے میں نے سرحد آزاد میں تبلیغ پر مقرر کیا تا کہ جگہ جگہ سے اس ظلم عظیم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرائے اور حکومت ہند پر زور ڈلوائے کہ وہ اس ظلم کا دروازہ بند کرائے۔ نیز اسے یہ ہدایت کی کہ قبائل آزاد کے دورے سے جلد فارغ ہو کر علاقہ کڑال میں پہنچے اور اس قوم کو میری طرف سے یہ پیغام دے کہ وہ اپنے وطن کے ہندوؤں اور سکھوں کا ایک معتبر وفد گاندھی جی، نہرو اور پٹیل وغیرہم کے پاس بھجوائے کہ وہ ان سے درخواست کریں کہ وہ اپنے اثر ورسوخ سے ہندوؤں اور سکھوں کو اس مسلم کشی اور مسلم آزاری کی پالیسی سے روکیں اور ان کے کان کھولیں کہ اگر ہندوستان میں مسلم آزاری کی یہ تحریک بند نہ ہوئی تو اس کا ردعمل ضرور صوبہ سرحد، پنجاب، بلوچستان اور سندھ وغیرہ میں بھی شروع ہو جائے گا اور کیا عجب کہ جن جن صوبوں کے اندر مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ہندو کشی بھی شروع ہو جائے اور پھر معاملات قابو سے باہر ہو جائیں۔

کڑال قوم نے میری اس بات کو دل کے کانوں سے سنا اور فوراً اس پر عمل کیا۔ جس کا ردعمل یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے ہاں کے معتبر سکھوں کو بلا کر اپنی معروضات ان پر پیش کیں۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے ہم وطن مسلمانوں کی جائز شکایات کو گاندھی جی، نہرو وغیرہم کے کانوں تک پہنچاتے وہ سیدھے ڈاکٹر خان کے پاس پہنچے اور اس کو کڑالیوں کے خلاف سخت بھڑکایا۔ یہاں جان لینا چاہیے کہ جیسے کڑال قوم صوبہ سرحد اور پنجاب کی شجاع ترین جنگی قوموں میں شمار کی گئی ہے ویسے ہی کڑال کے سکھ تمام صوبہ سرحد کے اضلاع کا اور راولپنڈی میں اپنے وقت کے ہری سنگھ نلوہ مانے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر خان نے کشمیر اور پونچھ کی ڈوگرہ ریاست کے لیے جنوب مغربی دروازہ کا پہرہ قرار دے کر قوم مذکور کو ہر قسم کے اسلحہ کی بہم رسانی کی جملہ سہولتیں بہم پہنچانے اور کڑال کی مسلم آبادی کو نہتا کرنے میں قطعاً دریغ نہیں کیا تھا۔ حفظ امن کی دفعات کے تحت کڑالی مسلمانوں کی خانہ تلاشیاں ہوتی تھیں، چھری تک ان کے گھروں میں نہ چھوڑی گئی۔

کڑال اور سرکاری فوج: ڈاکٹر خان نے اسی پر بس نہ کی بلکہ اپنے ہندو آقاؤں کے زیادہ سے زیادہ مقرب اور اعتباری بننے کی خاطر مذکورہ سکھ وفد کو سرکاری امداد کا وعدہ دلایا۔ وفد کا گھر پہنچنا تھا کہ چند روز بعد ان کے پیچھے فوج کا سکھ سورماؤں کا دستہ وہاں پہنچ گیا۔ اگرچہ کڑالی مسلمانوں کے پاس ایک بھی رائفل نہ تھی مگر ایمان کی قوت اور عزم راسخ اور سب سے بڑھ کر غیرت ملی کا سرمایہ ان کے پاس کافی تھا۔ پتھروں کی پناہ لے کر دن کو حملے اور رات کو شبخون کی حکمت عملی نے سرکاری فوج پر ایسا خوف اور رعب طاری کر دیا کہ وہ نقصان کے ساتھ پسپا ہونے بلکہ جھوٹ سچ جوڑ کر واپس چلے جانے پر مجبور ہوگئی۔ سرکاری فوج کی یہ پسپائی بہت عبرت انگیز ثابت ہوئی۔ کڑال علاقہ میں سکھوں کی مشہور قلعہ نما گڑھیاں موشع ملاچ، موڑی پرپین، چک امروٹہ، پیرکوٹ، دستوڑہ، پیل، جادہ، موہاڑی، دھڑکاں ناڑہ، تتریلہ، بھگنوتر مکول، سجکوٹ، لورہ، ڈبران، پسالہ نگری، باغن وغیرہ میں تھیں، ان کو اپنی گڑھیوں پر بڑا ناز تھا کہ اسے کوئی طاقت فتح نہیں کر سکے گی۔ سرکاری فوج کا واپس جانا تھا کہ راتوں رات تمام کے تمام سکھوں نے جو نقد مال اٹھا سکے اٹھا لیا باقی سب چھوڑ کر بھاگ نکلے، جب تک وہ سب سے بڑے مستقر راولپنڈی شہر میں نہ پہنچنے پائے راستہ میں کہیں دم نہ لیا۔ قدرت نے ان کے ساتھ اس موقع پر کڑال قوم کے ہاتھوں وہی معاملہ کیا جو مدینہ منورہ کی اسلامی جماعت کے ہاتھ سے یہود کے بنونضیر قبیلہ کے ساتھ برتا تھا۔ جن کا ذکر سورۃ الحشر میں ہے:

﴿مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ﴾

(الحشر: ۲)

''تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ (کبھی اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور خود انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے۔ سو ان پر اللہ (کا عذاب)

ایسی جگہ سے پہنچا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھر کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے۔ سوائے دانشمندو! (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو۔''

چونکہ صوبہ سرحد کے تمام اضلاع ہزارہ، مردان، پشاور، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان اور دور و نزدیک کے کوہستان کے کرتا دھرتا کڑال کے یہی سکھ سورما مانے جاتے تھے، چنانچہ ان کا گھروں سے نکلنا تھا کہ تمام صوبہ سرحد کے اندر آناً فاناً اس واقعہ کی خبر پہنچ گئی۔ ہر جگہ سے سکھوں نے بھاگنا اور راولپنڈی میں جو پنجاب اور صوبہ سرحد میں ان کا سب بڑا مرکز تھا جمع ہونا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر خان نے ہر چند سکھوں کی دلجمعی کی مگر سکھ ایسے حواس باختہ ہو چکے تھے کہ بڑے سے بڑے لیڈر کی ہمت افزائی کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ڈاکٹر خان نے مسٹر سٹین نامی انگریز ڈپٹی کمشنر ایبٹ آباد کو کڑال بھیجا۔ اس نے گیارہ ہزار روپیہ مجموعی جرمانہ قوم پر لگایا اور ان کے چیدہ چیدہ لیڈروں کو اپنے ساتھ لے جا کر ایبٹ آباد جیل میں زیر دفعہ ۱۲۰۔ب اور ۳۰۲۔ ۳۰۸ بند کر دیا۔ ان میں چند مشہور لیڈروں کے نام درج ہیں:

① سردار محمد سرور خان از اولاد غازی و شہید سردار حسن علی خان از موضع دیوال سنال۔
② سردار شیر محمد خان مع اپنے دو بیٹوں کے از قریہ دیوال سنال۔
③ سردار عبداللطیف خان۔
④ سردار محمد اشرف خان جنرل سیکرٹری مسلم لیگ کڑال ''ناڑہ''۔
⑤ سردار شیر افضل خان از موضع سجکوٹ۔
⑥ سردار افضل داد خان نگری۔
⑦ سردار محمد اسلم خان۔

کڑال اور سرکاری فوج کے تصادم میں فقط ایک شخص محمد یونس شاہ از اولاد غازی حسین شاہ از موضع نگری پائیں دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مرتبۂ شہادت پر فائز ہوا۔ محمد یونس شاہ شہید

ہی اس تحریک کا بانی مبانی تھا۔

تخلیہ وطن کا فائدہ: علاقہ کڑال جس کی حدود بہت دور تک براہ راست ریاست کشمیر سے متصل چلی گئی ہیں، سکھوں کے سیاسی خطرات سے وہ اور کشمیر اس کے گردونواح کی ریاستیں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگئیں۔ ورنہ مجاہدین اسلام کو جو اس وقت ہر طرف سے خالی الذہن ہوکر کشمیر کے محاذ پر دشمن کے مقابلہ میں کھڑے تھے، اپنی قوت اور وقت کا کافی حصہ اس اندرونی خطرے کے دبانے پر صرف کرنا پڑتا اور باہر کے دشمن کے ساتھ پورے اطمینان اور انہماک سے نہ لڑ سکتے۔

اقتصادی فائدہ سکھوں کے انخلائے وطن سے یہ ہوا کہ کڑال قوم جو صدیوں سے سکھوں کی اقتصادی غلامی میں جکڑی ہوئی پشت بہ پشت سودی قرضوں کا سود ادا کرتی ہوئی اور ہر قسم کے بیوپار اور تجارت سے محروم چلی آ رہی تھی، اسے اب فرصت پیدا ہوگئی کہ تجارت، صنعت و حرفت، تعلیم وٹھیکداری غرض باعزت زندگی کے تمام شعبوں کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور ان میں خاطر خواہ ترقی کرنے کا موقع مل گیا:

﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾

کڑال قوم کا قابل تقلید ایثار: اس دوران ایبٹ آباد کا ڈپٹی کمشنر اور دوسرے حکام ضلع کئی مرتبہ کڑال میں آئے اور ہندو وسکھ قوم کی زمینوں کو آباد کرنے کی ترغیب دی۔ مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ یہ ان مہاجرین بے پناہ کا حق ہے جو صوبہ بہار سے ہندو مظالم کا شکار ہوکر صوبہ سندھ میں دربدر خاک بسر ہو رہے ہیں۔ یہ ایثار ان کا قابل مثال ہے۔ یہ تقویٰ اور پرہیز گاری اس قوم میں کہاں سے آ گئی؟ یہ ان پر حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور ان کے خلفائے کرام کی روحانیت کا اثر ہے جو ان کو اپنے اسلاف سے ورثہ میں نسلاً بعد نسل ملتا چلا آ رہا ہے۔ کیا پاکستان کے کسی خطہ میں ایسی شجاع اور صداقت شعار قوم ملتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس قوم کے روابط شروع سے لے اب تک حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کی تحریک کے ساتھ

برابر چلے آ رہے ہیں۔ سرحد آزاد کے اندر ۱۸۳۱ء سے لے کر اب تک جتنی جنگیں سکھوں اور انگریزوں کے خلاف لڑی گئی ہیں ان سب میں اس قوم کا برابری کا حصہ چلتا آیا۔ عبدالحمید خان، عبدالرحمان خان، عبدالکریم خان، ساکنان پسالہ اور باغن پھانسی چڑھائے گئے۔ محض اس جرم پر کہ نتھیا گلی کے جنگلوں میں راہ گزرتے گورا سپاہیوں کو جان سے مار کر ان کی بندوقیں مرکز مجاہدین میں سرحد پار پہنچایا کرتے تھے۔ کیا اراکین دولت پاکستان اس عدیم المثال کردار والی، خالص اسلام پرست، شجاع قوم کی خداداد قابلیتوں سے اپنے موجودہ مصائب میں استفادہ کرنے کی طرف توجہ نہ کریں گے؟

کڑال اور جہاد کشمیر: کڑال اور ڈھونڈ دونوں ہم جوار قومیں انیسویں صدی سے لے کر اب تک حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کی مقدس تحریک کی حمایت میں حصہ لیتی رہیں۔ کڑال قوم حسب روایات سابقہ جہاد کشمیر کے سب سے اگلے مورچوں میں اپنی پڑوسی دوست دار قوم ڈھونڈ کے ساتھ دوش بدوش ڈوگرہ اور سکھ افواج پر قیامت برپا کرتی ہوئی ضرور دیکھی جاتی مگر اسلحہ کی نایابی اور ناداری نے اس غیور قوم کو اس طرح اس جنگ میں حصہ نہ لینے دیا جس طرح کہ ڈھونڈ اور مرکز چمرقند کے مجاہدین کو نصیب ہوا۔ ان کے پاس اسلحہ نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ انگریزی علاقہ میں آباد تھی۔ بخلاف ڈھونڈ کے کہ وہ انگریزی علاقہ کے علاوہ ریاست پونچھ میں زیادہ تر آباد ہیں۔ ریاستوں میں اسلحہ کا ملنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت برطانوی علاقہ کے۔ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ڈاکٹر خان وزیر صوبہ سرحد کی ہندونواز پالیسی نے ان کے پاس جو تھوڑا بہت اسلحہ تھا وہ بھی چھین لیا۔

سردار عبدالقیوم خان نے جب اس پر پونچھ کے مختلف محاذوں پر ماہ جون اور جولائی ۱۹۴۸ء میں ہندوستانی اور ڈوگرہ فوج کا غیر معمولی زور پڑا، راقم الحروف سے اپیل کی کہ میں اسے ایک ہزار نوجوان کڑال قوم سے بہم پہنچاؤں۔ تھری ناٹ تھری کی ۱۲۰۰ رائفل مع ایک بڑے ذخیرۂ کارتوس کے اس کے ہاتھ میں مال غنیمت کے طور پر آئیں۔ وہ چاہتا تھا کہ کڑال والوں کو مسلح

کر کے شریک جہاد کر دے مگر یہ اسلحہ میرے رو برو اور میری ضمانت پر دیا جانا تجویز ہو چکا تھا۔ جب میں اس غرض سے کراچی سے پونچھ جا رہا تھا تو راہ میں پولیس نے مجھے روک لیا۔ کڑال کے ایک ہزار نوجوانوں سے پہلا جتھہ دوسو جانبازوں کا عبدالغنی خان قصوری کے ہمراہ کوہالہ پہنچ گیا مگر افسوس میں اپنی گرفتاری کی وجہ سے بروقت نہ پہنچ سکا اس لیے انہیں مسلح کرنے کا کام انجام نہ پا سکا اور بادل نخواستہ ان جانبازوں کو واپس جانا پڑا۔

میجر خورشید انور خان اور کڑال: اگرچہ کڑال قوم اسلحہ نہ ہونے کی وجہ سے جہاد کشمیر کے کسی مورچہ میں جنگی خدمات انجام نہ دے سکی مگر جوں ہی میجر خورشید انور خان نیشنل گارڈ پاکستان کے افسر، کشمیر والے، مسلم بھائیوں کے غم میں شریک اور ہمدردی کا حق ادا کرنے کے لیے ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء ضلع ہزارہ کی حدود میں داخل ہوئے تو وہاں سب سے پہلے جس قوم کو اپنی پذیرائی اور خدمت گزاری کے لیے موجود پایا وہ یہی کڑال قوم تھی۔ افسر مذکور نے ان میں سے تین سربازوں کا انتخاب کیا جو پہاڑی راستوں سے خوب واقف تھے، انہیں کوہالہ بھیجا تاکہ وہ ایسا مقام تلاش کریں جو جنگی نقطۂ نظر سے نہایت سنگین اور ناقابل تسخیر مورچے کا کام دے سکے۔ چنانچہ یہ لوگ گئے اور ڈنہ کوچیلی (Danna Kochli) مقام تجویز کر کے افسر موصوف کو اس سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی۔ افسر موصوف نے ان میں سے دو تجربہ کار جنگی سپاہیوں کو اپنے پاس رکھ لیا اور باقی کو اسلحہ کی کمی کا عذر کر کے شکر گزاری کے ساتھ واپس کر دیا اور انہیں امید دلائی کہ اولین فرصت میں جونہی دشمن سے اسلحہ مال غنیمت میں ہاتھ آیا ان کو بلایا جائے گا۔ وہ دو جنگی سپاہی جو اس نے اپنی گارڈ کے لیے اپنے پاس رکھ لیے اور جنہوں نے ہر اس کمانڈر کے ساتھ مل کر باڈی گارڈ کے فرائض انجام دیے جو افسر موصوف کی جگہ اب تک آتے رہے ان کا نام صوبیدار لال خان از موضع ناڑہ اور جمعدار دوست محمد خان از موضع سجکوٹ علاقہ کڑال ہیں۔ کڑال قوم کے وہ لیڈر جنہوں نے افسر موصوف کے ساتھ مل کر جہاد کشمیر کی مقدس تحریک کی بنیاد ڈالنے میں حصہ لیا ان میں سے چند ایک نام مندرجہ ذیل ہیں:

① سردار زین محمد خان صدر مسلم لیگ کڑال۔
② سردار محمد اسلم خان نائب صدر۔
③ سردار محمد اشرف خان سیکرٹری۔
④ صوبیدار علی اکبر خان ممبر مال۔
⑤ صوبیدار علی اکبر خان ثانی از موضع گوزہ۔
⑥ عالی قدر عزت مآب سردار جلال الدین خان مینجر ٹرانسپورٹ کمپنی ایبٹ آباد۔
⑦ صوبیدار لال محمد از موضع ناڑہ۔
⑧ جمعدار دوست محمد خان موضع سجکوٹ۔
⑨ سردار محمد اشرف خان صوبیدار موضع ڈبران۔
⑩ سردار دوست محمد خان از سجکوٹ۔
⑪ سردار مصنف خان از مکول۔
⑫ سردار شیر محمد خان ولد سمندر خان از ماڑی۔
⑬ سردار علی اکبر خان ولد آزاد خان از موضع گگروتڑ۔
⑭ صوبیدار لال اکبر خان از ڈبران۔
⑮ سردار عبدالرحمان خان از نگری بالا۔
⑯ سردار عبدالخالق خان از اولاد نواب سردار نواب خان۔
⑰ سردار سمندر خان ولد فتح خان از دیوال منال۔
⑱ سردار محمد افضل خان از موضع باگن۔
⑲ سردار محمد سرور خان ولد گلاب خان از اولاد شجیع شہید غازی سردار حسن علی خان از قربہ دیوال منال۔
⑳ سردار میر افضل خان از موضع نگری۔

㉑ سردار خان زمان خان ولد انور شیر خان از موضع نگری پائیں۔
㉒ سردار محمد ظہور خان ولد عبدالرحمان خان از موضع ڈبران۔
㉓ سردار عبداللطیف خان از موضع سجکوٹ۔
㉔ فضائل ہمراہ مولانا محمد سنبھ والوی روحانی و مذہبی لیڈر جمیع افراد قوم کڑال۔
㉕ مولوی عبدالقادر از قریہ نروانہ۔

سردار جلال الدین خان سرکردہ قوم کڑال: قوم کڑال کے سیاسی لیڈروں میں جو شخص ایثار اور ولولۂ جہاد کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا وہ سردار جلال الدین خان ہے۔ وہ جہاں اپنی قوم کے لیے موجب صد فخر و تحسین ہے وہاں اس کا وجود اسلام کی ہر مقدس تحریک کے لیے سارے اخراجات کا کفیل ہے۔ وہ ضلع ہزارہ کی طرف سے صوبہ سرحد پشاور میں اسمبلی کا ممبر اور ایبٹ آباد میں ٹرانسپورٹ کمپنی کا مینجر تھا۔ ۲۲/اکتوبر ۱۹۴۷ء سے جب جہاد کشمیر کا مظفر آباد کی طرف آغاز ہوا سردار مذکور کی تمام کاریں بسیں لاریاں اور ٹرک دن رات مجاہدین کی خدمت کے لیے وقف تھے۔ چونکہ وہ اپنی غیور قوم کا سب سے بڑا نمائندہ تھا اس کی شبانہ روز شمولیت جہاد کشمیر کو اگر ساری قوم کی شمولیت کا قائم مقام قرار دیا جائے تو یہ سیاسی مفکرین کے نزدیک ان شاء اللہ تعالیٰ خالی از مبالغہ سمجھا جائے گا۔

ڈھونڈ قوم اور جہاد کشمیر: ڈھونڈ قوم ایسی نہ تھی کہ اپنی قدیم ہمسایہ قوم کڑال کے مذکورہ بالا امور سے ننگ اور عبرت نہ پکڑتی اور اپنے لیے کوئی ایسی اجتماعی خدمت تجویز کیے بغیر رہتی جو کڑال سے بڑھ کر تمام مسلمانان ہند کے لیے قابل رشک اور قابل تقلید ہوتی اور اس کے فیوض اور برکات سے نہ صرف مسلمانان پونچھ اور کشمیر بلکہ عالم اسلام کا ہر ایک خطہ بہرہ مند ہوتا۔ مسلمانان پاکستان کے ہاں ضرب المثل مانی جاتی۔

اس قوم میں قربانی کا یہ جذبہ کس نے پھونکا؟ اس کا جواب وہی ہے جو کڑال قوم کے تذکرہ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس قوم کو بھی حضرت سید صاحب کے خلفاء سے صحبت یافتہ ہونے کا

شرف حاصل ہوا اور انیسویں صدی میں کڑال قوم کی رفاقت میں حضرت مولانا عنایت علی اور ولایت علی رحمہما اللہ کی سرپرستی میں مدتوں سکھوں اور ڈوگروں کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا کرنے کا موقع نصیب ہوا۔

ڈھونڈ قوم کا ایک سر باز نوجوان: ڈھونڈ قوم کے ایک نوجوان نے گزشتہ عالمگیر جنگ ۱۹۳۹ء۔۱۹۴۶ء کے دوران افریقہ، ایشیاء کے مختلف محاذوں پر جنگی خدمات بجالانے اور جنگی شعور اور تجربہ حاصل کرنے کا کافی وقت پایا۔ اسے بیت المقدس میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ وہاں وہ اپنے وطن (پونچھ اور کشمیر) کی زبوں حالی پر کڑھتا ہے اور اس مقدس گھر میں خدائے قدوس کے حضور گڑگڑاتا ہے اور سجدہ میں پڑ کر مقدس وعدہ کرتا ہے کہ اگر وہ صحیح سلامت وطن کو لوٹے تو جب تک اسے ڈوگرہ راج سے نجات دلا کر دوبارہ دارالاسلام نہ بنا لے گا، آرام نہ کرے گا۔ کوئی اس کا ساتھ دے یا نہ دے مگر وہ اپنا فرض ادا کیے بغیر نہ رہے گا۔ چنانچہ جب ۱۹۴۶ء میں جنگ کے خاتمہ پر ملازمت سے سبکدوش ہو کر اپنے گھر موضع مکھیالہ (باغ، پونچھ) میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کی خوش قسمتی سے اس کی غیر حاضری میں وطن میں کافی بیداری پیدا ہو چکی ہے۔ جموں و کشمیر کے علاقہ میں چوہدری غلام عباس خان اور حمید اللہ خان اور سردار محمد ابراہیم خان، بیرسٹر سید محمد یوسف شاہ کی جدوجہد کی برکت سے اور میر پور اور پونچھ میں مولانا عبدالحی صاحب محدث اور مولوی گوہر رحمان صاحب اور خاص کر سید علی اصغر شاہ، مولوی محمد بخش صاحب اور پیر شمشاد شاہ اور مظفر حسین شاہ کی تبلیغی کوششوں سے ہر جگہ ڈوگرہ راج کے خلاف ایک ہمہ گیر شورش برپا ہے۔ یہاں یہ جان لینا چاہیے کہ میر پور اور پونچھ کے مذکورہ بالا مذہبی پیشوا اور سادات مشائخ سب کے سب پشت بہ پشت حضرت سید احمد بریلوی کی مقدس تحریک سے مربوط چلے آتے ہیں۔

اس انقلابی تحریک کو جو پونچھ اور کشمیر میں سیاسی لیڈروں اور مذہبی اور روحانی پیشواؤں کی سرپرستی میں برق رفتاری کے ساتھ پھیل رہی تھی، ڈوگرہ راج کی ہندو نواز اور مسلم آزار پالیسی

نے پٹرول کا کام دیا۔ ایک ہی وقت میں مسلم آبادی سے اسلحہ چھین کر اسے دن بدن نہتا اور کمزور اور دوسری طرف ضبط شدہ مسلم اسلحہ اور جدید اسلحہ سے ہندو قوم کو مسلح اور طاقتور بنایا جا رہا تھا۔ نت نئے ٹیکس لگانے کے لیے کوئی میدان تھا تو صرف مسلمان تھے۔ ڈوگرہ، سکھ، راجپوت وغیرہ سب ان جدید ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھے۔ مسلم آبادی ڈوگرہ راج کے مظالم سے جاں بلب ہو رہی تھی۔ وہ فریاد کرتی تھی مگر کوئی اس کی فریاد سننے والا نہ تھا۔

۳ جون ۱۹۴۷ء کو برصغیر ہندوستان کی آزادی کا اعلان بیک وقت لندن اور وائسرائے کی شاہی عمارت سے کیا گیا۔ ریاست جموں وکشمیر اور پونچھ کے خاص وعام کو اس اعلان سے یقین ہو گیا کہ برطانوی اقتدار کے ختم ہوتے ہی امرتسر کا معاہدہ ۱۸۴۶ء والا بھی ختم ہو جائے گا۔ جس کی رو سے جموں وکشمیر اور پونچھ وغیرہ کا زرخیز ملک ڈوگرہ راج کے قبضہ میں آیا تھا اور اس طرح تمام قدیم اسلامی علاقہ کو بغیر کسی کی منت سماجت کے اور بغیر ایک قطرۂ خون گرانے کے قدرتی طور پر آزاد ہونے اور دوبارہ دارالاسلام بننے کا شرف حاصل ہو جائے گا۔

مگر بدقسمتی سے اس دوران کانگرس کے چوٹی کے لیڈر یکے بعد دیگرے راجہ ہری سنگھ کے پاس پہنچے اور بڑے بڑے سبز باغ دکھا کر اسے ہندوستان سے ملحق ہونے کی ترغیب دی اور اس کے مذہبی تعصب کو مسلم رعایا کے خلاف جہاں تک ان سے بن پڑا خوب بھڑکایا۔ ادھر مسلمانوں نے جو ملک کی آبادی کا سب سے بڑا عنصر ہیں راجہ سے قدرتی اسباب کی بنا پر پرزور مطالبہ کیا کہ وہ پاکستان سے ملنے کا فوری اعلان کر دے ورنہ انجام اس کا اچھا نہیں ہوگا۔ مگر راجہ مذکور کو مذہبی تعصب اور کانگریس کی طرف سے ہر قسم کی بے دریغ امداد کی امید نے مسلمانوں کے مطالبہ سے متفق نہ ہونے دیا۔

ڈھونڈنو جوان کی تبلیغ کا خلاصہ: پونچھ کے نوجوان جس نے بیت المقدس میں خدائے قدوس سے اپنے وطن کو ڈوگرہ راج سے نجات دلانے کا وعدہ کیا تھا جونہی سنا کہ اس کی ہمسایہ کڑال قوم مولانا محمد صاحب سنبھالوی اور غازی عبدالکریم خان رکن جمعیت عالیہ مجاہدین ہند مرکز چمرقند

کے ایما پر زور وشور سے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاریاں کر رہی ہے تو یہ حمیت افزا خبر اس کی ایمانی غیرت پر ایک تازیانہ ثابت ہوئی۔ اس نے اپنے ملک کا طوفانی دورہ کیا اور مرکزی جگہوں پر جلسے منعقد کیے۔ ہر جلسہ میں سامعین کی تعداد پانچ چھ ہزار سے کم نہ ہوا کرتی تھی۔ اس نے قوم سے جو اپیل کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

''ایسا قیمتی موقع سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہم پہنچایا ہے۔ اس کی قدر کرو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ اور ہر قیمت پر اپنی غلامی کا خاتمہ کرو اور اپنے اسلاف کی ان روایات کو زندہ کرو جنہوں نے حضرت سید احمد بریلوی اور ان کے بعد ان کے خلفاء کی سرپرستی میں اپنی ہمسایہ قوم کڑال کے ساتھ مل کر سکھ اور ڈوگرہ راج سے اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لیے مدت مدید تک جہاد فی سبیل اللہ کا سلسلہ جاری رکھا۔''

سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے پونچھ کے محبّ وطن نے حاضرین سے مزید کہا کہ

''مسلم قوم کے متعلق انگریز اور ہندو قوم کی پالیسی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انگریز کی پالیسی یہ تھی کہ وہ مسلم قوم کو زیادہ سے زیادہ کمزور بنائے اور کمزور رکھے۔ مگر وہ کلیۃً اس قوم کی ہستی کو مٹانا اپنے پولیٹکل اغراض کے منافی سمجھتا تھا۔ ہندوستان کی غیر مسلم اقوام خصوصاً ہندو اور سکھ کے میزان کو درجۂ اعتدال پر رکھنے کے لیے مسلم قوم کا زندہ اور باقی رکھنا اگرچہ بصورت ضعف ہی سہی اپنا فرض سمجھتا تھا۔ برطانیہ کے چلے جانے کے بعد ہندو قوم کے لیے اس بات کی سرے سے ضرورت ہی نہیں کہ وہ مسلم قوم کو زندہ رہنے کا حق دے۔ مسلم قوم کے متعلق اس کا یہ عقیدہ ہے کہ جب تک وہ یعنی مسلم قوم میرے پہلو میں زندہ اور سلامت ہے ہندو قوم نہ زندہ رہ سکتی ہے اور نہ کوئی ترقی کر سکتی ہے۔ مسلم قوم کی موت پر وہ اپنی زندگی کا بقا سمجھتی ہے۔'' اور کہا کہ

''ڈوگرہ قوم اور ڈوگرہ راج جونہی اپنے آپ کو کسی بالادست طاقت کی مسئولیت سے آزاد سمجھے گا تو اس کا پہلا کام یہی ہوگا کہ اس ملک سے اسلام اور اہل اسلام کا نام و

نشان مٹا دے، پھر کوئی دوسرا کام کرے۔ اٹھو اور وقت سے فائدہ اٹھاؤ پیشتر اس کے کہ تم مرو، دشمن کو مار ڈالو۔''

پونچھ کے محبّ وطن نے اپنی ہمسایہ قوم کڑال کی ۲ جنوری ۱۹۴۷ء والی خدمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی قوم کو غیرت دلائی اور کہا:

''دیکھو کڑال قوم ہم سے زیادہ نہتی اور اسلحہ کی طرف سے بالکل تہی دست ہے۔ باایں ہمہ اس نے برطانوی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اسے پسپا کر دکھایا اور سکھوں جیسی زبردست مسلح قوم کو اپنے وطن سے نکال بھگایا۔ اب جگہ جگہ وہاں جہاد کا چرچہ سننے میں آ رہا ہے۔ ڈوگرہ راج سے ہمیں ہرگز مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ہم اللہ پر توکل کریں اور اپنے ذہنوں کو بیرونی امداد کی امید سے خالی کر کے محض جہاد فی سبیل اللہ کو شرعی طور پر فریضہ ادا کرنے کی نیت سے ڈوگرہ راج کے خلاف ہتھیار اٹھائیں تو یقیناً ہماری ہر قسم کی بے سروسامانی کی موجودگی میں اللہ کی غائبانہ امداد ہماری دستگیری کرے گی۔''

ڈوگرہ راج اور ڈھونڈ قوم کا باہمی تصادم: جون ۱۹۴۷ء سے لے کر جولائی ۱۹۴۷ء کے آخر تک ڈوگرہ راج کے خلاف اعلانیہ جلسے ہوتے رہے۔ فیصلہ ہوا کہ اب راجہ کو زمین کا مالیہ نہ دیا جائے۔ ڈوگرہ راج کی طرف سے جلسوں پر پابندی لگا دی گئی اور ڈوگرہ سپاہیوں کو عام اجازت دی گئی کہ وہ جو چاہیں مسلمانوں کے خلاف کارروائی کریں۔ اس پر تحصیل باغ میں جولائی ۱۹۴۷ء کے آخر میں باوجود ممانعت کے ایک بھاری جلسہ منعقد ہوا۔ پولیس کا دستہ ہر قسم کے اسلحہ سے مسلح ہو کر لیڈروں کی گرفتاری کے لیے پہنچا۔ قانون دان حضرات نے اس سر پھرے نوجوان کو بہت زیادہ سمجھایا کہ وہ اپنے تئیں پولیس کے حوالے کر دے اور راج کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے، اسے تسلی دلائی کہ ہم مفت قانونی چارہ جوئی کریں گے۔ ہم لوگ نہتے ہیں۔ راج کا مقابلہ کرنے سے بالکل عاجز ہیں۔ دوراندیشی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم لوگ قانون کی حدود میں

رہ کر اپنے حقوق کا مطالبہ کریں اور راج کے سر نہ چڑھیں ورنہ ڈوگرہ سپاہی ہماری بستیوں کو جلا دیں گے۔ ہماری بہو بیٹیوں کو ہمارے گھروں میں گھس کر بے آبرو کریں گے۔ ہمیں گھر بار چھوڑ کر سوائے بھاگنے اور راولپنڈی اور جہلم میں پناہ لینے کے کوئی چارہ نہ رہے گا۔

اعتدال پسند پارٹی نے راج کی مخالفت سے باز رکھنے میں کوئی دقیقہ ہمت اور تدبیر کا اٹھا نہ رکھا مگر اس محبّ وطن اور اس کے ساتھیوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ انہوں نے اپنی زندگی سے گزر جانے کی ٹھان لی اور اپنے قانون دان اعتدال پسند دوستوں کے روبرو حلف اٹھایا کہ وہ اپنے تئیں زندہ ہرگز پولیس کے حوالے نہ کریں گے اور جو وعدہ ہم نے اپنی قوم کو مشرکین سے نجات دلانے اور اپنے محبوب وطن کو دارالاسلام بنانے کے متعلق اپنے رب سے کیا ہے اسے ہر صورت میں پورا کریں گے۔ ہمیں قوم پر نہیں بلکہ خالق تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ چاہے ہم کچھ نہ کر پائیں مگر اس سے ہمارے اسلاف کی روایات تو زندہ ہو جائیں گی۔ بستی کے سفید ریشوں نے بھی بہت سمجھایا کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا، راج کا مقابلہ نہ کرو ورنہ ایسی بگڑے گی کہ بنائے نہ بنے گی۔ اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ ورنہ صدہا بے گناہوں کا خون تمہارے سر چڑھے گا مگر وہ جوان اپنی بات کا دھنی تھا، صاحب عزم اور عزیمت تھا، وہ حسب ونسب کے لحاظ سے قریش کی شاخ بنوعباس سے تھا۔ اس کو جہاد کی روح اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی تھی جو حضرت سید احمد بریلوی اور ان کے خلفاء کے صحبت یافتہ تھے اور ان کی سرپرستی میں مدتوں سکھ اور ڈوگرہ راج کے پھر برطانیہ کے خلاف انقلابی تحریکات کو شرعی رنگ میں چلاتے رہے۔ وہ جانتا تھا کہ ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾ کا فرمانِ باری تعالیٰ ہم مسلمانوں سے کس چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس فرمان کا فرزندان اسلام سے پرزور تقاضا ہے کہ وہ ہر قیمت پر کفار کے سیاسی اقتدار کو ختم کریں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ اسلام کے سیاسی اقتدار کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

ڈوگرہ پولیس سے تصادم: یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اس دوران ناگاہ موقع پر مسلح پولیس کا

دستہ پہنچ گیا۔ جس نے گرفتاری کا وارنٹ دکھایا۔ وارنٹ کا جواب اس محبّ وطن نے رائفل کی زبان سے دیا۔ اس کے پاس کل پانچ کارتوس تھے، دو چل گئے، تین مس ہو گئے۔ اس کی فائرنگ سے تین ڈوگرہ سپاہی واصل جہنم ہوئے۔ اس کے دو رفیقوں کے پاس بھی رائفلیں تھیں۔ ایک کے پاس دس اور دوسرے کے پاس تیرہ کارتوس تھے۔ انکی فائرنگ سے پانچ چھ سپاہی مردار ہوئے۔ پولیس پر اس فائرنگ کا یہ اثر ہوا کہ ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ کارتوس بندوق ہر ایک کے پاس موجود تھے مگر ہمت نہ پڑی کہ انہیں چلا سکیں۔ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔

ڈوگرہ فوج سے تصادم: فوج کا مستقر نزدیک تھا۔ وہاں سے پانچ سو مسلح سپاہی بغاوت کی اس آگ کو بجھانے فوراً دوڑے۔ فدا کارانِ اسلام کے تین مجاہد بستی والوں کی ملامت سے کہیں روپوش ہو گئے۔ فوج نے ان کو ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ غصہ میں آ کر بجائے ان تینوں سر بازوں کے گھروں کو جلانے کے ساری بستی کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگا دی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر جو کچھ قیمتی سامان تھا اسے پہلے ہی لوٹ لیا۔ بستی کے لوگ گھروں کو خالی چھوڑ کر فوج کے پہنچنے سے پہلے بھاگ گئے ورنہ وہ قتل عام سے دریغ نہ کرتے۔ پانچ سو سپاہیوں کی یہ پلٹن اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس ہوئی اور ان تین غازیوں کی کمین گاہ سے جو سڑک کی بغل میں جھاڑیوں کے اندر تھی کچھ آگے بڑھ گئی تو اس کمین گاہ سے ان رائفلوں سے جو پولیس کے مردہ سپاہیوں سے ان کے ہاتھ لگی تھیں، ان کی پشت پر اس شدت سے گولہ باری کی کہ پانچ سو سے بمشکل ڈیڑھ سو سپاہی زندہ بچے۔ باقی سب واصل جہنم ہوئے اور جو زندہ بچے وہ حواس باختہ جدھر کو بھاگ سکے بھاگ گئے۔ اس فتح فوق العادۃ سے ان جوانوں کی بہت حوصلہ افزائی ہو گئی۔ مردہ سپاہیوں کی بندوقیں اور ان کے کارتوس جس قدر سنبھال سکے سنبھال لیے۔ دور و نزدیک ان واقعات کی خبر پھیل گئی۔ پونچھ کا اب نقشہ بدل گیا۔ عام و خاص کو یقین ہو گیا کہ ان جوانوں کے ساتھ آسمانی مدد ہے اور یہ کہ

شاید ملک الموت نے ڈوگرہ اور سکھ سپاہیوں کی جانکنی کا محکمہ ان کے سپرد کر دیا ہے۔

ایک حوصلہ افزا فال: یہ تاریخی واقعہ تحصیل باغ (ریاست پونچھ) میں ۵/ اگست ۱۹۴۷ء بمطابق ۱۷/ رمضان ۱۳۶۶ھ بروز شنبہ ظہور میں آیا۔ ان فدا کارانِ اسلام کو جب یہ معلوم ہوا کہ جنگ بدر بھی ماہ رمضان کی سترہویں تاریخ کو ہوئی تھی تو یہ لوگ بہت خوش ہوئے اور اس واقعہ کو نہ صرف پونچھ اور کشمیر کی بلکہ ساری برصغیر ہند کی فتح پر ایک نیک فال پکڑا کیونکہ حق تعالیٰ نے اس دنیا کے اندر اسلامی فتوحات اور اس کے سیاسی اقتدار کی سربلندی کا پہلا بنیادی پتھر جو رکھوایا تھا وہ جنگ بدر کی فتح کے روز ماہ رمضان کی اسی سترہویں تاریخ اصحاب بدر کے ہاتھ سے رکھوایا تھا۔

مسلمانوں کا قتل عام اور پونچھ کی انقلابی تحریک: پنجاب اور صوبہ سرحد میں جن دنوں خضر حیات خان اور ڈاکٹر خان کی وزارت تھی، جو دونوں ہندو قوم کی نمائندگی میں نہرو اور پٹیل سے بھی پیش پیش تھے، ان دونوں کی پالیسی یہ رہی کہ ہندو اور سکھ قوم کو زیادہ سے زیادہ اسلحہ فراہم کرنے کی آسانیاں بہم پہنچائی جائیں اور ان کے مقابلہ میں اپنی مسلم قوم کو زیادہ سے زیادہ غیر مسلح کر کے کمزور اور نہتا بنایا جائے۔ درمیان میں ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک کی تقسیم ہوئی اور برصغیر ہند پاکستان اور انڈین یونین کی صورت میں بٹ گیا۔ مشرقی پنجاب کے تمام اضلاع اور ریاست ہائے پٹیالہ، نابھہ، کپورتھلہ، فرید کوٹ، جموں و کشمیر کے اندر مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں کے قتل عام نے وہ شدت پکڑی کہ اس کے سامنے چنگیز اور ہلاکو خان کا ریکارڈ بھی مات کھا گیا۔ راشٹریہ سیوک سنگھ، اکالی دل، انڈین یونین کی گورکھا، سکھ، راجپوت پلٹنیں حکومت ہند اور راجہ کشمیر کے ایما پر سارے ملک میں پھیل گئیں اور مسلمانوں کے قتل عام کا وہ بازار گرم کیا جواب تک دنیا کے کان نے نہ سنا اور نہ دیکھا ہوگا۔ اس تحریک کی عین ضد پر ریاست پونچھ کے اندر اس نوجوان زیر بحث کی سرکردگی میں انقلابی تحریک کا زور بڑھ رہا تھا۔

۲۶/ اگست ۱۹۴۷ء بمطابق ۹ شوال ۱۳۲۷ ہجری بروز سہ شنبہ پھر تحصیل باغ میں ایک

بھاری جلسہ ہوا، جس پر ڈوگرہ فوج نے بے دریغ گولیاں چلائیں۔ جس سے بہت سے آدمی شہید اور مجروح ہوئے۔ دوسرے روز ۲۷/اگست ۱۹۴۷ء کو اس محبّ وطن نے اپنی قوم ڈھونڈ سے مجاہدین کا ایک لشکر تیار کر کے باغ کی اس ڈوگرہ فوج پر جس کے ہاتھ تحصیل کی حفاظت کا کام سپرد تھا، حملہ کر دیا۔ جس میں بہت سے افسر اور بے شمار ڈوگرہ فوج غازیوں کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوئے۔ اس روز سے گویا پونچھ میں باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔ ۲۷/اگست ۱۹۴۷ء کی جنگ میں مجاہدین کو ایک عجیب وغریب اور عظیم فتح نصیب ہوئی جس کی شہرت نے دور ونزدیک ہر سیاسی مفکر اور فوجی لیڈر کی توجہ اپنی طرف مبذول کروالی۔ صوبہ سرحد اور پنجاب حکومت کے اراکین حکومت کو ہالہ پہنچے تا کہ اس نوجوان کو دیکھیں۔ کو ہالہ مقام میں صوبہ سرحد، پشاور اور صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ مع دیگر اراکین دولت کے جمع ہوئے تا کہ پونچھ کے اس مجاہد محمود غزنوی ثانی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ان سب نے اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی بڑی ہمت افزائی کی۔ البتہ بعض نے جو ملک کی تقسیم کے انتظار میں قانونی حدود کے اندر محدود رہنے کو قرین مصلحت سمجھتے تھے، وہ اپنی رائے پر اڑے رہے، ان کو باغ کے اس مرد مجاہد کی کارروائی چنداں پسند نہ آئی۔

جہاد کشمیر اور مرکز چمرقند: ریفرنڈم کی مہم شروع ہونے سے کچھ روز پہلے جون ۱۹۴۷ء کے آخری ایام میں مرکز چمرقند کی نفری راقم الحروف کی ہدایت کے مطابق صوبہ سرحد، پشاور اور آسام میں پھیل چکی تھی تا کہ ریفرنڈم کی جنگ جیتنے میں مسلم لیگ کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائے۔ راقم الحروف بھی اس زمین کے ہموار کرنے میں سرگرمی سے مشغول تھا کہ ناگاہ میرے پاس حاجی محمد یوسف خان نامی جنوبی وزیرستان کے مرکز سے جمعیت عالیہ مجاہدین ہند مرکز چمرقند کی وزیرستانی شاخ کا خط لے کر پہنچا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندو کانگریس اور افغانستان دونوں مل کر فقیر ایپی کے ہاتھ تحریک پٹھانستان کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں اور یہ کہ فقیر ایپی جب تک درہ مکین کے مسعود قبائل کو ہاتھ میں نہ لے، وہ اس تحریک کو کامیاب نہیں بنا سکتا۔ نیز یہ کہ درہ مکین

علاقہ مسعود کے اندر چمرقند کے مجاہدین نے ۱۹۱۹ء سے لے کر مئی ۱۹۲۶ء تک برطانوی تحریکات کے انسداد میں کام کیا ہے۔ قبائل مسعود کو انگریزوں کی محکومی سے بچایا ہے۔ درہ مکین کے بہلول زئی قبیلہ جس پر پٹھانستان تحریک کی کامیابی کا سارا دارومدار ہے وہ آپ کا بہت عقیدت مند ہے۔ اگر آپ نے یہاں پہنچ کر اس قبیلہ کو فقیر ایپی کے جال میں نہ پھنسنے دیا تو کانگریس، افغانستان، فقیر ایپی، ڈاکٹر خان کی متحدہ کوشش بالکل ناکام رہے گی ورنہ سو فی صد اس بات کا اندیشہ ہے کہ پاکستان وجود میں آنے سے پہلے ہی عدم کے پردے میں فنا ہو جائے۔

چونکہ صوبہ سرحد میں ان دنوں ہندو کانگریس کی وزارت تھی اور برطانوی عہد کا پورا خاتمہ نہیں ہوا تھا اور مجھ پر سرحد آزاد کی ۲۷ سالہ اینٹی برٹش سرگرمیوں کے علاوہ پنجاب کانسپریسی کا ایک مقدمہ بھی تھا، اس لیے میں اجمیر کا ملنگ بن کر جولائی ۴۷ء میں برطانوی حدود میں داخل ہوا اور مقامی دوستوں کی مدد سے بخیریت جنوبی وزیرستان سرحد آزاد پہنچ گیا۔ مجھ سے چند روز پہلے جنوبی وزیرستان کے مشہور قبائل (بہلول زئی، شمن خیل، منزی) کے اندر جمعیت علمائے ہند کے ایک بڑے وفد نے اینٹی پاکستان کی دوسری جماعتوں کے کارندوں کے ساتھ مل کر مسلم لیگ اور اس کے اراکین خصوصاً قائد اعظم کے خلاف وہ پروپیگنڈہ کیا جس کے زہریلے اثر کا تریاق شاید افلاطون حکیم کا عقل وفکر بھی تجویز نہ کر سکے اور ہونے والے پاکستان اور اس کے بانی کو اپنے وقت کا انگلستان اور جارج ششم کا قائم مقام قرار دے کر اس کی بیخ کنی کو وقت کا سب سے افضل جہاد فی سبیل اللہ کا تصور جاہل قبائل کے دل ودماغ پر بٹھایا گیا۔ پاکستان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیبی تائید تھی کہ اس نے حضرت سید احمد بریلوی کی مقدس انقلابی تحریک کے اس ادنیٰ ترین خادم کو کانگریسی وزارت کے ہاتھ سے بچا کر صحیح سلامت مقام مطلوب پر بروقت پہنچا دیا۔ باوثوق ذرائع سے جو معلومات میں وزیرستان سے حاصل کر سکا ان کا خلاصہ یہ ہے کہ کانگریس نے ایک ارب روپیہ کی منظوری سرحدی گاندھی عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان کو دی تھی کہ ریفرنڈم کی مہم بحق پاکستان انجام پانے کی صورت میں فقیر ایپی کی سرپرستی

میں قبائل آزاد کو پاکستان پر حملہ کرنے پر آمادہ کریں اور اس بارے میں افغانستان کی ہمدردی جن شرائط پر ہو حاصل کریں۔ ایک ارب روپیہ میں سے ساڑھے اکتیس کروڑ روپیہ افغانستان کو اور ساڑھے اکتیس کروڑ روپیہ فقیر ایپی کو، عبدالغفار نے کابل میں اور اس کے بیٹے عبدالغنی خان نے فقیر ایپی کو، عبدالغفار نے کابل میں اور اس کے بیٹے عبدالغنی خان نے فقیر ایپی کے مستقر پر گردیگ میں کل ۳۵ کروڑ روپیہ پہنچایا تا کہ وہ قبائل کو منظّم اور مسلح کرنے کی مشکلات کو حل کر سکیں۔ حق تعالیٰ نے پاکستان کا ایک پیسہ خرچ کرائے بغیر اس قیامت نما تحریک کی بیخ کنی کرنے میں راقم الحروف کو موفق اور کامیاب فرمایا۔ الحمدللہ علی ذٰلک۔

پٹھانستان کی روئیداد کا مسودہ بہلول زئی کے مشہور لیڈر لیفٹیننٹ گیدین خان جو درہ مکین میں جمعیت عالیہ مجاہدین چمرقند کا ایک ذی اثر نمائندہ تھا، کے پاس تھا۔ جونہی وہ دستیاب ہو گیا اسے چھپوا کر شائع کر دیا جائے گا تا کہ معلوم ہو کہ پاکستان کی مخالف مسلم جماعتوں کو کس طرح ہندو سرمایہ نے خرید رکھا تھا۔ جون ۱۹۴۸ء میں فقیر ایپی کے تین خط بنام نہرو، انسپکٹر جنرل پولیس مہر اور عریف خان نائب سالار افغانستان مقیم سفارت خانہ افغانستان دہلی پکڑے گئے۔ جن کی شناخت وہاں کے محکمہ سی۔آئی۔ڈی نے کراچی میں مجھ سے کرائی۔ جب کہ میں وہاں قاسم رضوی کے وفد کو ملنے گیا تھا۔ دشمنوں کی ان تیاریوں کو اور علمائے وقت کے جہاد کے خلاف فتوے صادر کرنے کے مناظر کو پہلو بہ پہلو دیکھ کر مسلم قوم کے مستقبل کو نہایت خطرناک دور میں پایا تھا۔

عبدالغنی خان قصوری آسام (سلہٹ) کو وزیرستان کی طرف چلنے سے پہلے روانہ کر چکا تھا تا کہ وہاں کے مقامی لوگوں سے مل کر ریفرنڈم کی مہم کے کامیاب بنانے میں مرکز چمرقند کا حصہ ادا کرے۔ وہاں کی پرو پاکستان جماعتوں اور وزارت بنگال کا اس بات پر اتفاق تھا کہ اگر مرکز چمرقند کی یہ امداد مسلم لیگ کو بروقت نہ پہنچتی تو مسلم لیگ کی کامیابی مشکوک تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آسام میں ان دنوں کانگریس کی وزارت تھی۔ پولیس کا افسر مسلم لیگ کے ووٹروں کو ووٹ

دینے سے روکے ہوئے تھا اور جمعیت علمائے ہند، جمعیت مومن، نیشلسٹ مسلمان، مسلم کانفرنس کے ووٹروں کو ووٹ دینے کی جگہ پر آزاد چھوڑ رہا تھا اور اس کام میں اس قدر وقت ضائع کروا رہا تھا کہ مسلم لیگ کے حامیوں کو اتنا وقت بھی نہ ملے کہ وہ اپنے ووٹوں کو ختم کر سکیں۔ اس شکل کو جس فوق العادۃ جرأت سے عبدالغنی خان مذکور نے حل کیا اس کی شرح ایک مستقل باب کی محتاج ہے۔ صوبہ سرحد میں عبدالکریم خان کا دورہ بھی بہت کامیاب رہا۔ اس کی مادری زبان پشتو تھی۔ سرحد آزاد باجوڑ کا رہنے والا تھا۔ برطانوی جنگوں میں ہر جگہ وہ شریک جہاد رہا۔ ٹوٹی اور آگرہ کی جنگ میں ۱۹۲۴ء کے جہاد میں وہ توپ کے گولے سے زخمی بھی ہوا۔ صوبہ سرحد کے مقامی رہنماؤں سے مل کر ریفرنڈم کی مہم کے کامیاب بنانے میں اس نے اور ملک گل ضمیر خان محمود خیل چمرقندی (جو راقم الحروف کا خاص شاگرد ہے) نے نمایاں حصہ لیا۔

راقم الحروف تو وزیرستان میں تحریک پٹھانستان کے انسداد میں مشغول رہا مگر عبدالکریم خان مذکورہ صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے تبلیغی فرائض سے فارغ ہو کر کڑال کے علاقہ میں چلا گیا تا کہ وہاں کی فضا ہمراہ مولانا محمد سنبھوالوی اور عبدالقادر وغیرھما مقامی مبلغین اسلام سے مل کر قوم مذکور کو آنے والے خطرات کے مقابلہ کے لیے تیار کرے۔ یہ لوگ جہاد فی سبیل اللہ کی انہی تیاریوں میں مشغول تھے کہ ناگہاں قریب میں ڈھونڈ قوم کی طرف سے پیغام پہنچا کہ:

''جہاد کا ڈنکا بج چکا، آؤ اور ڈوگرہ راج کا خاتمہ کرو۔ کشمیر، پونچھ، جموں کو دوبارہ دارالسلام بناؤ اور بہار کے مسلمانوں کا بدلہ لینا ہے تو سب کام چھوڑ کر یہاں پہنچو۔''

اس پیغام کا کڑال میں پہنچنا اور عبدالکریم خان کا اپنے رفقاء سمیت سیدھا پونچھ پہنچنا ایک ساتھ ہوا۔ چونکہ اس جہاد کا بانی اور اس کے رفقاء سب پشت بہ پشت حضرت سید احمد کی مقدس انقلابی تحریک کے خیر خواہ اور اس کے معاون و مددگار چلے آ رہے تھے، اس لیے انہوں نے عبدالکریم خان کے اس ناگہانی ورود کو ان ابتدائی ایام میں نہایت ہی نیک فال سمجھا۔ اس غیبی امداد سے ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ اب ہماری فتح میں زیادہ دیر نہیں۔

تاوقتیکہ راقم الحروف فقیر اپنی سے نپٹ کر بذات خود وزیرستان سے محاذ پونچھ پر پہنچا، عبدالکریم خان برابر مجھے تمام حالات جنگ سے خصوصی قاصدوں کے ذریعے اطلاع دیتا رہا اور اس دوران دو مرتبہ خود بھی میرے پاس پہنچا۔ اس کے تھوڑے روز بعد عبدالغنی فاتح مہم ریفرنڈم آسام بھی سلہٹ سے راہ کے خطرات سے دوچار ہوتا ہوا سیدھا محاذ پونچھ پر پہنچ گیا۔ اسی طرح دوسرے اراکین مرکز چمرقند بھی خبر پاتے ہی اطراف سے سمٹ سمٹا کر جہاد کشمیر میں شریک ہو گئے۔ کشمیر کے محاذوں میں سے سب سے خطرناک اور مشکل محاذ پونچھ کا ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے کوہالہ سے کم از کم چار روز پیدل چلنا پڑتا ہے۔ موٹر سڑک نہ ہونے کی وجہ سے رسد رسانی کا کام بہت ہی محنت طلب رہتا ہے۔ اس لیے اکثر فقر وفاقہ کی نوبت بھی پہنچتی رہتی ہے۔

مرکز چمرقند کے اراکین سے عبدالکریم خان اور عبدالغنی خان کے علاوہ مشہور ومعروف مبلغ اسلام وحافظ محمد یوسف خان اور راقم الحروف کا اکلوتا بیٹا محمد سلیمان خان اور غزنوی خاندان کا چشم و چراغ عمر فاروق اور بشیر احمد از خاندان عالیہ پاک پٹن شریف بھی تھے۔ ان میں ہر فرد ہزار جوانوں کا ایک جوان تھا۔ یہ جانباز ایک وقت میں تبلیغ اسلام کا فریضہ اور قتال فی سبیل اللہ کی خدمات بجالاتے۔ علامہ فہامہ مولانا ابونعیم، عبدالحکیم خان ندوی، (مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی)، برادر کلاں عبدالغنی خان یہ سب برما، سیام اور حدود چین میں مدت مدید سے مرکز چمرقند کی طرف سے اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کی تبلیغ میں مشغول رہے۔ الیکشن کے زمانے میں مرکز کی طرف سے خضر حیات کی اور کانگریس کی تحریکات کی بیخ کنی میں بھی انہوں نے بہت حصہ لیا۔ چونکہ کڑال اور ڈھونڈ قو میں سید احمد صاحب بریلوی کی مقدس تحریک کے انیسویں صدی سے بمنزلہ دو ہاتھ اور دو پیر اور دو آنکھ کے چلی آ رہی تھیں اس لیے انہیں باہمی شناخت اور اعتماد حاصل کرنے میں کچھ دقت نہ ہوئی۔ اس حسن تدبیر سے مرکز چمرقند نے بھی اس تحریک کے سابقین اولین کے زمرہ میں شمار کیے جانے کا عنداللہ وعندالناس استحقاق پیدا کرلیا۔

اس کے بعد راقم الحروف بھی بذات خود پٹھانستان تحریک پر بغیر امداد پاکستان کے غیبی فتح

حاصل کر کے مظفر و منصور پونچھ کی تحریک میں شامل ہو گیا۔ چمر قند سے اپنا سارا اسلحہ اور ذخیرۂ کارتوس منگوا کر اس مقدس جہاد کے کامیاب بنانے میں وقف کر دیا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ اور اپنی پرانی عادت کے مطابق مال و جان سے بہت قیمتی خدمات خفیہ طور پر انجام دیتا رہا۔ یہاں تک کہ حیدر آباد دکن کے وفد سے کراچی میں مل کر جب واپس ۲۶/ جولائی ۱۹۴۸ء بمطابق ۱۸ رمضان ۱۳۶۷ہجری بروز سوموار محاذ جنگ کی طرف جاتے ہوئے وزیر آباد اپنے آبائی گھر میں داخل ہوا تا کہ اطمینان کے ساتھ دو ماہ کی جمع شدہ ڈاک کا جواب لکھ سکوں، ناگاہ پولیس پہنچی اور راقم الحروف کو برطانوی عہد کے ایک ۲۷ سالہ گزشتہ مقدمہ کے ذیل میں زیر دفعہ ۱۲۰۔B اور ۳۰۸ گرفتار کر لیا اور دوسرے روز ۲۷ جولائی کو گوجرانوالہ کے ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پیش کیا۔ جس نے جیل بھیجنے کی بجائے تین ہزار کی ضمانت پر مقدمہ مرتب ہونے تک مجھے چھوڑ دیا۔ دس بارہ روز تک یہ خبر مقامی حد تک محفوظ رہی۔ جونہی اگست کے دوسرے ہفتہ میں یہ خبر جرائد پنجاب کو پہنچی تو انہوں نے مرکزی اور صوبائی حکومت کو اس غلطی کے مہلک انجام پر متنبہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ پر سے مقدمہ اٹھا لیا گیا اور مجھے مسلم لیگ کے بعض اراکین نے زور دے کر لاہور بلایا۔ اس طریق سے میری گمنامی کا پردہ چاک ہو گیا۔ جہاد کشمیر کے متعلق بہت سے مستفسرین پہنچے اور بہت جگہ سے تحریری استفتاء بھی بھیجے گئے۔ ہر چند میں اس میدان کا مرد نہ تھا، مگر احباب نے مجبور کیا کہ میں عام مسلمانوں کی تسلی خاطر کے لیے کچھ نہ کچھ لکھوں۔ چنانچہ اللہ کے بھروسہ پر یہ کام شروع کر دیا۔ اللہ اسے انجام تک پہنچائے اور مسلمانوں کے لیے اسے بصیرت افزائی کا سبب بنا دے۔ آمین!

تعارف بہ بانی تحریک جہاد کشمیر

اس نوجوان کا نام عبدالقیوم خان ہے۔ سردار کے لقب سے معروف ہے۔ تحصیل باغ کے موضع مکھیالہ کے ایک پرانے زمیندار خاندان کا فرد ہے۔ اس کے اسلاف نے بہت نیک نامی

سے ریاست پونچھ میں زندگی بسر کی ہے۔ وہ ڈھونڈ قبیلہ کا سرکردہ ہے۔ جو حسب و نسب کی طرف سے قریش کی مشہور شاخ بنی عباس سے ہے۔ امریکن سیاح رچرڈ سائمنڈاس سرباز کے حال پر بذریعہ اخبار سٹیٹسمین کلکتہ و دہلی نے بھی کافی روشنی ڈالی ہے جسے کشمیر بیفو راسیشن میں حکومت پاکستان نے بھی شائع کیا ہے۔ گزشتہ عالمگیر جنگ ۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۶ میں یورپ، افریقہ، ایشیاء کے مختلف محاذوں پر رہنے سے اسے جنگ کا کافی تجربہ حاصل ہوا ہے، وہ میدان جنگ میں ایک پختہ کار جرنیل کے فرائض بخوبی ادا کرسکتا ہے۔ انگریزی زبان کی تحریر و تقریر میں کافی مہارت رکھتا ہے۔ پابند صوم وصلوٰۃ اور عقائد سیاسی میں اپنے اسلاف رحمہم اللہ کی طرف سے حضرت سید احمد بریلوی کے سلسلہ میں داخل ہے۔ اس سلسلہ میں تجدید سردار مذکور نے راقم الحروف کے ہاتھ پر فروری ۱۹۴۸ء کو اسی تاریخ میں کہ جس تاریخ کو حضرت مولانا ولایت علی جو حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ اکبر تھے، کے بیٹے اور ان کے جانشین حضرت امیر المجاہدین حافظ عبدالکریم صاحب کا مرکز اسمس میں علاقہ یوسف زئی سرحد آزاد میں انتقال ہوا تھا۔ یہ ۱۱/فروری ۱۹۱۵ء کا واقعہ تھا۔ پنجاب یونیورسٹی کے چودہ طلبہ کا گروہ جو راقم الحروف کے ذریعہ مرکز مذکور میں ۵فروری ۱۹۱۵ء کو پہنچا تھا، ان سب کو حضرت امیر صاحب موصوف کی ملاقات اور دعا کی برکات حاصل کرنے کا اچھا موقع مل گیا۔ ویسا جامع صفات انسان آج روئے زمین پر چراغ لے کر ڈھونڈنے پر بھی نہیں مل سکتا۔

سردار عبدالقیوم خان کے ابتدائی ساتھی:

① سردار عبدالقیوم خان کے ابتدائی ساتھیوں میں ایک کا نام مولوی محمد بخش ہے۔ جو دینی علوم کا فاضل ہونے کے علاوہ بہت شیریں مقال اور میدان جنگ کا ویسا ہی امام ہے جیسے نمازوں کا۔ مشین گن کی برستی گولیوں میں نماز پڑھنا اس کی دلیری ہے۔

② سردار عبدالقیوم خان مذکور کا دوسرا ساتھی پیر سید علی اصغر شاہ ہے۔ شوق جہاد اور مکارم اخلاق کا مجسمہ ہے۔ دولت کی فراوانی کے ساتھ ساتھ دل بھی ویسا ہی فیاض اور جواد پایا ہے۔

ملت نے اسے اس کی خدمات کی بناء پر نمائندۂ خصوصی پونچھ اور امین الملت رئیس المجاہدین کا خطاب دے رکھا ہے۔

③ ابتدائی لوگوں میں سے ایک شخص سید خادم حسین شاہ نامی ساکن قریہ ملڑ تھا۔ مگر وہ شروع ایام ہی میں ڈوگرہ فوج کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔

یہ وہ چند سعید روحیں ہیں جنہوں نے پونچھ میں جہاد کشمیر کی بنیاد ڈالی اور بدوں امید کسی خارجی امداد کے ڈوگرہ راج کے خلاف سب سے پہلے ہتھیار اٹھائے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے اس پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی جسے ان کے اسلاف حضرت سید احمد بریلوی کی سرپرستی میں انیسویں صدی میں ادھورا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

۲۲/اکتوبر ۱۹۴۷ء پونچھ کے علاوہ باہر کے لوگ قبائل آزاد اور نیشنل گارڈ کے والنٹیر پنجاب وغیرہ کے اضلاع اس کار خیر میں شریک ہوئے۔ کشمیر کے سب محاذوں کے اندر پونچھ کا محاذ سب سے زیادہ سنگین اور خطرناک ہے۔ کوہالہ سے وہاں تک پہنچنے کے لیے کوئی ایسی سڑک نہیں جس پر موٹر چل سکے۔ چار روز کی منزل سے پا پیادہ رسد پیٹھ پر لاد کر پہنچانی پڑتی ہے۔ اب جیپ کاروں کے لیے گزارے لائق اہل وطن سڑک بنا رہے ہیں۔ سردار عبدالقیوم خان کو مختلف مورچوں کی دیکھ بھال کے لیے کئی مرتبہ چالیس میل پا پیادہ پہاڑی راستے طے کرنے پڑتے ہیں۔ اہل وطن میں سے کوئی جوان اس دوڑ دھوپ میں چند روز سے زیادہ نباہ نہ کر سکا البتہ مرکز چمرقند کے دو نوجوان عبدالکریم خان سرحدی اور عبدالغنی خان قصوری اس معیار میں اس وقت تک پورے اتر رہے ہیں۔ سردار عبدالقیوم خان اور اس کے ان دو ساتھیوں کا وہ منظر قابل دید ہوتا ہے جب کہ وہ برستی گولیوں اور ہوائی جہازوں کی بمباری میں فریضۂ نماز ادا کرتے ہیں۔ محاذ پونچھ کے غازیوں کو اکثر فقر وفاقہ کی نوبت پہنچتی ہے کیونکہ سامان رسد کے پہنچنے کی سہولتیں جو دوسرے محاذوں اور مورچوں کو حاصل ہیں ان میں سے کوئی بھی اسے حاصل نہیں۔ ۲۴، ۲۵ جنوری ۱۹۴۷ء کا شبخون فتح پونچھ کے اندر ضرور کامیاب ہو جاتا بشرطیکہ اس رات مقامی لوگوں

کی کمپنی اپنی ڈیوٹی کی بجا آوری میں سستی نہ کرتی۔ پونچھ کا فتح ہونا اس رات مقدر نہ تھا۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ ان حالات کو دیکھ کر افغانستان کا جدران قبیلہ ساڑھے تین لاکھ کارتوس لے کر ''گواہ چست، مدعی سست'' کا طعنہ دیتا ہوا روپوش ہوگیا۔

پونچھ کی چند دیگر قابل ذکر ہستیاں: جہادکشمیر کی مقدس تحریک کا بانی بے شک سردار عبدالقیوم خان ہے اور اس کی تصدیق پاکستان گورنمنٹ کے اس سرکاری رسالہ سے بھی ہوتی ہے جو اس نے بنام (Kashmir befor accession) حال ہی میں شائع کیا ہے۔ جس طرح شیر کے سامنے بھیڑ بکریاں بھاگتی ہیں، اسی طرح اس مرد مجاہد کے سامنے کئی مرتبہ ڈوگرہ فوج کو بھاگنا پڑا۔ تاریخ کشمیر میں وہ واقعہ خصوصی عنوان کے ساتھ شائع ہوگا جو اس تحریک کے بالکل ابتدائی ایام میں جب کہ کوئی آدمی باہر سے شریک کار نہیں تھا، وقوع میں آیا تھا۔ جس میں کئی ہزار ڈوگرہ فوج اس شیر نیستاں کے سامنے باغ سے بھاگی اور تحصیل سدھنی کے پولیس اسٹیشن پر جا کر دم لیا تھا۔ یہ مقام باغ سے قریب پچاس میل کی مسافت پر ہوگا۔ ان ابتدائی مہمات میں اس کے چند دوسرے رفیق بھی ہیں جو اپنی عزیمت اور حسن خدمت کے لحاظ سے اس لائق ہیں کہ ان کے ذکر کی برکت سے اس تحریر کو محروم نہ رکھا جائے۔

① سردار تجمل حسین خان ساکن کوہ مری۔
② سردار محمد نسیم خان۔
③ سردار ایوب خان .B.A۔
④ سردار شاہ میر خان از نریولہ۔
⑤ سردار محمد امین خان از موضع چمیٹی۔
⑥ سردار خلیل خان از موضع چمیٹی۔
⑦ کرنل منصب دار خان از گوجر خان ضلع راولپنڈی۔
⑧ کپتان محمد اسلم خان۔

⑨ فضائل ہمراہ گل احمد خان ایڈیٹر صداقت۔

⑩ ماسٹر علی اکبر خان انچارج کوہالہ کیمپ ۔

⑪ سید شمشاد حسین شاہ از سوہاوہ۔

⑫ مولوی غلام حیدر خان از جنڈولہ۔

مذکورہ بالا فدا کارانِ ملت کے سوا اور بھی چند جرأت مند ہیں جن کا ذکر خیر ہم پونچھ کی سدھن قوم کے ذیل میں تحریر کریں گے۔ان شاءاللہ۔

غیور سدھن قوم: ریاست پونچھ میں سدھن قوم کثرت نفوس،فراوانی مال اور شہ زوری کے لحاظ سے بہت مشہور ومعروف قوم ہے۔اس قوم کا سیاسی لیڈر سردار محمد ابراہیم خان ہے جو ایک مشہور بیرسٹر اور کشمیر اسمبلی کا ممبر ہے۔ وہ بہت خوبصورت اور جاذب القلوب جوان ہے۔سیاسی شعور اور قانونی قابلیت کی بنا پر اسے آزاد مسلم کشمیر اسٹیٹ کا صدر مانا گیا ہے۔ جہاد کشمیر کی مقدس تحریک کی زمام اسی کے ہاتھ میں ہے۔میجر علی احمد شاہ محکمہ جنگ کے انچارج ہیں، سردار محمد ابراہیم خان موصوف کے وہ جنگی مشیر کار ہیں۔ قاضی ظہیر الدین احمد ایم۔اے پروفیسر عربی اس تحریک کے سیکرٹری ہیں۔عزیز خان ساکن پلندری اور سردار لطیف خان کابلی حکومت کی موجودہ تشکیل میں وہ لوگ ہیں جن سے راقم الحروف کو براہ راست تعارف ہے۔سردار لطیف خان موصوف سردار عبدالحکیم مرحوم وکیل التجارۃ دولت امانی کے فرزند ارجمند ہیں۔عبدالحکیم خان مرحوم سے راقم الحروف کے بہت گہرے تعلق تھے۔ پلندری وہ مقام ہے جہاں آزاد مسلم کشمیر کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔

اس قبیلہ کے اندر جمعدار محمد زمان خان،محمد عمر خان اور محمود خان، سردار حسین خان، جنرل حسین خان راولاکوٹی، صوبیدار ہدایت اللہ خان، سردار خان محمد خان آف پلندری، سردار دوست محمد خان صوبیدار آف حرہ مارہ وہ جانباز ہیں جنہوں نے سردار عبدالقیوم خان وسرکردہ مجاہدین باغ کی تحریک کی تائید میں آگے چل کر نمایاں حصہ لیا اور اس سلسلہ میں بہت قیمتی

خدمات انجام دیں۔ ان میں سے اب ایک دو سے زیادہ باقی نہ رہے ہوں گے۔ سب نے اپنی صداقت اور اسلامی وفاداری پر اپنی شہادت سے نا قابل انکار دلیل پیش کر دی۔

اللھم ارفع درجاتھم فی المھدیین۔ آمین!

چونکہ اس غیور اور جسور قوم کو انیسویں صدی سے لے کر اب تک حضرت سید احمد صاحب کی مقدس تحریک سے براہ راست وابستگی کا کوئی موقع نہیں ملا اس لیے میں اس شریف اور نجیب قوم کے تفصیلی حالات پر روشنی ڈالنے سے قاصر ہوں۔ ہاں اس قوم کا ایک بلند قامت وجیہہ نوجوان جسے ۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء کی جنگ عمومی میں شریک ہونے کا موقع ملا تھا وہ ایک خون کے مقدمہ میں وطن چھوڑ کر مرکز چمرقند میں میرے ہاں پناہ گزین ہوا تھا وہ بڑا ہی غیرت مند اور شیر دل نوجوان تھا اور انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے ہر کام میں ہم سب مجاہدین میں سے پیش پیش رہا کرتا تھا۔ اسلحہ کی فراہمی کا شوق اسے کشاں کشاں علاقہ پشاور لے گیا۔ جہاں اس نے مقامی دوستوں کے ساتھ مل کر ایک پولیس تھانہ پر شبخون مارا جس میں مع چند دوسرے ساتھیوں کے گرفتار ہو گیا۔ پیچھے سننے میں آیا کہ وہ سب کے سب پھانسی دے دیے گئے۔ اس نوجوان کا نام سکندر خان ولد مست خان تھا۔ وہ موضع پوٹھ ماکوالاں کا رہنے والا تھا جو راولاکوٹ کے مضافات میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ جمعیت عالیہ مجاہدین ہند سرحد آزاد مرکز چمرقند کی طرف سے سکندر خان مرحوم کے پس ماندگان کو اور اس کی غیرت مند قوم کو اس دل سوز واقعہ پر ہمدردی کا پیغام قبول ہو۔

جہاد کشمیر اور مرکز مجاہدین اسمس۔ علاقہ یوسف زئی:

جمعیت عالیہ مجاہدین ہند مقیم یاغستان کا مرکز اسمس ہے۔ مرکز چمرقند جنگ عمومی ۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء کے دوران زیر ہدایت سردار نصر اللہ خان نائب السلطنت برادر حقیقی امیر حبیب اللہ خان مرحوم قائم ہوا تھا۔ یہ مرکز دریائے برندو کے کنارے قبیلہ بداخیل کی زمین میں دریائے سندھ سے دو گھنٹہ کی مسافت پر سوات اور امب ریاست کے مابین واقع ہے۔ اس مرکز کے صدر اعلیٰ

مولانا رحمت اللہ صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ وہ حضرت مولانا ولایت علی صاحب خلیفہ اکبر حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے پڑپوتے ہیں۔نسب نامہ ان کا یوں ہے:

(رحمت اللہ بن حضرت مولانا عبدالقدوس بن امیر المجاہدین حضرت مولانا عبداللہ بن حضرت ولایت علی شاگرد حضرت شاہ اسماعیل شہید وخلیفہ اکبر حضرت سید احمد صاحب بریلوی) مولانا ولایت علی صاحب مغلیہ خاندان کے سب سے بڑے گورنر (صوبہ بہار، بنگال اور اوڑیسہ) کے نواسے اور لکھنؤ دارالعلوم کے فارغ التحصیل تھے۔

ابتدائے عہد سے لے کر ۱۹۱۵ء تک سرحدی علاقہ کے طول وعرض میں تمام انقلابی تحریکات کی سرپرستی اسی مرکز سے ہوا کرتی تھی۔ جب ۱۹۱۵ء میں نائب السلطنت کابل سردار نصر اللہ خان اور قاضی القضاۃ دولت افغانستان حاجی عبدالرزاق خان کے مشورے پر مشرقی افغانستان کے نزدیک ترین سرحدی مقام چمرقند میں دوسرے مرکز کی بنیاد رکھی گئی تو مرکز اسمس کا بوجھ بہت حد تک ہلکا ہو گیا چونکہ مرکز چمرقند تمام اینٹی برٹش تحریکات اور کارکنوں کا مرکز اور مستقر بن گیا اور وہاں سے ہی راقم الحروف کی نگرانی میں ''المجاہد'' کے نام سے ہفتہ وار اخبار فارسی میں شائع ہوکر بواسطہ سفرائے کابل تمام یورپ میں جاتا تھا، اس لیے اسے غیر معمولی شہرت حاصل ہوگئی۔

۲۲/ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جونہی تحریک جہاد کشمیر سرکردگی میجر خورشید انور خان شروع ہوئی۔ میجر مذکور کو قبائل آزاد کی طرف سے سب سے پہلی مدد جو پہنچی وہ حضرت امیر المجاہدین مولانا رحمت اللہ صاحب موصوف کی طرف سے تھی۔ آپ نے اپنی پوری مسلح نفری بھتیجوں کی سرپرستی میں ایبٹ آباد بھیج دی۔ ان میں سے بڑے کا نام شہزادہ برکت اللہ خان ہے۔ وہ مرکز اسمس میں مدارالمہام کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ دوسرے کا نام صبغۃ اللہ ہے۔ وہ مدرسہ رحمانیہ دہلی کے فارغ التحصیل ہیں اور مرکز کے سالار اعلیٰ اور قاضی عسکر ہیں۔ مجاہدین اسمس کا یہ جانباز گروہ جمعدار بارک اللہ صاحب بنگالی اور جمعدار حسن علی صاحب کی زیر نگرانی خدمات بجالا رہا ہے۔ بہت سے جانباز اس مرکز کے صدہا کفار کو واصل جہنم کر کے مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں۔

مدارالمہام صاحب موصوف اور ان کے بھائی فضایل ہمراہ قاضی صبغۃ اللہ سالار عسکر دونوں باری باری اپنے سارے لشکر کی عمومی نگرانی کے فرائض بجالا رہے ہیں۔

استدعا از اراکین حکومت پاکستان:

مرکزی اور صوبائی حکومت صوبہ سرحد پشاور سے مؤدبانہ استدعا ہے کہ چونکہ تقسیم ملک کی وجہ سے مرکز اسمس کے تمام ذرائع معاش وامداد پر بہت گہرا اثر پڑا ہے جن کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہے۔ اگر یہ مرکز جہاد کشمیر میں شامل نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ مرکز مذکور اپنے قدیم ذرائع سے راہ ورسم پیدا کرنے کی جرأت کرتا۔ مگر اب ان میں سے کسی کا ہندوستان کی طرف رخ کرنا نہ صرف اپنی ذات کو موت کے منہ میں ڈالنا ہے بلکہ اپنے ساتھ صدہا بے گناہوں کا بیڑہ غرق کروانا ہے۔ اس لیے پرزور استدعا ہے کہ مرکز مذکور کو تارکین پاکستان کی کوئی سی وسیع جائیداد اور زمین قابل کاشت مرحمت کر دی جائے جس سے پاکستان کی خداداد حکومت کی دعا گوئی میں مشغول رہ کر فارغ البالی سے گزارہ کر سکیں۔ حضرت سید احمد صاحب کی مقدس تحریک پر یہ ناقابل فراموش نیکی ہوگی۔

جہاد کشمیر اور میر پور:

ریاست کشمیر کے اضلاع میں سے میر پور ایک مردم خیز خطہ ہے۔ شہر اور بیرون دیہات میں ایام قدیم سے حضرت سید احمد بریلوی کی مقدس انقلابی تحریک کا سلسلہ برابر چلا آ رہا ہے۔ متاخرین میں سے قابل ذکر لوگ درج ذیل ہیں:

مولانا عبدالحی صاحب وقت کے بڑے فاضل اجل اور فقیہ محدث ہیں ان کے اور ان کے والد بزرگوار مولانا عظیم اللہ صاحب مرحوم کے ہاتھوں سے اس تحریک کا دائرہ، بھمبر، کوٹلی، اکھنور، جموں، اسلام پور، شوپیاں، پیر پنجال تک وسیع ہو گیا۔ مولوی عبدالحلیم بڑبن والے اور مولوی عبداللہ ڈوڈیال والے اس تحریک کے زبردست حامیوں میں ہیں۔

مولوی فضل الدین صاحب وکیل المعروف بہ بھٹی صاحب ساکن اکال گڑھ حضرت سید

صاحب کی انقلابی تحریک کے زبردست حامیوں میں سے ہیں۔ بڑے دیندار اور خدا پرست اور پاکستان کے تہ دل سے حامی اور اس کے بے غرض دوستوں میں سے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ مولوی عبدالحلیم مذکور کوٹلی کی جنگ میں شہید ہو گئے۔

سردار حبیب خان نامیاس علاقہ کے ایک گریجوایٹ نوجوان ہیں۔ سردار عبدالقیوم خان لیڈر باغ فورسز کی طرح اس نوجوان کو بھی ۱۹۳۹ء۔۱۹۴۶ء کے گزشتہ جنگ میں مختلف محاذوں پر حاضر ہونے اور عسکری تجربہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ڈوگرہ راج سے نجات حاصل کرنے والے مذکورہ بالا حضرات کے اندرون ان کا شمار خصوصیت سے کیا جاتا ہے۔

پرانے لوگوں میں سے کریم بخش زرگر، اسماعیل زرگر اور مولوی عالم دین اس لائق ہیں کہ میر پور کی تاریخ ان پر ہمیشہ فخر کرے گی۔ خاص کر مؤخر الذکر عالم دین علیہ الرحمۃ پر کہ وہ مرد مجاہد تھا جس نے گزشتہ جنگ عمومی کے شروع سال فروری ۱۹۱۵ء کے اندر پنجاب یونیورسٹی کے چودہ گریجوایٹوں کو راقم الحروف سے مل کر سرحد پار نکالا تھا۔ اس کی اسلامی جہادی تبلیغ کا دائرہ تناول، پکھلی، مظفر آباد، ہزارہ، چھچھ، کڑال، پونچھ، پنجاب کے بعض اضلاع تک وسیع تھا۔ اس کا قیام زیادہ تر مولانا محمد اسماعیل بن مولانا منہاج الدین مرحوم کے ہاں موضع سکندر پور ڈھیری جوہری پور کے مضافات میں ایک مشہور گاؤں ہے، رہتا تھا۔ ان طلبہ کے نکالنے کے جرم میں راقم الحروف تو پنجاب کی مختلف جیلوں میں تین برس تک محبوس رہا مگر وہ کہیں کشمیر کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ ان واقعات کا ذکر رولٹ کمیٹی کی مرتب کردہ سڈیشن رپورٹ ۱۹۱۸ء کے اندر مرقوم ہے۔ طلبہ کا یہ جانباز گروہ ایشیاء اور یورپ کے مختلف ملکوں میں پھیل گیا۔ ازاں جملہ سردار الہ نواز خان پیچھے چل کر فاتح کابل بنا۔ پھر مدتوں حکومت افغانستان کی طرف سے جرمنی میں سفارت کے عہدے پر مامور رہا۔ سردار ظفر حسن خان کو موجودہ شاہ افغانستان ظاہر شاہ کے اتالیق بننے اور شاہ نادر خان مرحوم کے ساتھ مل کر انگریزوں سے ٹل کی جنگ جیتنے پھر دولت ترکیہ میں حربیہ کالج کے اندر پروفیسری کی خدمت بجالانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

ابھی حال میں ہی اس کا خط انقرہ سے آیا تھا۔

ڈاکٹر نور محمد خان نومسلم اور ڈاکٹر غلام رسول خان بلوچ اور رسول بخش ہرسہ سندھی اور ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی مشہور انقلابی تینوں کو بھی اسی مرد مجاہد عالم دین خان مرحوم نے سرحد پار مجاہدین کے صدر مرکز اسمس میں پھر وہاں سے چمرقند میں پہنچایا تھا۔ ان میں ڈاکٹر غلام رسول خان بلوچ اور رسول بخش تو واپس چلے آئے اور ڈاکٹر نور محمد خان عہد امانی میں رائل فیملی کے معالج مقرر ہوئے۔ پھر کچھ مدت بعد وہ روس سے ہوتے ہوئے جرمن پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے عہد نادری میں کابل لوٹ آئے۔ اب وہ وزارت عظمیٰ کے خاص ڈاکٹر ہیں۔

ڈاکٹر اقبال شیدائی دوران جنگ عمومی ۱۹۱۵ء۔ ۱۹۱۸ء میں مجاہدین کے مرکز چمرقند کی طرف سے مختلف خدمات پر مامور رہے۔ پھر وہ چمرقند سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے۔ وہاں جمال پاشا مشہور وزیر جنگ سلطنت ترکیہ جو انور پاشا شہید کے دوران جنگ عمومی ۱۹۱۵ء۔ ۱۹۱۸ء میں دست راست تھے، اس کے چیف سیکرٹری منتخب ہوئے۔ شاہ امان اللہ خان اور اس کے وزراء کے منظور نظر اور معتمد علیہ تھے۔ جب تک وہاں رہے دولت اسلام کی خیر خواہی میں رہے۔ جمال پاشا جب طفلس میں شہید ہو گئے تو شیدائی صاحب براہ روس ترکی، بلقان سٹیٹس سے ہوتے ہوئے فرانس پہنچے۔ وہاں اردو زبان کے کچھ مدت پروفیسر رہے اور جہاں رہے جمعیت عالیہ مجاہدین ہند مرکز چمرقند کی وکالت کا حق ادا کرتے رہے۔ جمال پاشا مرحوم سے مرکز چمرقند کے لیے پانچ سو پاؤنڈ سالانہ وظیفہ مقرر کروایا، وہ برابر مرکز پر پہنچتا رہتا ہے مگر پاشا کی زندگی نے وفا نہ کی۔ مفتی فلسطین اور دیگر عرب شرفاء سے خاص کر مصر والوں سے اس کے اچھے تعلقات ہیں۔ پاکستان کی مخالفت میں کانگریس کا سخت پروپیگنڈہ عالم اسلام کے ممالک میں زہریلا اثر پھیلا رہا تھا، اس کے تدارک میں بھی شیدائی نے کافی حصہ لیا۔ گزشتہ جنگ کے دوران آزاد وزیرستان ریڈیو حکومت اٹلی کی طرف سے شیدائی ہی کے چارج میں تھا۔

رقیہ خاتون:

جماعت کی طرف سے جو لوگ جہاد کشمیر میں حصہ لے رہے ہیں ان کے تذکرے کے سلسلہ میں ایک سرگرم اور مخلص خاتون کارکن فاضلہ ادیبہ رقیہ خاتون بنت خلیل عرب کا تذکرہ بہت ضروری ہے۔ آپ حضرت سید احمد شہید کی تحریک کی زبردست مؤید ہیں۔ مرکز چمرقند کی طرف سے آج کل آپ کراچی کے حلقۂ خواتین میں کام کر رہی ہیں اور اپنی کوششوں کے ذریعہ مس فاطمہ جناح فنڈ میں ہزاروں روپیہ داخل کرا چکی ہیں۔

۱۹۴۶ء۔۱۹۴۷ء کے حج کے موقع پر حرم شریف کے اندر روزانہ عربی زبان میں لیکچر دیتی تھیں اور مسلمانان ہند کی مظلومیت کا آوازہ سارے عالم اسلام میں اس نے پہنچایا اور سلطان نجد اور اس کے درباریوں کی اس ذہنیت کو کہ ہندوستان بھر میں ابو الکلام جیسا کوئی عالم نہیں ہے، اس نے بدلا۔

ان حضرات وخواتین کے علاوہ اس جماعت کے سرگرم مبلغ علاقہ دراز سے کارگل اور اسکردو لداخ وغیرہ میں بھی تبلیغ جہاد کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ جن میں مولانا عبدالرحمان اور سید عبداللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

قبائل آزاد وزیرستان:

قبائل آزاد میں سے جو قبائل حضرت سید محمد یوسف شاہ گیلانی المعروف بہ پیر صاحب دانوں جنوبی وزیرستان اور شہزادہ فضل الدین صاحب لیڈر منزلی قبائل مسعود محاذ کشمیر پر جنگی خدمات بجا لائے یا بجا لا رہے ہیں، وہ اس تجویز کے زیر اثر جو پٹھانستان تحریک کے مشہور علمبردار فقیر ایپی کو شکست دینے کے بعد اس جلسہ میں منظور ہوئی تھی جو پیر صاحب موصوف کی سرپرستی میں راقم الحروف اور لیفٹیننٹ گیدین خان بہلوال زئی مسعود ساکن کمین کی سفارش پر مقام میدان میں قائم ہوا تھا۔ اس جلسہ میں بالاتفاق یہ تجویز پاس ہوئی تھی کہ دولت پاکستان کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا جائے اور اس کی فقط ایک ہی صورت ہوسکتی ہے وہ یہ کہ اس کے ہر

دشمن کا سر کچلنے کے لیے جنگی خدمات پیش کی جائیں۔ چنانچہ حسب قرارداد قبائل مسعود اپنے لیڈروں کی سرپرستی میں محاذ اوڑی پر اہم خدمات بجالا رہے ہیں۔

قبیلہ محمد خیل باجوڑ:

ریاست باجوڑ کا یہ قبیلہ چمرقند میں جہاں سید احمد صاحب بریلوی کے متبعین کا مشہور مرکز ہے، رہتا ہے۔ اس قبیلہ کے ذمہ دار لوگوں میں سے ایک شخص ملک گل ضمیر خان نامی ہے۔ گزشتہ عالمگیر جنگ ۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۶ء کے اندر سفرائے یورپ مقیم کابل کے ساتھ پیغام رسانی کی تمام خطرناک خدمات انجام دینا مرکز کی طرف سے اسی کے ذمہ تھا۔ ان ہی انقلابی خدمات کی بجا آوری کے لیے اسے کئی بار ہندوستان کے طول وعرض میں دورے کرنے پڑے۔ جمعیت مجاہدین ہند کے ساتھ مل کر وزیرستان سے لے کر اتمان خیل تک جس قدر لڑائیاں انگریز کے خلاف ہوئیں ان سب کے اندر اس نے اور اس کی قوم نے حصہ لیا۔ آخر الامر راقم الحروف کی سفارش پر وہ اپنا قومی لشکر لے کر جہاد کشمیر میں پہنچا اور صدہا مشرکین واصل جہنم کر کے مع اپنے چمرقندی رفقاء کے شہادت فی سبیل اللہ کی عزت سے سرفراز ہوا۔ وہ بڑا ہی دلیر تھا۔ پندرہ بیس جوانوں کا وہ اکیلا مقابلہ کر سکتا تھا۔ اللہ اسے بخشے اور حکومت صوبہ سرحد صوبہ پشاور کو اس کے بچوں کی تعلیم وتربیت کا حق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

قبائل مہمند:

قبائل مہمند ہی میں سے موسے خیل قبیلہ جو سب قبائل سے زبردست مانا گیا ہے، کا سب سے بڑا لیڈر قاضی عبدالحمیدی خان ہے۔ وہ چمرقند کے سرحدی انصاروں میں سے سب سے بڑا معاون اور غم شریک ہے۔ شروع ماہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جب یہ تحریک شروع ہوئی، قاضی موصوف کا بھائی ملک عبداللہ خان مع اپنی جمعیت کے جہاد میں شریک ہوا۔ سری نگر تک پہنچا۔ اس کی جمعیت کے چند آدمی شہید اور چند زخمی ہوئے۔ اس کے بعد قاضی موصوف راقم الحروف کی دعوت پر ماہ محرم ۱۳۶۷ھ مع آٹھ سو مسلح نفر کے پشاور پہنچے اور اپنی خدمات وہاں

کے ذمہ دار شخص..... کے سپرد کیں۔ مگر اس نے ان کو واپس کر دیا۔ اس نے شکوہ بھرا خط مجھے لکھ کر تمام حالات سے مطلع کیا۔

نواب صاحب باجوڑ: قبائل آزاد میں سب سے زیادہ طاقت باجوڑ قبائل میں نواب صاحب شاہجہاں خان والیٔ باجوڑ خار کی ہے۔ اس نے بھی میری طرف سے دعوت نامہ پہنچنے پر اپنی خدمات پولیٹیکل افسر مالاکنڈ کو پیش کیں جو سنا ہے کہ شکریہ کے ساتھ دوسرے وقت ضرورت پر ملتوی کر دی گئیں۔ واللہ اعلم۔

مرکز مجاہدین چمرقند نے اس کے علاوہ تیرہ، آفریدستان، ریاست دیر، سوات میں تمام احباب کو جہاد کشمیر میں شمولیت کے دعوت نامے ارسال کیے اور وقتاً فوقتاً ترغیبات کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

شکر بحضور خداوند بندہ نواز:

کشمیر اور اس کے گردونواح کی اسلامی ریاستوں، پونچھ، راجوری، جموں وغیرہ کو سکھ اور ڈوگرہ راج کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے حضرت سید احمد بریلوی قدس سرہ اور آپ کے خلفاء نے انیسویں صدی میں اور آپ کے موجودہ متبعین نے اس بیسویں صدی میں جو فدا کارانہ خدمات انجام دیں اور دے رہے ہیں ان کا مختصر حال اوپر بیان ہوا۔ اس بیان سے قارئین کرام پر یہ بات متحقق ہو جائے گی کہ جہاد کشمیر کو پہلے زمانے میں بھی حضرت سید احمد صاحب اور آپ کے متبعین نے شروع کیا تھا اور اس زمانے میں بھی اس جہاد کی ابتداء کا کام ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو شروع ہوتا ہے اور آزاد مسلم کشمیر سٹیٹ والوں کا ۲۲/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو دو ماہ سترہ دن بعد۔

سید صاحب کی مقدس تحریک کے حامیوں کی پشت پر کوئی طاقت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے توکل کے۔ دوسروں کی حوصلہ افزائی کے صدہا ہزار وسائل ہیں۔ اس منعم حقیقی کی بندہ نوازی کی شان پر قربان جائیں کہ جس نے ہمیں اس خدمت کے لیے نوازا۔ اس ذرہ نوازی کا شکریہ

سرحد کے الفاظ میں یہ ہوسکتا ہے ۔

سرمد! گلہ اختصار مے باید کرد
یک کار ازیں دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست مے باید داد
یا قطع نظر ز دوست مے باید کرد

اس شکر گزاری کی دوسری صورت یہ ہے کہ ہندوستان بقرار پیشگوئی سید صاحب ہمارے ضعیف ہاتھوں سے فتح ہوکر سارا برصغیر ہند پاکستان بن جائے اور چار کروڑ مسلمان جومشرکین کے مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں، وہ آزاد ہوں۔ سکھ قوم کا ہمارے ہاتھوں اس طرح خاتمہ ہوکہ ان کا برصغیر ہند میں کہیں نشان بھی باقی نہ رہے۔ مشرکین ہنداور ہندکی قدیم اقوام سب کے سب دعوت اسلام کو قبولیت کے کان سے سن سکیں۔ ہم اتنے قوی ہو جائیں کہ حیدرآباد دکن اور فلسطین وغیرہ کسی اسلامی ملک کی طرف کفار کو نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت باقی نہ رہے۔ پاکستان جواس وقت ہمارا اللہ کے فضل وکرم سے آزاد گھر ہے، اس کو اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے خطرہ سے محفوظ رکھنے میں ہمیں مسابقت کا مقام نصیب ہواور پاکستان کے اور برصغیر ہند کے تمام مسلمانوں کے خدا کے نزدیک بے غرض دوست قرار دیے جائیں۔ یہی ہماری ان تمام ناقص خدمات کا سب سے بڑا اجر ہے، ودگر ہیچ۔

کشمیر کی فتح میں تاخیر اور تعطل کے اسباب:

اس مضمون کے پڑھنے والوں کو جہادکشمیر کے ہر دو زمانوں کے تاریخی حالات معلوم ہونے کے بعد اس بات کی ضرور خواہش پیدا ہوئی ہوگی کہ میں ان کے لیے ان اسباب پر بھی روشنی ڈالوں جن کی بنا پر یہ مقدس تحریک پہلے زمانے میں بالکل ناکام رہی اور اس زمانے میں خلاف توقع اس کی کامیابی میں تاخیر اور تعطل واقع ہورہا ہے۔ سو اس کا جواب مختصر سا یوں ہے کہ:

پہلے زمانے میں جہاں اس تحریک کا مرکز تھا وہیں کے لوگ کفار ومشرکین سے مل گئے اور

بجائے حمایت کرنے کے اس کی بیخ کنی میں اپنی ساری قوتوں کو صرف کر دیا۔یعنی کابل کے سردار جن کے ہاتھ میں اس وقت افغان قوم کی زمام تھی اور جن کی حمایت اور ہمدردی کے بغیر اس تحریک کی پیش رفت اور کامیابی بر بنائے اسباب ظاہر ممکن نہ تھی، وہ دونوں مشرکین ہنود کے ساتھ مل کر اس تحریک کی تخریب کے درپے ہو گئے۔اس لیے یہ تحریک ناکام رہی۔اگر وہ ایسا نہ کرتے تو آج سے مدتوں پہلے دنیا کا نقشہ دگرگوں ہوتا۔جس میں یورپ کی سرمایہ داری اور اشتراکیت وغیرہ کے لیے کوئی نشان نہ ملتا۔یہ تحریک اسی زمانہ میں دب کر پھر ایک مرتبہ ابھری۔ ابھی وہ ابتدائی منازل میں تھی کہ ناگہاں انگریزی حکومت اپنی پوری طاقت کے ساتھ بیچ میں کود پڑی اور ڈوگرہ راج اور انگریزی حکومت نے اپنی پوری طاقت سے اس تحریک کو دبا دیا۔اس کے علاوہ اس وقت ہندوستان کے داخلی مسلمانوں کا اتفاق ٹھوس نہ تھا۔روحانی مشائخ اور علمائے وقت کا بڑا طبقہ اور ان کے مرید اس تحریک کے مخالف تھے اور ان کی طرف سے مخالفانہ رنگ میں فتوے صادر ہوتے رہتے۔موجودہ زمانے میں اس مقدس تحریک کی کامیابی اس لیے یقینی ہے کہ افغانستان کی پبلک اور قبائلی علاقہ اور صوبہ سرحد پشاور کے افغانوں کی پوری ہمدردی من حیث المجموع اس تحریک کے ساتھ ہے۔شاہی خاندان کابل اب بھی اس تحریک کا ویسے ہی مخالف ہے جیسے انیسویں صدی میں تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

انتباہ برائے دولت افغانستان:

مشرکین ہند نے پٹھانستان کا لالچ دے کر اس کی سو فیصد ہمدردی حاصل کر لی ہے اور وہ ہر قیمت پر مشرکین ہند کی مدد سے پٹھانستان تحریک کو کامیاب بنانا چاہتا ہے مگر ہم اسے یقین دلاتے ہیں کہ جس طرح اس کا جد امجد سلطان محمد خان طلائی مرحوم سکھوں کی امداد کے بھروسہ پر تخت کابل لینے میں ناکام رہا،تخت کابل کا ملنا تو کجا اسے صوبہ سرحد پشاور کی آبائی وراثت سے بھی ہمیشہ کے لیے محروم ہو کر سکھوں کی سرپرستی میں لاہور اور شاہدرہ میں ایک قیدی کی حیثیت سے ایام بسر کرنے پڑے تھے،اس سے بھی زیادہ ناخوش گوار حالات سے اسے دوچار ہونا

پڑے گا۔ پٹھانستان کا ملنا تو درکنار کیا عجب کہ بنگال، بہار، یوپی، میوات اور خاص کر مشرقی پنجاب کے لاکھوں کروڑوں مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی بددعائیں ہندوستان کے تمام اولیائے کرام اور محدثین کی روحانی لعنتوں سے مل کر غیرت الٰہی کو اس قدر جوش دلا دیں کہ افغانستان کے تخت سے بھی اسے دست بردار ہو کر انہی حالات ناساز سے دوچار ہونا پڑ جائے، جن حالات کے ساتھ ان کے جد امجد سردار سلطان محمد خان طلائی مرحوم کو ہونا پڑا تھا۔ شاہی خاندان کے لیے لازم ہے کہ اپنے اسلاف کی غلطیوں سے عبرت پذیر ہو اور پٹھانستان کے لالچ کو سراب میں آب ڈھونڈنے سے زیادہ وقعت نہ دے، بلکہ مظلوم مسلمانوں کی دلی ہمدردی کے اس موقع کو غنیمت جان کر تمام سکھ اور ہندو آبادی کو حدود افغانستان سے اسی طرح باہر نکال پھینکے جس طرح کہ مشرکین ہند نے ان کے مسلم بھائیوں کو ان کے گھروں سے باہر نکال پھینکا اور پھینک رہے ہیں اور اس بارے ﴿اُخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ﴾ کے فرمان سے رہنمائی اور تسکین قلبی حاصل کرے۔ اتنے بڑے انتباہ پر بھی وہ چوکنا نہ ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ جس اصول پر وہ پٹھانستان کے مطالبہ کو حق بجانب قرار دیتا ہے اگر اسی اصول پر اس کی ہمسایہ سلطنت روس اس کے کوہ ہندوکش اور دریائے آمو کے درمیان کا ترکستانی حصہ مانگے تو وہ پٹھانستان کی نظیر پیش کر کے دنیا کی دول وملل کا منہ بند کر سکتا ہے۔

ہماری کامیابی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ کشمیر کے مسئلہ میں نہ صرف پاکستانی مسلمانوں کا اور افغان قوم کا بلکہ روئے زمین کے مسلمانوں کا ایک ہی خیال ہے۔ سب کے سب فلسطین اور کشمیر کے مسئلہ میں متحد الخیال اور متفق ہیں۔ کوئی نہیں چاہتا کہ دونوں ملکوں (کشمیر اور فلسطین) میں سے کوئی ملک کفار اور مشرکین کے قبضہ میں جانے پائے۔ شیعہ، سنی، مقلد، غیر مقلد، بریلوی، دیوبندی ارباب شریعت اور طریقت، امراء اور غرباء کے طبقات، مرد و عورت، بوڑھے، بچے غرض امت کے تمام افراد بالاتفاق زبان حال اور قال سے شب و روز بارگاہِ الٰہی سے کشمیر اور فلسطین کے جہاد کی کامیابی کے لیے ہر جگہ دعائیں مانگتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ انگریز کا منحوس قدم اب بیچ میں نہیں ہے۔ اسے اس تحریک کی تخریب میں مداخلت کا وہ موقع اب میسر نہیں ہے جو پہلے اسے حاصل تھا۔

چوتھے یہ کہ جس طرح اللہ پاک نے اپنے لطف عظیم سے منطوق لازم الوثوق:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ﴾ (الانفال: ۳۶)

''اس میں شک نہیں کہ جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے مال اور سرمائے اس غرض سے خرچ کرتے رہتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں، یہ خرچ کریں گے پھر وہ خرچ کرنا ان پر باعث حسرت ہوگا اور وہ مغلوب ہوں گے۔''

سو یہ لوگ یوں ہی برابر اپنے مال ومتاع ان ناپاک مقاصد کے لیے خرچ کرتے رہیں گے مگر یہی خرچ کرنا آخر کار ان کے لیے موجب حسرت اور ندامت ثابت ہوگا کہ خرچ بھی کریں (پھر الٹا ان کو شکست بھی ہوگی اور وہ مغلوب ہوں گے) کی تہدید کا ظہور مشرکین ہند کی تمام پہلی سازشوں کے درہم برہم کرنے میں فرمایا اور ان کا کروڑ ہا روپیہ متحدہ قومیت کی تحریک میں عبث و برباد کر دیا۔ سنٹرل پراونشل الیکشن اور ریفرنڈم کی مہموں خاص کر تحریک پٹھانستان کی کامیابی کے لیے جو پینتیس کروڑ کا سرمایہ عبدالغفار خان سرحدی گاندھی کی معرفت افغانستان کو اور اس کے بیٹے عبدالغنی خان کے ذریعے فقیر ایپی کو پہنچایا اس کا نتیجہ برباد ہندو قوم کے حق میں حسرت اور ندامت کا اور اہل اسلام کی حوصلہ افزائی کا سبب بنا۔

قدرت کے اس حسن سلوک سے قوی امید ہے کہ ہندو قوم کی تمام کوششیں کشمیر کی بازی میں اس کی پہلی کوششوں کی طرح ناکام رہیں گی۔ اس کا ارب ہا روپے کا سرمایہ اور ہزاروں نفوس میدان جنگ میں برباد ہوں گے مگر انجام اس کا اہل اسلام کے حق میں ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

ہندو قوم کی گزشتہ اور موجودہ غلطیوں کا نتیجہ:

ہندو قوم کی پہلی غلطیوں کا نتیجہ پاکستان کی صورت میں برآمد ہوا۔ ملت اسلام کا استقلال وہ

ہرگز ماننے پر تیار نہ تھی اور نہ اس کا سرپرست انگریز۔ مگر ان سب کو نہ صرف استقلال ماننا پڑا بلکہ استقلال کے ساتھ ساتھ ان کو ایک مستقل گھر بھی پاکستان کی صورت میں دینا پڑا۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔ اب اس کی موجودہ غلطیوں کا نتیجہ ان شاء اللہ سارے ہندوستان کی فتح اور اس کے پاکستان بننے کی صورت میں جلد یا بدیر ظاہر ہو کر رہے گا۔ (ان ذٰلك على الله يسير)

اسباب تعطل وتاخیر:

فتح پونچھ اور کشمیر میں تعطل اور تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ اس موضوع پر بحث کرنا بحیثیت ایک چشم دید شاہد کے میں سردست مناسب نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک اس گفتگو وشنید کے مستحق ایک ہی شخص تھے۔ ان سے ملنے کے لیے ماہ اپریل ۱۹۴۸ء کو پشاور پہنچا۔ بدقسمتی سے وہ بیمار تھے۔ انہوں نے اپنے سیکرٹری کو مجھ سے ملنے پر مامور فرمایا۔ میں ہنوز اپنی بات چیت ختم نہ کرنے پایا تھا کہ ناگہاں اطلاع ملی کی چڑی کوٹ کا مورچہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور دشمن سترہ میل مفتوحہ علاقہ میں ہجیرہ اور راولا کوٹ تک بڑھ گیا ہے۔ یہ واقعہ ۱۷/اپریل ۱۹۴۸ء کا ہے۔ یہ مورچہ پونچھ اور کشمیر کی فتح کے لیے بمنزلہ شاہ رگ کے ہے۔ اگر ہم نے اسے واپس نہ لیا تو پونچھ اور کشمیر کا فتح ہونا تو درکنار کیا عجب کہ خدانخواستہ ہمیں مستقبل قریب یا بعید میں خود پاکستان سے بھی دست بردار ہونا پڑ جائے۔ (العیاذ باللہ) اس قسم کا ایک واقعہ بلکہ اس سے بھی زیادہ حوصلہ شکن ۲۴، ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کی رات کو پیش آیا۔ اس رات پونچھ کا فتح ہو جانا سو فیصد یقینی تھا۔ ویسے ہی ناامیدی سے بدل گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کی وجہ بتانے کے لیے ابھی میں تیار نہیں ہوں۔ انکشاف حال میں فائدہ کی نسبت ضرر کا پہلو زیادہ ہے۔ اللہ ہمیں اپنے فرائض بجالانے کی اور اس قسم کی سیاسی غلطیوں کی اصلاح کی جلد از جلد توفیق بخشے۔ آمین!

بہرحال بارگاہ باری تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ وہ ہمیں کشمیر کے مسئلہ میں ایسی کامیابی نصیب کرے جو دنیا کے لیے موجب حیرت اور استعجاب ہو۔ اگرچہ کچھ دیر سے ہو۔ اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ اس فتح میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس کے اسباب پر روشنی ڈالنے سے اس جمعیت

کے اندر انتشار پیدا ہوگا، جن کے ہاتھ اس وقت مقدس تحریک کی زمام ہے تو میں بحیثیت ایک چشم دید شاہد کے ضرور اس کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھتا۔ ہمیں اس نازک وقت میں ہر اس چیز سے خواہ وہ کیسی ہی ضروری اور مقدس معلوم ہو، پر خطر اور محتاط رہنا لازمی ہے جو ہماری شیرازہ بندی کے اندر ادنیٰ ترین پراگندگی کا باعث ہو۔ ورنہ دشمن ایسی چیز سے وہ فائدہ اٹھائے گا جو ہزاروں قیمتی جانیں میدان جنگ میں تلف کرانے اور کروڑ ہا روپیہ مصارف جنگ برداشت کرنے سے اسے حاصل نہ ہو سکے۔ اب جب کہ سکیورٹی کونسل کے نمائندے پاکستان اور ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں، اس قسم کی باتیں اور بھی قابل حذر اور احتیاط ہیں۔ کیا عجب کہ ریفرنڈم کے اصول پر ہمیں کشمیر کے مسائل میں قسمت آزمائی کرنی پڑ جائے۔ اس صورت میں ہمارا معمولی سے معمولی اندرونی شقاق اور افتراق دشمن کی بڑی سے بڑی مشکلات کو حل کر کے ہمیں ناکام بنا سکتا ہے۔

پس میں قارئین کرام سے اس بارے میں معذرت چاہتا ہوں اور اس مسئلہ کو کسی دوسری مناسب فرصت پر چھوڑتا ہوں اور جہاد کشمیر کی مشروعیت کا پھر اعادہ کرتا ہوں۔

جہاد کشمیر کی مشروعیت کا مکرر اعلان

کشمیر کی موجودہ جنگ وقت کی افضل ترین عبادت اور جہاد فی سبیل اللہ کی سات وجوہات کے عین مطابق ہے اور اس زمانے میں اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ مقصود نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی شخص اس کام کو چھوڑ کر دوسرے مشاغل کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی کا وسیلہ بنا دے تو اسے چاہیے کہ سورۂ توبہ کے آئینہ میں اپنی کوششوں کا جائزہ لے اور خود ہی فیصلہ کرے کہ کیا اس کی کوشش آسمانی وعید ﴿ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴾(الکھف : ۱۰۵) ''پس قیامت کے روز ہم ان کے نیک اعمال کا رتی برابر وزن بھی حساب میں قائم نہیں رکھیں گے'' کی زد میں تو نہیں آتا؟

اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت سے خارج تو نہیں کر دیا جاتا؟ اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی ایک بار نہیں ستر بار سفارش پر بھی عفو کے دائرہ میں جگہ نہیں پاتا؟ جہاد فی سبیل اللہ کے اندر سستی کرنے والوں کے حق میں اس قسم کی نہایت خوفناک تہدیدات سورۃ التوبہ میں کئی بار تکرار کے ساتھ موجود ہیں۔ جب ذات رسالت مآب ﷺ اور بدر جیسے مرحوم اور معصوم صحابہ رضی اللہ عنہم جہاد فی سبیل اللہ کے کاروبار کے ذیل میں مواخذۂ خداوندی سے محفوظ نہ رہ سکے تو ہم لوگ کس باغ کی مولی ہیں؟ اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شک ہو تو اسے چاہیے کہ سورۃ الانفال کی اس آیت:

﴿ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾

(الانفال : ٦٨)

''اگر دربار الٰہی سے تمہارے اس فروگزاشت کی جو تم نے (بدر کے جنگی قیدیوں کے بارے میں) کی ہے (معافی کا حکم) پہلے سے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو بالضرور تمہیں عذاب چمٹ جاتا۔''

کی تفسیر پڑھے۔ پس ہم سب بھائیوں سے بصد ادب درخواست کرتے ہیں کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے مسائل میں جو کچھ لکھنا یا بولنا ہو نہایت سوچ بچار کر کے بولیں اور لکھیں۔ اس میدان میں نہایت احتیاط کے ساتھ پھونک پھونک کر قدم رکھنا لازم ہے۔ جو حضرات سیاسی تحریکات کو بازیچۂ اطفال سمجھ کر ہر مدعی کی دعوت پر لبیک کہنے میں نہیں ہچکچاتے بلکہ خود سرانہ جو چاہا اپنے لیے مسلک اختیار کر لیا ان سب کو آیت مذکورہ بالا کی تہدید سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

موجودہ جنگ کشمیر وہ جہاد ہے جس کی غیر مشروعیت اور عدم وجوب پر کوئی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔ کفار مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکال رہے ہیں۔ ان سے ان کی اولاد کو، ان کی پاک دامن عورتوں اور بیٹیوں اور بہنوں اور ماؤں کو چھین رہے ہیں۔ ان کے قتل عام سے دریغ نہیں کرتے۔ ان کی بہو بیٹیوں کی اعلانیہ عصمت دری کرتے ہیں۔ ان کو زبردستی اسلام سے

برگشتہ کر کے ان پر زبردستی سکھ ازم اور ہندوازم ٹھونس رہے ہیں۔ اور وہ وہ کر رہے ہیں جس کو مادر گیتی کی آنکھ نے کبھی دیکھا نہیں تھا اور نہ کبھی کسی نے اس وقت تک سنا تھا۔ کس کا جگرہ ہے کہ ان مظالم پر روشنی ڈال سکے۔ سینہ چاک ہوتا ہے اور قلم کا کلیجہ پھٹتا ہے ۔

زدست گریہ کتابت نمے توانم کرد
کہ مے نیسم و مغسول مے شود فی الحال
زآہ و نالہ حکایت نمے توانم کرد
کہ صد گرہ بزباں مے فتد بوقت مقال

مسلم قوم اور مسلم وطن کو کفار کی غلامی سے نجات دلانا جہاد فی سبیل اللہ کی وہ صورت ہے جو طالوت اور جالوت نیز فرعون اور موسیٰ علیہما السلام کے قصہ سے ثابت ہے۔ مدافعت عن بلاد الاسلام وہ فرض عین ہے جس کی نسبت فقہائے عظام فتویٰ دیتے ہیں کہ بیوی بغیر خاوند کی اجازت کے اور غلام بدوں اجازت اپنے آقا کے ایسے موقع پر نکل کھڑے ہوں۔ جہاد کی فرضیت میں قرب اور بعد کا بھی لحاظ ہوتا ہے۔ اگر قریب والے لوگوں سے دشمن کے عسکری اقدامات کی مدافعت ہو سکے تو بہتر ورنہ دور والوں پر فرض عین ہوتا ہے۔ یہی وہ اصول ہے جس پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی تمام سابقہ حکومتوں کا استقلال یکے بعد دیگرے جاتا رہا اور سب کی سب یورپ کے تابع اور مطیع ہوگئیں۔ موجودہ جہاد کشمیر سے فقط یہ غرض نہیں ہے کہ کشمیر اور اس کے نواح کی دوسری اسلامی ریاستوں کو سکھ اور ڈوگرہ راج سے نجات دلائی جائے بلکہ ہمارے پیش نظر اپنے چار کروڑ مسلم بھائیوں کو جو مشرکین کی قید میں گرفتار ہیں اور ان پر طرح طرح سے ظلم ہوتے رہتے ہیں، کی نجات کی راہ پیدا کرنا نیز پاکستان کو اور پاکستان کے ساتھ تمام عالم اسلام کو ہندوازم کے ہمہ گیر اور قیامت نما خطرہ سے محفوظ رکھنا بھی ہے۔ اسلامی ریاستوں کی حفاظت کا فریضہ بھی جہاد کشمیر کے جاری رکھنے کا تقاضا کرتا ہے تاکہ ہندو قوم وہ جنگی دباؤ جو بحالت امن حیدر آباد دکن پر ڈال سکتی ہے، اس کا ایک بڑا حصہ کشمیر پر مشغول رہے اور حضرت

ملک الموت علیہ السلام کی نیابت کا فریضہ پونچھ اور کشمیر کے مجاہدین سے انجام پائے۔

جہاد کی مشروعیت کے لیے سب سے پہلی آیت باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مفسرین حضرات وہ ہے جو سورۃ الحج میں اتری ہے۔ اسے ہم پہلے صفحوں میں درج کر چکے ہیں۔ قارئین کرام کی یادداشت کی تازگی کے لیے ہم یہاں مع ترجمہ دوبارہ لکھ دیتے ہیں:

۞ ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ (الحج: ۳۹، ۴۰)

''جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں ان کو بھی ان کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے۔ یہ اس واسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان (مظلوموں) کو ظالموں کے خلاف مدد دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ (مظلوم مسلمان ہیں) جو (بے چارے) صرف اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے ناحق اپنے گھروں سے نکال دیے گئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا (یہ دستور) نہ ہوتا کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے پٹوایا کرے تو نصاریٰ کے گرجے اور کلیسے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن کے اندر کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے اور جو شخص اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی بالضرور اس کی مدد کرے گا۔''

اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ دراصل جہاد فی سبیل اللہ کی اجتماعی شکل کا خاکہ تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان مال جیسی حقیر دنیوی چیز کی حفاظت کرتے ہوئے کسی کے ہاتھ سے مارا جائے تو وہ بھی شہید ہے اور اس کا یہ فعل شرع شریف کی نظر میں جہاد فی سبیل اللہ کی منشا کے

عین مطابق ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے:

۞ «مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ»[1]

''جو کوئی اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہوا وہ شہید ہے۔''

معترضین جہاد کی تصویر قرآن مجید کے آئینہ میں:

ایسے نازک وقت میں جبکہ مسلمانوں کا مال و جان، عزت و ناموس چاروں طرف سے کفار کے نرغہ میں پھنس چکی ہو اور وہ اپنی تمام کوششیں اس ناپاک مقصد پر وقف کر چکے ہیں کہ برصغیر ہند کی خاک سے اسلام اور اہل اسلام کا نام و نشان اسی طرح مٹا دیں جیسا کہ سپین میں مٹایا جا چکا ہے اور اہل روس، ترکستان میں مٹا چکے ہیں اور جب ہر مسلمان مرد و عورت پر یکساں جہاد واجب ہو چکا ہو تو جہاد میں اعتراض کی باتیں فقط اسی شخص کو سوجھ سکتی ہیں جسے قرآن مجید کی روشنی سے کچھ حصہ نہ ملا ہو، جو پرلے درجے کا نامرد، خود غرض، آرام طلب اور عیش پسند ہو۔ میدان جہاد میں جانا اسے اپنے تئیں دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں داخل کرنا معلوم ہو۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو عورتوں سے تشبیہ دی۔ آیت وافی ہدایت میں اسی طرف اشارہ ہے:

۞ ﴿ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ (التوبة : ٨٧)

''ان کو میدان جہاد میں حاضر ہونا ناگوار اور گھر میں بیٹھ رہنے والی عورتوں کے ساتھ ان کے پیچھے بیٹھ رہنا پسند آیا۔ (جہاد سے پیچھے رہ جانے کا وبال ان پر یہ پڑا) کہ نفاق کی مہر ان کے دلوں پر لگا دی گئی اور وہ جہاد کی مصلحتوں کو سمجھ نہیں سکتے۔''

اللہ تعالیٰ نے جہاد کو منافقین اور مخلصین کے درمیان مابہ الامتیاز قرار دیا ہے اور جہاد کے میدان میں بغیر کسی شرعی عذر (بیماری، لنگڑا پن، اندھا پن، عدم استطاعت، زاد راہ) کے حاضر نہ ہونے والے کو زمرۂ منافقین میں شمار کرتے ہوئے اس سے اپنی ناراضگی اور بیزاری کا اظہار

[1] صحيح مسلم ، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من قصد ..... الخ : ١٤١۔

بدیں الفاظ فرمایا ہے:

۞ ﴿وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾ (التوبة : ٤٦)

مگر اللہ تعالیٰ کو ان کا جگہ سے ہلنا ناپسند آیا تو ان میں کاہلی بھر دی اور ان سے کہہ دیا گیا (جاؤ بدنصیبو!) جہاں اور لوگ جہاد سے پیچھے ہوئے ہیں تم بھی ان کے ساتھ بیٹھے رہو۔

ان کی خیرات وصدقات نماز وغیرہ ہر کار خیر سے بیزاری کا اعلان فرمایا۔ محض اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں میخ نکالتے ہیں اور اس میں حاضر ہونے سے کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ پیدا کر لیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

۞ ﴿ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴾ (التوبة : ٥٣)

''(اے پیغمبر!) تو ان سے کہہ دے کہ تم خوش دلی سے خیرات کرو یا بے دلی سے (اللہ تعالیٰ تم سے جہاد میں میخ نکالنے اور میدان جہاد میں پیچھے رہ جانے کی بنا پر ایسا خفا ہو گیا ہے) کہ وہ تمہاری خیرات ہرگز ہرگز قبول کرنے والا نہیں۔ کیونکہ تم بڑے نافرمان لوگ ہو۔''

حضرت شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کا بصیرت افروز بیان:

شہید حضرت شاہ اسماعیل بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں اور جہاد کے مسائل پر نکتہ چینی کرنے والوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کو یہاں درج نہ کرنا ہم قارئین کرام کی بڑی حق تلفی سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہم اسے لفظ بلفظ درج کرتے ہیں۔ وہ سید میر شاہ علی لکھنوی کو معترضین مسئلہ جہاد کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جہاد کی صورت ہرگز یوں نہیں بنتی کہ تم لوگ گھروں میں بیٹھے رہو۔ اصل عبارت یوں ہے:

'' نه اینکه جان خود را از سلك عباد الله برکشیده در زمره عباد الاجوفین داخل گردانند و ایں رکن رکین دین متین را گزاشته درکاسه لیسی اغنیاء متمردین و فرج سوسائٹی نسوان ناقصات الدین مشغول شوند۔سبحان الله! حق اسلام ہمیں است که بیخ رکن اعظم او را برکشند و کسیکه باوجود ضعف و ناتوانی و غیرت ایمانی و حمیت اسلامی در سینه او جوش زند۔ او را ملام و مطعون سازند۔ بیشك آں قوم از جمله مجوس یا سکھ یا ہنوداند که باملت محمدیه عداوت می دارند﴿ وَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ﴾ یا که مقتضائے محمدیت ہمیں بود که اگر کسے بطریق لہو و بازی ذکر جہاد بر زبان مے راند۔ قلوب مسلمین از استماع آں بسیان گل شگفته مے گردید۔ وبسیان سنبل سر سبز مے شد۔ و اگر از بلاد دور دست ہم آوازه قیام جہاد بگوش ہوش اہل غیرت اسلامی مے رسید۔ فی الفور دیوانه وار در دشت وکو ہسار مے دوید۔ بلکه مثل شاہباز مے برید۔ آیا امر جہاد با ایں عظیم الشان از پایه تعلیم مثل کتاب الحیض والنفاس ہم ساقط گردید۔ مناسب ہمیں است که ایں ہواجس نفسانی و وساوس شیطانی از دل دور گردانند و غیرت اسلامی و حمیت ایمانی را بجوش آرند و مردانه وار در مجمع مجاہدین در آیند۔ ونشیب و فراز زمانه که بر ایشاں مے گزرد مصابرت در زند۔ وخیالات دور دراز که از عقل اسباب پرست سر بر مے آرند دست بر دارند و آں را از اوہام جز نبره شمارند و علائق دینیه و تینسوه را که مانع استعجال این امر باشد ازاں ہم وفد باشند بموجب بیت۔

مصلحت دید من آنست که یاراں همه کار
بگذارند و خم طره یارے گیرند

(مکتوب ۳۱،سوانح احمد:ص۶۱۲۔۶۱۳)

''یہ مناسب نہیں ہے کہ (مسلمان ہوکر) آدمی اپنی جان کو (فدا کار) بندوں سے الگ رکھے اور اپنا شمار ان لوگوں میں کرائے جو ہنوز ماں کے شکم میں ہیں اور (یہ بھی مناسب نہیں ہے) کہ مسلمان ہوکر دین متین کے اس سب سے بڑے رکن کو یعنی جہاد فی سبیل اللہ کے مشاغل کو چھوڑ کر اللہ کی بارگاہ سے مردود، سرکش، امیروں اور رئیسوں کی کاسہ لیسی اور خوشامد میں لگا رہے یا دن رات عورت کے ساتھ شہوت رانی کے مزوں میں ڈوبا رہے۔ آہ! افسوس صد افسوس کی بات ہے آنکھوں کے سامنے دین اسلام کی جڑ اکھاڑی جا رہی ہو (اور مسلمان دیکھے اور اس کی رگ حمیت میں کچھ جنبش پیدا نہ ہو) اور ایسے شخص کو الٹا ملامت کی جائے جو باوجود اپنی بدنی اور مادی کمزوریوں کے محض اس ایمانی غیرت اور اسلامی ننگ کے جو اس کے سینے میں جوش مارے اسے ملامت اور اعتراض کا ہدف بنایا جائے۔ بیشک ایسے لوگ سکھ، مجوس اور ہنود قبیلہ کے اندر شمار کیے جانے کے مستحق ہیں نہ کہ اہل اسلام میں۔ یہ لوگ ملت محمدیہ (یعنی سر باز مجاہدین) سے دشمنی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ان کے حق میں آتا ہے:

﴿ وَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ ﴾ (یونس : ۳۲)

''حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟''

میں پوچھتا ہوں کہ اسلامی غیرت کا تقاضا یہی ہے جس کا ثبوت یہ لوگ دے رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص از راہ مذاق ہی کیوں نہ ہو جہاد کا آوازہ بلند کرتا ہو تو جس کے دل میں ادنیٰ غیرت ایمانی ہے اس کا دل اس خبر کے سننے سے پھول کی مانند کھل جاتا اور سنبل کی مانند ہرا بھرا ہو جاتا ہے۔ (جہاد کا ولولہ تو اہل اسلام کے دلوں میں یوں موجیں مارتا ہے) کہ اگر کسی دور دراز ملک میں سے کہیں جہاد کی آواز بلند ہو اور کسی غیرت مند فرزند اسلام کے کان تک پہنچ جائے تو وہ یقیناً پہاڑوں اور دریاؤں کو چیرتا ہوا وہاں پروانہ وار پہنچے گا جہاں سے آواز بلند ہوئی ہو۔ نہیں نہیں بلکہ شہباز کی سی

تیز پروازی کے ساتھ وہ وہاں پہنچے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ آیا مسئلہ جہاد باوجود اس کے کہ وہ سب عبادات سے خدا کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ سمجھا گیا، یہ مسئلہ کیا حیض اور نفاس کے مسائل سے بھی گیا گزرا ہے؟ مناسب یہی ہے کہ ان تمام نفسانی خیالات اور شیطانی وساوس سے اپنے دل کو پاک کریں اور ایمانی غیرت اور اسلامی حمیت کو جوش میں لائیں اور زمانے کے نشیب و فراز سے قطع نظر کر کے مجاہدین کے لشکر میں پہنچیں اور جو ان پر گزرتی ہے ان سب کو نظر انداز کریں اور دور دراز کے خیالات کو جو دل میں گزرتے ہیں اور ان تمام باتوں کو جو تحریک مقدس کی راہ میں مانع ہوتی ہیں کو چھوڑ دیں ان سب کو شیطانی وسوسوں میں شمار کریں اور کسی ایسی بات کو جو جہاد مقدس کے اندر شمولیت سے روکتی ہو سے دور بھاگیں۔ کسی فارسی شاعر نے ازراہ نصیحت کیا خوب کہا ہے ۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و خم طرہ یارے گیرند

باب چہارم

استفتائے دوم (الف)

امام الجہاد اور مجاہدین کا تزکیۂ نفس کے کمالات سے متصف ہونا شروط جہاد میں سے لازمی شرط ہے یا نہیں؟

الجواب: امام الجہاد اور مجاہدین کا تزکیۂ نفس کے اوصاف اور کمالات سے متصف ہونا ضروری نہیں۔ اگر ہوں تو اس سعادت کا کیا کہنا:

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾(الجمعة :٤)

مگر ان چیزوں کو جہاد کی امامت کے لیے یا مجاہدین کے لیے لازمی شروط قرار دینا علوم دینیہ سے قطعاً ناواقفیت کی دلیل ہے۔ یہ مسئلہ دراصل اس مسئلہ کی دوسری شکل ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول امام ہوسکتا ہے یا نہیں؟ خلافت راشدہ کے سقوط کے بعد اکثر بلکہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امامت ملتی رہی۔

شہادت اول از تاریخ:

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کا امام بننا یزید کے واقعہ سے ثابت ہے۔ یزید کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ فضل و شرف میں برابر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف ہی حاصل نہیں ہوا تھا۔ کردار اور اخلاق کے لحاظ سے بھی اس کو اپنے ہم عصر کبار تابعین پر ترجیح نہ تھی۔

صدہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہزارہا ملکوتی صفات تابعین کرام کی موجودگی میں وہ امام بنتا ہے۔ ایسے لوگ جن کا ثانی مادر گیتی نے کبھی پیدا کیا اور نہ پیدا کرے گی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو اہل نبوت کے چشم و چراغ تھے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان بننے کا شرف عطا فرمایا تھا۔ یہ سب یزید کی قیادت میں

قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہوتے ہیں اور یزید کے تمام شرعی عیوب اور کمزوریوں پر محض جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا کرنے کی خاطر صرف نظر کرتے ہیں۔ابوایوب رضی اللہ عنہ اسی معرکہ میں شہید ہوکر وہیں مدفون ہوتے ہیں۔قسطنطنیہ میں جامع مسجد ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی ایک پائیدار یادگار ہے۔اگر امام الجہاد کے لیے تزکیۂ نفس کی خوبیوں سے متصف ہونا شروط جہاد میں سے لازمی شرط ہوتی تو یہ حضرات ملکوتی صفات کبھی یزید کی قیادت کو اس موقع پر قبول نہ کرتے۔ یاد رکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ کے شہداء کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل الشہداء کے معزز خطاب سے امت میں ممتاز فرمایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں:

۞ « اَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَاللّٰهِ » [1]

شہادت دوم از قرآن مجید:

داؤد علیہ السلام جو نبوت کے شرف سے بنی اسرائیل میں نوازے جانے والے تھے، نے اپنی مظلوم مسلم قوم اور اپنے وطن کو جالوت جو کہ ایک کافر بادشاہ تھا، کی غلامی سے نجات دلائی۔ قرآن مجید نے ان کی اس خدمت کو بہت سراہا اور اسے وقت کا سب سے بڑا جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا۔انہوں نے یہ خدمت طالوت کی سرپرستی میں انجام دی تھی جسے اخلاق اور اعمال کے لحاظ سے داؤد علیہ السلام سے کوئی نسبت نہ تھی۔ بلکہ قرار بیان مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ وہ داؤد علیہ السلام کے حق میں برادران یوسف علیہ السلام سے کم نہ تھا۔تفسیر خازن جلد اول نے طالوت کے معاملہ کو جو اس نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ برتا تھا، تین صفحوں (۳۲۱،۳۲۲،۳۲۳) پر بیان کیا ہے۔اس کا ایک ضروری اقتباس ہم یہاں درج کرتے ہیں تاکہ اس مضمون کے پڑھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ جہاد کی امامت کے لیے تزکیۂ نفس کے کمالات سے آراستہ ہونا ضروری نہیں ہے۔تفسیر خازن کے الفاظ ہیں:

۞" وَطَعَنَ الْعُلَمَاءُ وَالْعِبَادُ عَلَىٰ طَالُوْتَ فِي شَانِ دَاوٗدَ فَجَعَلَ طَالُوْتُ

[1] صحيح مسلم، كتاب الفتن ، باب فى فتح قسطنطنية ..... الخ : ٢٨٩٧۔

لَا يَنْهَاهُ اَحَدٌ مِنْ قَتْلِ دَاوٗدَ اِلَّا قَتَلَهٗ فَقَتَلَ خَلْقًا كَثِيْرًا مِّنَ الْعِبَادِ وَالْعُلَمَاءِ"

''علمائے کرام اور وقت کے نیک بندوں نے طالوت کو، اس بدسلوکی پر جو اس نے داؤد علیہ السلام کے حق میں روا رکھی تھی، ملامت کی تو اس پر طالوت نے ہر اس شخص کو جس نے اس کو داؤد علیہ السلام کو قتل کرنے سے روکا جان سے مارنا شروع کر دیا۔ اس طرح اس نے بہت سے اللہ والے بندوں اور علماء کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

شہادت سوم از حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

۞ « عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ اَمِيْرٍ بِرّاً كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بِرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَ اِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بِرّاً كَانَ اَوْ فَاجِراً وَ اِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ » ❶

''اے مسلمانو! ہر امیر کی سرپرستی میں خواہ نیک ہو یا بد، تم پر فریضۂ جہاد بجالانا واجب ہے اور اے مسلمانو! ہر ایک مسلمان کے پیچھے تم پر نماز ادا کرنا واجب ہے، خواہ وہ مسلم امام بھلا ہو یا برا۔ اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا بھی مرتکب ہو۔ اے مسلمانو! ہر مسلمان کے پیچھے تم پر نماز ادا کرنا واجب ہے خواہ وہ مسلم امام بھلا ہو یا برا، اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا بھی مرتکب ہو۔''

حدیث کی اس شہادت سے ثابت ہوا کہ امام الجہاد بدکار سے بدکار کیوں نہ ہو اس کی قیادت میں فریضۂ جہاد ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ فسق و فجور کا کتنا ہی بڑا مجسمہ کیوں نہ ہو۔ پس جب نماز جو فرائض مکتوبہ میں سے ہے، کا ادا کرنا ہر فاسق و فاجر پر فرض ہے تو جہاد فی سبیل اللہ کہ وہ بھی نماز کی طرح مکتوبہ فرائض میں سے ایک بلند پایہ فرض ہے، کیوں نہ فاسق

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع ائمة الجور: ۲۵۳۳۔

شخص پر واجب ہوگا؟ نماز کو بھی اللہ نے مکتوبہ عبادت سے قرار دیا اور قتال فی سبیل اللہ کو بھی۔

شہادت چہارم از حدیث نبوی ﷺ:

۞ «عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِیَ اللّٰهُ اِلیٰ اَنْ یُّقَاتِلَ اٰخِرُ اُمَّتِی الدَّجَّالَ لَا یُبْطِلُهٗ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ»[1]

''انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، فریضۂ جہاد جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز کیا ہے اس وقت سے لے کر اس وقت تک جاری رہے گا جب کہ میری امت کا آخری شخص دجال کو قتل کرے گا۔ نہ ظالم امام کا ظلم اس فریضہ کی بجا آوری میں حائل ہوسکتا ہے نہ عادل امام کا عدل (یعنی امام الجہاد خواہ ظالم ہو یا عادل ہر ایک کے ساتھ فریضۂ جہاد بجا لانے میں تمہیں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے)۔''

شہادت پنجم پیشگوئی از رسالت مآب:

وہ حدیث جسے امام احمد اور بیہقی نے بروایت نعمان بن بشیر بواسطہ حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنی مسند میں بیان کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ نبوت کے خاتمہ پر خلافت راشدہ علی منہاج نبوت کا زمانہ آئے گا۔ خلافت راشدہ کے بعد اہل اسلام کے اندر بادشاہت کا زمانہ آئے گا جو ایسی بے رحم ہوگی کہ بنی نوع انسان کے خون کی پیاسی ہوگی۔ اسے (ملکاً عاضاً) کے نام سے آپ نے یاد فرمایا ہے۔ یعنی بنی نوع انسان کو بھوک و پیاس میں مبتلا رکھ کر ان کے خون کی کمائی سے فائدہ اٹھانے والی اور بیت المال جو پبلک کا ہوگا، اسے اپنی عیش وعشرت پر صرف کرے گی اور پبلک کی بھوک کو رفع کرنے کا کچھ انتظام نہ کرے گی۔ اس کے بعد خبر دی ہے کہ شاہان جابرہ کا زمانہ آئے گا یعنی اخلاق کی قوت سے نہیں بلکہ سینہ زوری اور جبر سے کام لے کر اپنی بادشاہت قائم رکھنے کی کوشش کرنے والے ہوں گے۔[2]

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور: ۲۵۳۲۔
[2] مسند احمد: ۲۷۳/٤۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے بھیڑیا صفت اور جابر بادشاہوں کی وجہ سے امت پر فریضۂ جہاد ساقط ہو جائے گا؟ اور جب تک ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما جیسے خلیفہ پیدا نہیں ہوں گے اس وقت تک اس فریضہ کے معطل اور موقوف ہونے کی شرط سراسر لغو اور علم حدیث سے بے خبری کی دلیل ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ ہی تزکیۂ نفوس کا منفرد ذریعہ ہے:

مذکورہ بالا بیان سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونے پائے کہ تزکیۂ نفس اسلام کے اندر کوئی غیر ضروری چیز ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی تو وہ چیز ہے جس پر آخری سعادت کا سارا دارومدار ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بہت سی چیزوں کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

۞ ﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ (الشمس : ۹، ۱۰)

''(مذکورہ بالا چیزوں کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں) کہ جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ (اس دنیا میں کرلیا) وہ تو یقیناً بامراد ہو گیا اور جس شخص نے اس کو دبا دیا وہ برباد ہوا۔''

مگر حصول مقصد کا وہ طریقہ جو عام طور پر مروج ہے۔ اللہ پرست لوگ بڑی نیک نیتی سے اس دولت کے حصول کے لیے رہبانیت یعنی درویشی اختیار کرتے ہیں۔ اپنی جان پر بڑی بڑی ریاضتوں کی محنت اور مشقت جھیلتے ہیں۔ قرآن مجید اور سیرت نبوی اور مسلک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مروجہ طریقے کی تائید سے انکار کرتے ہیں اور اس دولت کے حصول کے لیے جس راہ کا پتہ بتاتے ہیں وہ تو محض جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نماز تہجد اور تلاوت قرآن مجید کی مداومت اور پابندی پر توجہ دلائی ہے۔ مگر وہ بھی فریضۂ جہاد کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ نہ کہ اسے چھوڑ کر۔ آپ نے تقرب الی اللہ کے مروجہ طریقوں کو یہود و نصاریٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنی امت کی درویشی اور رہبانیت کو جہاد فی سبیل اللہ کی حدود میں محدود کر دیا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

۞ « عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِكُلِّ نَبِیٍّ رَهْبَانِیَّةٌ وَرَهْبَانِیَّةُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ

اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ»[1]

''آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہر امت کے ہاں مخصوص رہبانیت ہے (جسے وہ تزکیۂ نفوس کے لیے ضروری سمجھتی ہے) میری امت کی درویشی اور رہبانیت صرف جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دربار رسالت مآب نے تزکیۂ نفوس کے لیے جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کا طریقہ ہی مخصوص کیا ہے، دگر ہیچ۔

تزکیۂ نفس برائے عسا کر مجاہدین:

تزکیۂ نفس کے کمالات سے متصف ہونا جیسا کہ اوپر ثابت ہوا امیر جہاد کے لیے ضروری شرط نہیں ہے اور افراد مجاہدین کے لیے بھی ضروری نہیں۔ ہاں اگر ہو تو یہ نور علی نور ہے۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق عہد نبوی کے ایک واقعہ سے بھی ثابت ہے جو یوں ہے:

۞ « عَنِ ابْنِ عَائِذٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا تُصَلِّ عَلَیْهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّهٗ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلیٰ اُنَاسٍ فَقَالَ هَلْ رَاٰهُ اَحَدٌ مِنْكُمْ عَلیٰ عَمَلِ الْاِسْلَامِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! حَرَسَ لَیْلَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَصَلّیٰ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَثیٰ عَلَیْهِ التُّرَابَ وَقَالَ اَصْحَابُكَ یَظُنُّوْنَ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ یَا عُمَرُ! اِنَّكَ لَا تُسْأَلُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ»[2]

''ابن عائذ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے جنازے

---

[1] مسند احمد: ۲۶۶/۳۔

[2] رواہ البیھقی فی شعب الایمان ۔ المشکوٰۃ کتاب الجھاد: ۳۷۸۳۔

کے لیے نکلے۔ پس جنازہ قبرستان میں رکھا گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اس شخص کا جنازہ نہ پڑھیے کیونکہ یہ آدمی فاسق و فاجر تھا۔ اس پر آنحضرت نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور ان سے پوچھا کہ کیا کسی نے تم لوگوں میں سے اس شخص کو اسلام کے کسی کام پر دیکھا ہے؟ اس پر ایک شخص نے کہا، ہاں یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس شخص کو ایک رات راہ خدا میں یعنی جہاد میں مجاہدین کا پہرہ دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر اپنے دست مبارک سے اس پر مٹی کی چند لپیں ڈالیں اور فرمایا کہ تیرے ساتھی تو تجھ کو جہنمی سمجھتے ہیں مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اہل جنت میں سے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عمر! تجھ سے لوگوں کے اعمال کی نسبت نہیں پوچھا جائے گا بلکہ تجھ سے پوچھ ہوگی تو صرف دین اسلام کی نسبت ہوگی۔''

اس واقعہ سے جو نبی ﷺ کی آنکھوں کے سامنے گزرا یہ ثابت ہوا کہ مجاہدین کے لیے تزکیۂ نفس کے کمالات سے آراستہ ہونا کوئی ضروری بات نہیں۔ جس طرح کہ فاسق سے فاسق شخص کی اوپر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے اس طرح بدکار سے بدکار آدمی پر بھی اللہ کے دشمنوں سے لڑنا واجب ہے۔ اس کی بری خصلتیں فریضۂ جہاد کی بجا آوری میں مانع نہیں بن سکتیں۔

عہد نبوی ﷺ کا ایک دوسرا واقعہ مذکورہ بالا مضمون کی مزید بدیں الفاظ تائید کرتا ہے:

۞ ((عَنْ اَبِی اُمَامَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی سَرِیَّةٍ مِنْ سَرَایَاهُ قَالَ فَمَرَّ رَجُلٌ بِغَارٍ فِیْهِ شَیءٌ مِنْ مَاءٍ قَالَ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ بِاَنْ یُّقِیْمَ فِی ذٰلِكَ الْغَارِ فَیَقُوْتُهٗ مَا كَانَ فِیْهِ مِنْ مَاءٍ وَیُصِیْبُ مَا حَوْلَهٗ مِنَ الْبَقْلِ وَیَتَخَلّٰی مِنَ الدُّنْیَا ..... فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَنِّی لَمْ اُبْعَثْ بِالْیَهُوْدِیَّةِ وَلَا بِالنَّصْرَانِیَّةِ وَلٰكِنِّی بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّةِ السُّمْحَةِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَغَدْوَةٌ اَوْ رَوْحَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا وَلَمُقَامُ

اَحَدِكُمْ فِي الصَّفِّ خَيْرٌ مِنْ صَلٰوتِهٖ سِتِّيْنَ سَنَةً ﴾ [1]

''ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (جہاد کے لیے) نکلے۔ ہم میں سے کسی ایک شخص کا گزر ایک غار پر ہوا جس میں پانی (اور ہرا ہرا سبزہ) تھا۔ (یہ منظر دیکھ کر) اس کے دل میں یہ بات گزری کہ وہ دنیا سے بالکل یکسو ہو کر اسی غار میں ٹھہر جائے (اور یہیں بیٹھا بیٹھا اللہ کے ذکر اور فکر میں مشغول رہے) اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت مانگی تو اسکے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خدا پرستی کا یہ طریقہ تو یہود و نصاریٰ کا ہے) اور میرا حال یہ ہے کہ میں نہ تو یہودی مذہب لے کر مبعوث ہوا ہوں اور نہ نصرانی مذہب لے کر بلکہ میں تو دین اسلام لے کر آیا ہوں جو بہت ہی آسان ہے (مشقت طلب نہیں ہے)۔ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ کی راہ میں یعنی جہاد کی خاطر کوئی شخص میدان جنگ میں صبح حاضر ہو یا شام یہ کام دنیا اور اس کے اندر کی تمام بھلائی کی باتوں سے اچھا ہے اور کوئی شخص تم میں سے جنگ کی صف میں ٹھہرے تو یہ کام ساٹھ سال کی نماز سے اچھا ہے۔''*

نتیجہ:

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ تزکیۂ نفوس کی منازل طے کرنے کا منفرد طریقہ جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور یہی طریقہ اصل درویشی ہے۔ اگر جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا ذریعہ تقرب الی اللہ کا تجویز کیا جائے تو وہ انسان کو یہودیت اور نصرانیت کے مسالک کی طرف راہ نمائی کرے گا نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی طرف۔ واللہ اعلم!

نظریہ سید احمد بریلوی رحمہ اللہ بقلم مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ:

حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمہ اللہ ان لوگوں کے بارے جو جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ کر

[1] مسند احمد: ۲۶۶/۵۔

* یہ روایت اس سند سے تو ضعیف ہے لیکن اس کے شواہد موجود ہیں۔ واللہ اعلم

دوسرے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنے طرز عمل سے دوسروں کو بھی شمولیت جہاد سے روکنے کا باعث بنتے ہیں، بقرار ذیل فرماتے ہیں:

"پس کسیکه مساعی جهاد را تقبیح کند و مشاغل دیگر را ترجیح دهد همون است آثم و گناه گار و ظالم ستمگار و از بارگاه حق مردود و بوعید شدید (رُبَّ تَالِی الْقُرْآنَ وَ الْقُرْآنُ یَلْعَنُهٗ وَرُبَّ مُصَلٍّ وَالصَّلوٰۃُ تَلْعَنُهٗ) موعود"[1]

"پس جو شخص جہاد کی عیب جوئی کرے اور دوسرے کاموں کو جہاد پر ترجیح دے وہ وہی شخص ہے جسے فی الحقیقت گناہگار اور روسیاہ، پرلے درجے کا بے انصاف اور ظالم کہنا چاہیے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے دربار سے راندہ اور اس وعید کا مستحق ہے جو اس حدیث میں وارد ہے کہ بہت سے لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں مگر قرآن بھی ان پر لعنت برساتا ہے۔ بہت سے نمازی نماز پڑھتے ہیں مگر نماز اس پر رحمت نہیں بلکہ لعنت برساتی ہے۔"

❁❁❁

[1] سوانح احمد، مولفه مولانا محمد جعفر : ١٧٤۔

استفتائے دوم (ب)

کیا مشرکین کی امامت اور قیادت مسلم قوم کے لیے اس کے سیاسی امور میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: **سیدنا ابراہیم اور امامۃ المسلمین:**

مسلم قوم کی زندگی کے کسی شعبہ میں خواہ اس کا تعلق تمدن سے ہو یا ان کی معاشرت سے یا ان کی اقتصادیات سے ہو یا سیاسیات سے، غرض زندگی کے کسی شعبہ میں مشرکین کی امامت اور قیادت جائز نہیں۔ خاص کر سیاسیات میں کیونکہ وہی تو اسلامی زندگی کا مدار علیہ ہے۔ اس لیے اس کی زمام کسی مشرک غیر مسلم کے حوالے نہیں کی جاسکتی۔ حکم باری تعالیٰ کی روشنی میں ہم اس اہم مسئلہ کی جانچ پڑتال کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یکے بعد دیگرے بہت سی کڑی آزمائشوں میں ڈالا اور ان کے جوہر ایمان اور یقین کو نکھارا۔ وہ ہر امتحان میں پورے اترے تو حق تعالیٰ نے از راہ بندہ نوازی ان کو تمام بنی انسان کا تا روز قیامت کے لیے امام بنا دیا۔ آپ نے عنایت الٰہی کو اپنے شامل حال دیکھ کر امامت کے بارے میں اپنی اولاد کے حق میں سوال کیا تو بارگاہ لم یزل سے جواب ملا کہ تیری اولاد میں سے جو ظالم یعنی مشرک ہوں گے ان کے لیے اس منصب جلیلہ کے اندر کوئی حق اشتراک نہیں، یہ صرف مسلمین کا حق ہے۔ قرآن مجید نے اس مضمون کو بدیں الفاظ ادا کیا ہے:

۞ ﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۲۴)

''اور (اے پیغمبر! بنی اسرائیل کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اس نے ان سب باتوں کو پورا کر دکھایا، تو حق تعالیٰ نے از راہ نوازش فرمایا، اے ابراہیم! ہم تجھے بنی نوع انسان کے واسطے امام بناتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے درخواست کی کہ بنی نوع انسان کی امامت اور رہنمائی کا حق جو تو نے مجھے عنایت کیا ہے، یہ منصب میری اولاد کو بھی پہنچے گا یا نہیں؟ بارگاہ لم یزل سے جواب ملا کہ تیری اولاد میں سے جو ظالم ہوں گے ان کو یہ منصب نہیں پہنچے گا۔''

ظالم کی تعریف قرآن کے الفاظ میں:

ظلم کی کئی قسمیں ہیں۔ کسی کا مال چرانا، کسی پر شبخون اور ڈاکہ ڈالنا، مسافروں کو لوٹنا، کسی کو بلاوجہ مار ڈالنا، کسی کی بہن بیٹی کا اغوا کرنا، کسی پر جھوٹا مقدمہ دائر کروانا، غرض ظلم کی بہت سے قسمیں، ہیچ اور بے حقیقت ہیں اور تمام کبیرہ گناہوں سے ظلم کی وہ بڑی قسم مراد ہے جسے قرآن مجید کی اصطلاح میں ''شرک'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

۞ ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ (لقمان : ١٣)

''اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، اس میں کوئی شک نہیں کہ شرک بڑا ظلم ہے۔''

شرک کو ظلم کی جتنی اقسام ممکن اور متصور ہو سکتی ہیں سب سے بڑا ظلم قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے غیر محدود دائرہ میں اس گناہ کے مرتکب کے لیے عفو کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ باقی سب گناہوں کے لیے عفو کی امید دلائی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

۞ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء:٤٨)

''اس بات میں شک کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جرم کو بخشے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس کے سوا باقی سب گناہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا ہی طوفان باندھا۔''

اسی مضمون کی تائید میں بہت سی آیات ہیں۔ان میں سے ہر ایک کا یہی مفہوم ہے کہ شرک کے لیے اور اس کے مرتکب کے لیے معافی نہیں ہے۔تفصیل کے لیے دیکھو مندرجہ ذیل چند آیتوں کو جن کا ہم نے مشتے از خروار نمونہ ونشان دیا ہے:

سورۃ النساء : ..... پارہ ٥ ع ١٤/١٧۔

سورۃ المائدۃ: ..... ٦ ع ١٤/١٠۔

سورۃ الانعام: ..... ٧ ع ١٦/١٠۔

سورۃ النساء: ..... ٦ ع ٣/٣٣۔

سورۃ الانعام: ..... ٧ ع ١٥/٩۔

سورۃ الحج: ..... ١٧ ع ١١/٤۔

پس جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے مجرموں کو معافی کی امید دلائی ہے اور مشرک کے عفو سے ہر جگہ انکار کیا ہے تو ثابت ہوا کہ اسلام کے قانون میں شرک سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں اور نہ ہی مشرک سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ ظالم متصور ہوسکتا ہے۔آیت وافی ہدایت ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ ﴾(الانعام:٨٢) کے اندر لفظ ظلم سے مراد بقرار تشریح آنحضرت ﷺ نے شرک لیا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے جن ظالمین کو بنی نوع انسان کی امامت اور قیادت کے حق سے محروم کیا گیا ہے وہ وہی لوگ ہیں جو شرک کے مرتکب ہوئے۔

نتیجہ: پس جب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے مشرک کو بنی نوع انسان کی امامت کے حق سے محروم کر دیا گیا تو دوسری قوموں کے اندر جو لوگ شرک پیشہ ہوں اور ان کو اپنی بت پرستی پر ویسا ہی ناز ہو جیسے کہ سچے مسلمان کو اپنے اسلام پر تو ایسا مشرک مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا اور سیاسی امور کے شعبہ کا کیسے زمام دار بن سکتا ہے۔اسلام کے اندر سیاسیات سے بڑھ کر کوئی اہم شعبہ نہیں ہے۔یہ مسلم زندگی کا وہ نازک اور خطرناک شعبہ ہے جس کے مؤاخذہ

سے پیغمبر علیہ السلام اور بدری جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ بچ سکے تو دوسروں کو کیا طمع ہو سکتی ہے کہ وہ سیاسیات اسلامی کو بازیچۂ اطفال بنا سکیں۔ اس واقعہ کے متعلق آیت کو ہم پہلے درج کر چکے ہیں، دوبارہ تفصیل کی حاجت نہیں۔ یہاں فقط بطور حوالہ درج ہے:

۞ ﴿لَوْ لَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ .....﴾ (الانفال : ٦٨)

امیر یا امام مسلم قوم سے ہونا چاہیے نہ کہ غیر مسلم اقوام سے: اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

۞ ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء : ٥٩)

''اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کا حکم مانو اور تم مسلمانوں کے اندر جو صاحب حکومت یعنی جو تمہارے مسلم امیر ہیں ان کا حکم بھی مانو۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ کی خصوصاً سیاسی امور کی زمام خاص اپنے مسلم لیڈروں کے ہاتھ میں ہونی چاہیے نہ کہ مشرکوں کے ہاتھ میں۔

تعجب: ہمارے تعجب اور حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب ایسی علمی مجالس سے دور افتادہ، معارف دینی سے تہی دست، پہاڑوں کے اندر گمنامی کی زندگی بسر کرنے والے لوگ ہندوستان کے اندر بسنے والے سیاسی لیڈروں اور مذہبی پیشواؤں کو خاص کر ارباب دیوبند اور وہاں کے فارغ التحصیل فضلاء کو دیکھتے تھے کہ وہ اندھا دھند گاندھی جیسے رئیس المشرکین کو اپنے سیاسی امور کا پیشوا اور امام بنا کر اس کے ہر حکم اور فیصلہ کو كَالْوَحِيُ مُبَرَّأٌ عَنِ الْخَطَاءِ قرار دے کر اس کی بجا آوری میں کچھ جھجک محسوس نہ کرتے۔ بلکہ اس کی پیروی کو اپنا قومی فخر سمجھ کر ایک دوسرے پر مسابقت کی کوشش کرتے ہیں۔ برصغیر ہند کی سیاسیات کی زمام جو ہمیں اسلاف رحمہم اللہ (سلطان اورنگزیب، سلطان ٹیپو، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ) کی طرف سے ہمارے ہاتھوں میں پشت بہ پشت منتقل ہوتی چلی آ رہی تھی

وہ ہماری سوچی سمجھی غلطی کی وجہ سے مشرک قوم کے حوالے کر دی گئی اور دیدہ و دانستہ ہم نے اپنی شکست اور اپنے حریف (ہندو قوم) کی فتح مان لی۔ وہ قوم جو کل تک ماموم تھی امام بن گئی اور وہ جو مقتدا تھا مقتدی بن گیا۔ ۱۹۱۹ء سے لے کر جب سے ارباب دیوبند نے ملکی سیاست کی زمام ہندو قوم کے سپرد کی اب تک مسلمانوں کے مال و جان کو، اس کی عزت و ناموس کو مشرکین کے ہاتھ سے جس قدر نقصان ہندوستان کے مختلف حصوں میں پہنچا یا پہنچ رہا ہے اس کی علت کا سراغ لگایا جائے تو یقیناً ۱۹۴۰ء والی غلطی کے سوا کچھ نہ پایا جائے گا۔ تعجب بالائے تعجب اس بات پر ہے کہ آیات بینات:

۞ ﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ﴾ (المائدة : ۸۲)

''تم مسلمانوں کا سب سے سخت دشمن یہود و مشرکین کو پاؤ گے۔''

۞ ﴿ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (البقرة : ۱۰۵)

''اہل کتاب اور مشرکین کبھی نہیں چاہیں گے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو۔''

۞ ﴿ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ يَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ (الممتحنه : ۲)

''اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے کھلم کھلے دشمن ہو جائیں اور تم پر دست درازی اور زبان درازی کریں اور چاہیں گے کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔''

۞ ﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ﴾ (النساء: ۸۹)

''وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہیں تاکہ سب برابر ہو جائیں۔''

اور اس کے علاوہ بہت سی دوسری آیات کی موجودگی میں بڑے بڑے ارباب علم و فضل کی

نظروں سے اتنی بڑی اہم لغزش جس میں مسلم قوم کی روحانی، سیاسی زندگی کے لیے کلی موت کا پیغام تھا، کیوں اوجھل رہی۔ ہندو مشرک قوم پر بھروسہ کرنے کی اور اس کو اپنا سیاسی امام ماننے کی آخر کیا وجہ ہوئی؟ بعض عقید تمندوں کو حضرات دیوبند کی طرف سے یہ عذر کرتے ہوئے سنا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے یعنی ہندو قوم کو سیاسیات میں امام نہ بناتے تو انگریز انہیں اور ان کی مسلم قوم کو پیس ڈالتا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ جیسا ہم نے آیات بینات جو مشرک قوم کی اسلام دشمنی کے بارے میں ڈھنڈورہ پیٹ رہی ہیں جس طرح وہ سب کی سب ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئیں، اسی طرح ہندو قوم کی گزشتہ تاریخ کی یاد بھی ہمارے دماغ سے اتر گئی۔ یا اسفا! و یاحسرتا! ہم نے نہ سمجھا کہ ہندو قوم قدیم شاہی اقوام ہند سے باوجود اس کے کہ انہوں نے ان کا مذہب اور ان کی تہذیب سب قبول کر لی تھی، حیوانوں سے زیادہ برا سلوک روا رکھا۔ اس قوم نے بدھ مذہب کو کہ وہ بھی ہندوستان کی پیدائش تھی، کس طرح ہند سے ناپید کر دکھایا۔ اکبر مغل نے ہر طرح سے ان کی دلجوئی کی اور اپنی مسلم قوم کے ساتھ ان کی خاطر مدۃ العمر برے سے برا سلوک کرتا رہا مگر وہ اس کی نہ بننی تھی نہ بنی اور اس کی اولاد اور اس کی سلطنت کی جب تک پوری طرح سے بیخ کنی نہ کر لی، صبر نہ کیا۔

ہندو قوم اپنی خود غرضی اور کیریکٹر کی کمزوری ہر موقع پر دکھاتی رہی۔ سلطان ٹیپو، حضرت سید احمد، سلطان ظفر کے زمانے میں اس قوم نے وہ کیا تھا جو اس قوم نے ہمارے ساتھ نہ کیا؟ ہر موقع پر وہ دھوکا دیتی رہی۔ پھر اس پر بھروسہ کرنا اور مسلم قوم کی داخلی تنظیم اور اس کی اسلحہ بندی کے مسائل سے غافل ہو جانا کہاں کا سیاسی شعور اور مذہبی فراست ہے؟ آج جو برصغیر ہند میں مسلم قوم پر سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھ سے مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں یہ سب ان ابتدائی غلطیوں کا نتیجہ ہے۔ اس کے واسطے ان لوگوں کو جنہوں نے اتنے خطرناک حالات کے اندر اپنے سارے دشمنوں سے مسلم قوم کا استقلال منوایا، کو ذمہ ٹھہرانا محض سینہ زوری ہے۔ اگر مسلمانوں کی تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں کا ایک مرکز ہوتا تو ہرگز مسلم قوم کو سکھوں اور ہندو

مشرکین کے ہاتھوں قتل و غارت اور بے آبرو ہونے کے یہ زہرہ گداز مناظر دیکھنے نہ پڑتے۔ اگر ہمارا اتفاق مضبوط ہوتا تو نہ انگریز کو اور نہ اس کی حلیف ہندو قوم کو ہماری طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت ہوتی اور نہ ہی ملکی سیاسیات کی زمام ہمارے ہاتھ سے نکلنے پاتی۔ جن لوگوں نے یورپ کی درسگاہوں میں تربیت پائی ہے ان کا ہمیں گلہ کرنے کا کیا حق ہے۔ جب ہم خود اسلامی سیاست کو چھوڑ کر یورپ کے جمہوری اصولوں کے پابند بن بیٹھے۔ اس قسم کی سیاسی کشمکش کو جہاد کے نام سے تعبیر کرنے لگے۔ اصل یہ ہے کہ اسلامی سیاست کا مسلک اختیار کرنا ہمیں ناگوار گزرا اور ایک سہل طریقہ پر چلنا ہمیں پسند آیا اور اندھا دھند ہندو قوم کی تقلید میں لگ گئے۔ اسلامی طریقہ کار کو وہی شخص اختیار کر سکتا ہے جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ لے یا اسے انبیاء علیہم السلام کا سا سیاسی شعور ہو یا ان کی اتباع کا والہانہ جذبہ۔ اس بارے میں کسی نے مناسب حال رباعی کہی ہے ؎

یا در طلب غم فزوں مے باید
یا خواہش یافت دیدہ خوں مے باید
سرمایہ ایں کار نہ آنست و نہ ایں
یا عقل تمام یا جنوں مے باید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفر و شرک کی نجاست سے دنیا کو پاک کرنے اور اس کی جگہ اللہ کا قانون جاری کرنے کا عالمگیر پروگرام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا اس کی تعمیل کے بارے میں آپ کی ذات خاص کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ یوں حکم دیتا ہے:

۞ ﴿ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾
(النساء: ٨٤)

''پس اے پیغمبر! تو دشمنان اسلام سے تن تنہا لڑ (اس عالمگیر پروگرام کی تعمیل کے واسطے) سوائے تیری ذات کے (میرے ہاں سے) کوئی مکلّف نہیں ہے اور (ہاں

البتہ) تو مومنوں کو ترغیب دے سکتا ہے کہ (وہ تیرے ساتھ اس کام میں شریک ہوں)۔''

عالم اسلام کے تمام فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مادر گیتی نے شروع سے حضرت محمد ﷺ جیسا کوئی برگزیدہ اور باکمال فرزند پیدا نہ کیا اور آئندہ بھی تاروز قیامت پیدا نہ کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ایسی عدیم المثال ہستی کو اسلامی پروگرام کی تعمیل کی خاطر موت کے منہ میں تنہا گھسیڑتا ہے اور کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ جو جنگ میں جاتا ہے تو وہ ننانوے فیصد موت کا یقین لے کر میدان میں حاضر ہوتا ہے۔ پس ہماری زندگی کی نبی ﷺ کی زندگی کے سامنے کیا حقیقت اور کیا قیمت کہ ہم اس فانی چیز کو بچانے اور آسودہ حال رہنے کے خیال سے یا جھوٹی شہرتوں کا مرکز بننے کی غرض سے میدانِ جنگ میں جانے سے جی چرائیں اور ہندوستان کے اندر اسلامی رنگ میں انقلاب پیدا کرنے کا وہ ہمہ گیر پروگرام جو ہم مسلمانوں کی ذات خاص کے لیے مخصوص تھا اور اس میں کسی غیر کی شرکت روا نہ تھی ہم نے دوسروں کو امام اور خود مقتدی بن کر انجام دینا چاہا۔ چونکہ یہ طرز عمل قانون قدرت کی منشاء کے خلاف تھا اس لیے ہمیں ہر قدم پر ٹھوکر کھانی پڑی۔ مگر ہماری بے حسی اور کوتاہ اندیشی نہایت ہی قابل تعجب و حیرت ہے کہ ہم آخر وقت تک نہ سنبھل سکے۔

((اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنَا رُشْدَنَا وَ اَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا))

استفتائے دوم (ج1)

امیر کی اطاعت کی حدود کہاں تک ہیں؟

امیر کی اطاعت کی حدود:

امیر اسلام کے احکام کی پابندی اور پیروی اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ احکام شرعی کے مخالف نہ ہوں۔ اگر اس کے احکام میں سے کسی حکم کے اندر معصیت الٰہی کا اندیشہ ہے تو اس حکم میں اس کی اطاعت کرنا لازمی نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

۞ « لَا طَاعَةَ فِی الْمَعْصِيَةِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ »[1]

''گناہ کے کاموں میں کسی کی اطاعت نہیں۔ اطاعت تو صرف بھلے اور معروف کاموں میں ہونی چاہیے۔''

اس فرمان کی مزید تاکید مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

۞ « اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرَه بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ »[2]

''مسلمان آدمی پر امیر کا حکم سننا اور اس کی فرماں برداری کرنا خواہ اسے پسند آئے یا ناپسند، واجب ہے۔ جب امیر ایسا حکم دے جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت پائی جاتی

---

[1] صحيح بخاری ، كتاب اخبار الاحاد ، باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد ..... الخ : ٧٢٥٧ وصحيح مسلم كتاب الامارة ، باب وجوب طاعة الأمراء فی غيرمعصية ..... الخ : ١٨٤٠۔

[2] صحيح بخاری ، كتاب الأحكام ، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية : ٧١٤٤۔

ہو تو اس کا حکم اس وقت نہ سننے کے لائق ہے اور نہ فرمانبرداری کے۔''

اس مضمون کی مزید توثیق اس حدیث میں پائی جاتی ہے جو نواس بن سمعان سے بدیں الفاظ ہے:

۞ « عَنِ النَّوَاسِ ابْنِ سَمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ »[1]

''مخلوق کا کوئی حق نہیں کہ جس کام میں اللہ تعالیٰ کی معصیت پائی جائے اس کے اندر اس کی اطاعت کی جائے۔''

اس مضمون کی تائید میں ایک جامع آیت قرآن مجید میں یوں ہے:

۞ ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ (المائدة : ٢)

''بھلے اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم و جور کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو (اور اللہ کے غضب وغصہ سے) ڈرو کیونکہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

۞۞۞

[1] مصنف ابن ابی شیبة : ١٢/٤٦ ٥ـ

استفتائے دوم (2)

امیر کو شرعی عیوب کی بنا پر معزول کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

دلیل از حدیث شریف: امیر کو اس کے منصب امارت سے معزول کرنے کا اس وقت تک کسی کو کوئی حق نہیں جب تک اس کے اندر کھلم کھلا کفر نہ دیکھا جائے۔ اگر اس کو کھلم کھلا کفر اختیار کرتے ہوئے نہ پایا جائے تو اس کے ساتھ اتفاق رکھنا اور اس کے احکام کی بجا آوری لازم ہے خواہ وہ اس کو پسند آئیں یا نہ آئیں۔ سخت معلوم ہوں یا نرم، اس کی اطاعت واجب ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

۞ « عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلَى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَعَلٰى اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ »[1]

''عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ان باتوں پر: ① ہم امیر کا حکم سنیں گے اور اس کے فرمان کی اطاعت کریں گے خواہ وہ حکم سخت ہو یا نرم خواہ زمانہ موافق ہو یا مخالف۔ ② اگر امیر ہم پر کسی غیر مستحق شخص کو ترجیح دے تو ہم اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔ ③ اور امارت کو امیر کے ہاتھ سے نہیں نکالیں گے۔ ④ اور جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے کسی ملامت کا خوف نہ کھاتے ہوئے سچی بات بولنے سے نہ چوکیں گے۔''

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الامارة ، باب وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية ..... الخ : ١٧٠٩ -

اور ایک روایت میں یوں آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۞ « إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْراً بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ »[1]

''(امیر سے اس کی امارت تم لوگ ضبط نہ کرنا) جب تک اسے اعلانیہ کفر اختیار کرتے ہوئے نہ دیکھو (اور اگر تم امیر کو اعلانیہ کھلم کھلا کفر اختیار کرتے ہوئے دیکھو) تو اس وقت (تمہارا امیر کو اس کے منصب امارت سے) علیحدہ کر دینے میں اللہ کی طرف سے تمہارے لیے ایک پختہ دلیل ہوگی۔''

دلیل از فقہ شریف: عقائد نسفی اہل السنّت والجماعت کے عقائد کے بارے میں ایک بہت مشہور اور مسلمہ کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ امیر کو اس کے منصب امارت سے فسق و فجور اور ظلم و جور کی بنا پر معزول نہ کیا جائے۔ اصل الفاظ کتاب مذکور کے بقرار ذیل ہیں:

" وَلَا يُعْزَلُ الْإِمَامُ بِالْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ "

''امام کو اس کے فسق و فجور اور ظلم و جور کی بنا پر معزول نہیں کیا جائے گا۔''

دلیل از حجۃ اللہ البالغہ: حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی آخری تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں انعقاد خلافت و امارت کے چار طریقوں میں سے آخری طریق کے متعلق یوں ارشاد فرمایا ہے:

" ثُمَّ اِنِ اسْتَوَى مَنْ لَمْ يُجْمَعِ الشُّرُوْطُ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّبَادِرَ اِلَى الْمُخَالِفَةِ لِاَنَّ خَلْعَهٗ لَا يُتَصَوَّرُ خَالِيًا اِلَّا بِحَرُوْبٍ وَ مَضَايِقَاتٍ وَفِيْهَا مِنَ الْمُفْسِدَةِ اَشَدُّ مِمَّا يُرْجٰى مِنَ الْمَصْلِحَةِ »[2]

'' پھر اگر ایسا شخص برسر اقتدار آ جائے، جس میں وہ ساری شرطیں جو خلیفہ کے لیے ضروری ہیں نہیں پائی جاتیں تو اس کی مخالفت میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الامارة ، باب وجوب طاعة الامراء فى غير معصية ..... الخ: ۱۷۰۹

[2] حجة الله البالغة الجزء الثانى : ۱۱۱۔

کو خلافت کے منصب سے علیحدہ کرنے میں بہت سے جھگڑے رگڑے کرنے پڑیں گے۔ پھر جس مصلحت کی امید اس کے برطرف کرنے میں مطلوب تھی، اس سے بڑھ کر اس کے برطرف کرنے میں انتشار اور فتنہ وفساد رونما ہو جائے گا۔''

پھر آپ نے اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے لکھا ہے:

۞ ﴿ وَالْفِتنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ (البقرة : ١٩١)

''اور فتنہ وفساد کا نتیجہ قتل وقتال سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔''

پھر آپ کچھ آگے چل کر اسی مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس قسم کے نااہل امیروں کو ہم برطرف نہ کر دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

۞ « لَا اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا »[1]

''ہرگز نہیں ہرگز نہیں البتہ اگر وہ کھلم کھلا اعلانیہ کفر اختیار کر لیں (تو تم اسے برطرف کر سکتے ہو)۔''

ایک غلط مفہوم کی تردید: اس تحریر سے کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ امیر کے حقوق تو سب پر ہیں مگر اس پر کسی کا حق نہیں اور وہ بالکل غیر مسئول ہستی ہے کہ جو چاہے سو کر گزرے۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ اس پر اس قدر ذمہ داریاں ہیں کہ اگر اراکین دولت پاکستان کے دل میں رتی بھر بھی ان کا احساس ہو تو کیا عجب کہ وہ آخرت کی مسئولیتوں سے بچنے کے لیے اپنے اپنے منصب سے دستکش ہو جائیں اور ان منصوبوں کو زیر ارشاد نبوی ﷺ ((نِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ وَ بِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ)) سمجھ کر کوئی ان میں سے ان کے نزدیک پھٹکنے نہ پائے اور اگر کوئی منصب قبول بھی کرتا تو اسی صورت میں کرتا کہ وہ پہلے اپنے تئیں صدیقی اور فاروقی کردار کا مالک بنا لیتا۔

۞۞۞

[1] مسلم، كتاب الامارة، باب وجوب طاعة ..... الخ : ١٧٠٩۔

باب پنجم

استفتائے سوم

جس ملک سے معاہدہ ہے اس کے خلاف جہاد:

① کیا ایسی صورت میں جبکہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا ہے کسی پاکستانی مسلمان کا انفرادی طور پر رضا کارانہ اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کی حمایت میں شریک جنگ ہونا جائز ہے یا نہیں؟

② اگر وہ ایسا کریں تو کیا ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْلَمُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾(الانفال : ۷۲) کی صریح خلاف ورزی تو نہیں؟

③ کیا اس آیت میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح نہیں ہے کہ اگر ہماری سرحد پار کسی مسلمان آبادی پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ ہم سے مدد مانگیں تو ہم صرف اسی صورت میں ان کی حمایت میں جنگ کر سکتے ہیں جبکہ ظلم کرنے والی حکومت یا قوم کے ہماری پاکستان حکومت کے درمیان معاہدانہ تعلقات نہ ہوں اور اگر معاہدانہ تعلقات ہوں تو کیا مذکورہ بالا فرمان اس بات کی نا قابل انکار دلیل نہیں ہے کہ ہمارا دل خواہ اپنے مظلوم بھائیوں کے دکھ اور درد سے کتنا ہی گداز ہو، ہم پاکستانی مسلمان اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی حمایت میں کوئی انفرادی یا اجتماعی طور پر جنگی کارروائی نہیں کر سکتے اور اگر کر سکتے ہیں تو فقط ایک ہی صورت میں اور وہ یہ کہ ہماری نمائندہ حکومت ہندوستان سے کیا ہوا معاہدہ اس کے منہ پر کھلم کھلا دے مارے اور بغیر کسی لگی لپٹی کے اس کے خلاف اعلانیہ اعلان جنگ کر دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

۞ ﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا

يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ ﴾ (الانفال : ۵۸)

''اور اگر تم کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو برابری کے ساتھ ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو (یعنی اس طرح کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تمہارا اور ان کا معاہدہ باقی نہیں رہا)۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بدعہدی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

بظاہر دوستی کا دم بھرنا اور در پردہ اس کے خلاف جنگی تجاویز اور عملیات کرنے یہ کھلم کھلی منافقت ہے۔ اسلامی اخلاق سے بعید اور یورپ کی ڈپلومیسی ہے۔ اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے یا تو ہم کسی قوم کے ساتھ معاہدہ نہ کریں اور اگر کریں تو اسے پوری ایمانداری اور صداقت سے نبھائیں اور اگر دیکھیں کہ فریق ثانی معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو مذکورہ بالا فرمان کے تحت اس کا معاہدہ اس کو پھیر دیں۔ پھر ہم آزاد ہیں کہ جو چاہیں اس کے خلاف عسکری اقدامات کریں۔

الجواب: معلوم ہوتا ہے کہ مستفتی کی جہاد وقتال فی سبیل اللہ کی ان سات وجوہات پر نظر نہیں ہے، جن میں سے ہر ایک وجہ اس کے وجوب کے لیے ناقابل انکار دلیل بن سکتی ہے ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ جہاد کشمیر جو ساتوں وجوہات کا جامع ہونے کی بنا پر وقت کی جملہ عبادات اور فرائض میں سے افضل عبادت اور اہم فریضہ ہے، کا تائیدی پہلو اختیار کرنے کی بجائے وہ پہلو اختیار کرتا جو اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کو عوام کی نظر میں گھٹا کر ان کے ولولۂ جہاد کو ٹھنڈا کرتا اور ان کو جہاد میں پیچھے رہ جانے یا سرے سے اس میں شامل نہ ہونے کے لیے ایک شرعی حیلہ بہم پہنچاتا۔

وقت کی عدیم المثال فروگزاشت: مستفتی کو جہاد کشمیر کی حدود متعین کرنے میں ایک بڑی فروگزاشت ہوئی ہے اور اس سے بڑھ کر اس کی وہ فروگزاشت ہے کہ اس نے جن آیات سے دلیل پکڑ کر پاکستانی مسلمانوں کو بطریق انفرادی یا اجتماعی رضا کارانہ طور پر جہاد کشمیر میں ان کی شمولیت اور امداد کو غیر شرعی قرار دیا ہے، انہی کے اندر اس کے بیان کی کافی تردید موجود ہے۔

کسی دوسری آیت سے دلیل پکڑنے کی حاجت نہیں رہتی۔ مستفتی صاحب ان آیات سے پاکستان کے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک ان کی نمائندہ قومی حکومت اس معاہدے کو جو اس نے ہندوستان حکومت کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہ کرنے کے متعلق کیا ہے بغیر کسی لگی لپٹی کے اس کے منہ پر کھلم کھلا نہ دے مارے اور اسے جنگ کا باقاعدہ الٹی میٹم نہ دے اس وقت تک انہیں کشمیر کی جنگ میں شامل ہونا اور اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کی رضا کارانہ امداد کرنا شرعاً جائز نہیں۔ خواہ ان پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ ہو اور ان کی مظلومیت سے انکا دل کتنا ہی گداز کیوں نہ ہو ورنہ ان کا فعل معاہدہ کی صریح خلاف ورزی پر مبنی ہوگا۔ بالفاظ دیگر اگر سانبہ، کھٹوعہ، جموں، اکھنور، کشمیر، پونچھ، میر پور، راجوری، بھنبھر، مظفر آباد وغیرہا تمام قلمروئے ریاست سے فرزندان اسلام کا نام ونشان ڈوگروں اور سکھ درندوں کے ہاتھ سے مٹ مٹا جائے، ان کی مستورات کی ہزار عصمت دری کیوں نہ ہو، ان کی لڑکیوں اور بچوں کو زبردستی اسلام سے برگشتہ کر کے سکھ اور ہندو کیوں نہ بنا لیا جائے۔ مگر مستفتی کے نزدیک ان آیات کی رو سے پاکستان کے اندر بسنے والے مسلمانوں میں سے کسی کو ان مظلوموں کی حمایت میں تلوار اٹھانا جائز نہیں۔ ہم ان آیتوں کو مع ترجمہ قارئین کرام کی یادداشت کی تازگی کے لیے یہاں درج کرتے ہیں۔

مستفتی کی پہلی دلیل:

۞ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِنْ وَّلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ (الانفال : ۷۲)

''اور جو لوگ ایمان تو لائے مگر وہ (دارالحرب) سے ہجرت کر کے تمہارے پاس (دارالسلام) میں نہیں آئے ان کی ولایت سے (یعنی دوستی سے) تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ وہاں سے ہجرت کر کے تمہارے پاس نہ آ جائیں۔ ہاں اگر وہ دین

کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تم پر واجب ہے مگر کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس کا تمہارے ساتھ معاہدہ ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔''

مستفتی کی اپنے بیان کی تائید میں دوسری آیت:

مستفتی صاحب اپنے بیان کی مزید تائید کے لیے دوسری آیت جو پیش کرتے ہیں مندرجہ ذیل ہے:

۞ ﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴾ (الانفال : ۵۸)

''اور اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت (یعنی بدعہدی) کا اندیشہ ہو تو برابری کے ساتھ ان کا معاملہ ان کی طرف پھینک دو (یعنی اس طرح کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تمہارا اور ان کا معاہدہ باقی نہیں رہا) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خائنین کو یعنی بدعہدی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

مذکورہ بالا ہر دو آیتوں سے مستفتی کا استدلال:

مذکورہ بالا ہر دو آیات سے مستفتی اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر حکومت پاکستان کی سرحد کے اس پار کسی مسلم آبادی پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ ہم پاکستانی مسلمانوں سے مدد مانگے تو ہم صرف اسی صورت میں ان کی مدد کر سکتے ہیں جبکہ ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ ہمارے قومی حیثیت سے معاہدانہ تعلقات نہ ہوں لیکن اگر ظالم قوم کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہو تو ہمارا دل خواہ اپنے بھائیوں کی مصیبت پر کتنا ہی کڑھتا ہو ہم ان کی حمایت میں انفرادی یا اجتماعی طور پر کوئی جنگی کارروائی نہیں کر سکتے۔

رہا یہ سوال کہ اس ظالم قوم نے ہمارے ساتھ کیے ہوئے معاہدوں کی پابندی نہیں کی تو ہم کیوں اس کے معاملہ کا احترام ملحوظ رکھیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے یہ سیاسی اخلاق ہمیں نہیں سکھایا۔ یہ اخلاق ایک کافر قوم کے لیے زیبا ہو تو ہو مگر ایک مسلم قوم کے لیے ہرگز زیبا

نہیں کہ ظاہر میں معاہدانہ قائم اور در پردہ ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ کارروائیاں بھی کی جارہی ہوں۔ یہ کھلم کھلا منافقت ہے اسلامی اخلاق سے بعید یورپ کی ڈپلومیسی ہے۔ اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ یا تو ہم کسی قوم کے ساتھ معاہدہ نہ کریں اور اگر کریں تو اسے پوری ایمانداری اور صداقت سے نبھائیں اور اگر دیکھیں کہ فریق ثانی معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو مذکورہ فرمان کے تحت اس کا معاہدہ اس کو پھیر دیں۔ پھر ہم آزاد ہیں کہ اس کے خلاف عسکری اقدامات کریں۔

آیات کے معانی صحیح مگر ان سے استدلال غلط:

ہم کہتے ہیں کہ مستفتی نے مذکورہ بالا ہر دو آیتوں کے معانی تو صحیح بتائے ہیں مگر ان سے جس بات کا استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں۔ وہ پاکستانی مسلمانوں کے اس فعل کے ساتھ کہ وہ انفرادی یا اجتماعی طور پر رضا کارانہ کشمیر کی جنگ میں شریک ہوں، کوئی جوڑ نہیں رکھتا۔ یہ اس لیے کہ:

۞ ﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ﴾ (الانفال : ۵۸)

سے جو ہمیں صحیح راہ نمائی حاصل ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ فریق ثانی نے ابھی تک پاکستان کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو نہ توڑا ہو۔ ہاں ایسے آثار اور قرائن موجود ہوں جن سے پاکستان کو یہ اندیشہ ہونے لگے کہ فریق ثانی اپنے معاہدے کو امروز فردا میں ضرور توڑ ڈالے گا تو اس صورت میں پاکستان کے امیر کو اسلام اجازت دیتا ہے کہ بجائے اس کے کہ فریق ثانی معاہدہ کی اعلانیہ خلاف ورزی کرنے پائے وہ خود اپنی طرف سے بغیر کسی لگی لپٹی کے اس کا معاہدہ کھلم کھلا اس کے منہ پر دے مارے۔ اس کے بعد جو چاہے اس کے خلاف جنگی کارروائی کرے، نہ یہ کہ:

- فریق ثانی معاہدے کی خلاف ورزی اعلانیہ کر چکا ہو، دوست دشمن اسکی بدعہدی اور خیانت گری کا معترف ہو اور ہر نئے معاہدہ کی سیاہی خشک نہ ہونے دیتا ہو کہ اسے توڑ ڈالتا ہو۔ جیسے کہ مندرجہ ذیل واقعات اس کی بدعہدی کی ناقابل انکار شہادت دیتے ہیں:

① ہنوز معاہدہ کے کاغذات تصدیق ہو کر بمشکل فریقین کے ہاتھ میں پہنچے ہوں گے کہ حکومت ہندوستان نے میوات کے مسلمانوں کا جو قتل عام مدت سے ہو رہا تھا اسے بند کرنے کی بجائے اس نے اس کی رفتار بدر جہا زیادہ تیز کر دی۔ انہی حالات سے مسلمانوں کو دہلی، بمبئی، یوپی، کوہستان، ہمالیہ وغیرہ غرض ہندوستان کے ہر صوبہ کے ہر ضلع، ہر تحصیل اور گاؤں میں دوچار ہونا پڑا۔ مسلم اقلیت کے مال و جان، عزت و ناموس، مذہب وتہذیب، زبان و کلچر کی حفاظت کا جو وعدہ پاکستان سے کیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ انڈین یونین کے زیر سایہ ہر جگہ وہ اور ان کے مخصوص حقوق محفوظ رہیں گے، کسی قسم کی حق تلفی نہ ہونے پائے گی۔ مگر اس نے اپنے وعدوں کی ایسی مٹی پلید کی جس کی مثال تاریخ عالم میں نہ ملے گی۔

② تبادلہ آبادی کا مسئلہ فقط مشرقی پنجاب کی حدود تک محدود تھا۔ اس میں دہلی، راجپوتانہ، مالوہ، بمبئی، سی پی، یوپی، بہار، مغربی بنگال اور مدراس وغیرہ شامل نہ تھے اور تبادلہ کا کام بھی نہایت پرامن طریقہ سے انجام دیا جانا قرار پایا تھا۔ مشرقی پنجاب سے بلکہ کم وبیش مذکورہ بالا تمام صوبوں سے سکھوں، ہندوؤں کی فوج اور پولیس کی مدد سے ہر جگہ مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں کو زبردستی نکالا گیا اور ان پر وہ وہ ظلم کیے گئے جن کو دنیا کے کان اور آنکھ نے نہ کبھی سنا تھا اور نہ دیکھا تھا۔ لاکھوں جوان گاجر مولی کی طرح کاٹ دیے گئے۔ لاکھوں عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ لاکھوں نوجوان لڑکیوں کو اپنے ہاں روک لیا گیا اور ان کے ساتھ جو معاملہ دن رات ہو رہا ہے، وہ ہر آزاد مسلم کے جذبات کو اپیل کرتا ہے کہ یا ان مظلوم لڑکیوں کو سکھ درندوں کے ہاتھ سے آزاد کرائے یا زمین کی سطح پر چلنے سے بہتر ہے اس کے پیٹ میں دفن ہو جائے۔ ہزاروں بچوں کو سکھ اور ہندو بنا لیا گیا تاکہ ان سے گائے، بیل چرانے کا کام اور دوسری ذلیل خدمات کرائی جائیں۔ جن بدقسمت عورتوں کو پاکستان آنا نصیب ہوا تو مادر زاد برہنہ صورت میں، اکثر کے ناک کان اور پستان کٹے ہوئے تھے۔ مذہبی کتابوں اور مسجدوں کی ہر جگہ بے حرمتی کی گئی۔

③ پاکستان کے حصہ کا دفتری ریکارڈ جن ڈبوں میں دہلی سے کراچی روانہ کیا گیا ان سب ڈبوں کو مع صدہا محافظین ہنوز ریل گاڑی دہلی سے زیادہ دور نہ جانے پائی ہوگی کہ ڈائنا مائٹ سے اڑا دیا گیا۔

④ پاکستان کے حصہ کا نقد سرمایہ جو کئی کروڑ تھا اسے مدتوں دہلی میں روکے رکھا۔

⑤ پاکستان کے حصہ کا سامان حرب جو کروڑہا پونڈ کی مالیت کا ہے اسے ابھی تک روک رکھا ہے، ملنے کی کوئی توقع نہیں۔

⑥ ریلوے کے انجن، مال اور سواری گاڑیوں کے ڈبے، ٹیلیگراف اور مشینری کا کروڑوں روپے کا سامان جو پاکستان کے حصہ میں آیا تھا، وہ شیر مادر کی طرح ہضم کرلیا گیا۔

⑦ نہروں کے پانی اور پاور ہاؤس سے بجلی کو روک کر پاکستان کی فصلوں اور انڈسٹری کو کروڑہا روپے کا نقصان ہر موقع پر فصل پر برابر پہنچایا جاتا ہے۔

⑧ ہر آئے دن پاکستان کی سرحدوں پر انڈین یونین کے ہوائی جہاز بمباری کرتے ہیں۔ سرحدی آبادی پر سکھوں کے ذریعے ڈاکے ڈلوائے جاتے ہیں۔

⑨ ہندوستان کے اندر بسنے والے مسلمانوں پر جھوٹے الزام لگا کر انہیں جیل میں ٹھونسا جارہا ہے اور جو ان کے اندر سرمایہ دار ہیں ان پر بغاوت کا جھوٹا الزام لگا کر ان کا سرمایہ ضبط کیا جارہا ہے۔

⑩ علی گڑھ یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ جو خالص اسلامی درسگاہیں تھیں کو بزور شدھ کیا جارہا ہے۔ اردو کی بجائے سنسکرت مروج کی جارہی ہے۔

⑪ جونا گڑھ وغیرہ کی اسلامی ریاستوں پر زبردستی قبضہ کرلیا گیا ہے اور وہاں کی مسلم آبادی کو تہ تیغ کر کے وہاں سکھ اور سندھی بسائے جارہے ہیں۔

⑫ یہی حال کشمیر کا ہے۔ ڈوگرہ اور سکھ ریاستوں کی فوج کے ہاتھ سے بے پناہ مظالم کٹھوعہ، جموں، سانبہ، اکھنور، راجوری، نوشہرہ، پونچھ وغیرہ کے مسلمانوں پر توڑے گئے اور توڑے جارہے ہیں۔ جس طرح فلسطین میں باہر سے یہود کو لا کر بسایا جارہا ہے تاکہ عرب آبادی

اقلیت میں ہو جائے، اسی طرح باہر سے سکھوں اور ہندوؤں کو لا کر کشمیر اور جموں کے تمام اضلاع اور دیہات میں آباد کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کے قتل عام اور اخراج عن البلاد کے ذریعے ان کی اکثریت کو اقلیت میں بدلا جا رہا ہے۔

ضروری سوال:

ہم مستفتی صاحب سے اور ان کے سوا تمام ان لوگوں سے جو معاہدۂ دولتین کی آڑ لے کر جہاد کشمیر کی شمولیت سے خود بھی الگ رہتے ہیں اور جو اپنے ساتھ صدہا ہزار دوسرے لوگوں کو بھی زبان حال یا قال سے مانع ہو رہے ہیں، سے مذکورہ بالا واقعات کی روشنی میں پوچھتے ہیں کہ:

آیا انڈین یونین نے اپنے معاہدات کو توڑ ڈالا ہے یا ابھی تک نہیں توڑا؟ یا ایسے قرائن اور آثار پائے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ امروز فردا میں خواہ مستقبل قریب میں خواہ مستقبل بعید میں ضرور توڑ ڈالے گی؟ ان دونوں باتوں سے کون سی بات صحیح ہے؟ اگر انڈین یونین نے مدت ہوئی شروع دن ہی سے اپنے معاہدہ کو توڑ ڈالا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس نے ایک بار نہیں ہر بار تجدید کرنے کے بعد فوراً اسے توڑا ہے تو اسے آیت نمبر۲ کے پہلے حصے ﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِيَانَةً ﴾ کے معانی سے دیدہ دانستہ غلط نتائج اخذ کر کے مشرکین ہند کو فائدہ دلانا اور پاکستان حکومت کو خواہ مخواہ اسی آیت کے دوسرے حصے ﴿فَانۡبِذۡ اِلَيۡهِمۡ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ کا مکلّف گردانا اور پاکستانی مسلمانوں کو اپنے پڑوسی کشمیری مسلمانوں کے بے دریغ قتل اور ان کی بے حرمتی کا پرلے درجہ کی بے غیرتی کے ساتھ تماشبین بنانے اور ان کے غم میں شریک نہ ہونے کی راہ پیدا کرنا۔ کیا قرآن مجید کے صحیح مفہوم کے اندر صریح تحریف نہیں ہے؟

اس تحریف میں اور مولانا ابوالکلام کی تحریف میں فرق صرف اتنا ہی ہے کہ مستفتی صاحب نے آیت کے معنی تو عربی قواعد کے لحاظ سے لکھے ہیں مگر ان سے غلط نتائج اخذ کیے ہیں جو ہندو قوم کی تعبیر اور مسلم قوم کی تخریب میں اس سے بدرجہا زیادہ اثر انداز ثابت ہو سکتے ہیں جو

مولانا ابوالکلام نے اپنے رسالہ اسلام اور جنگ میں قرآن مجید کی ایک آیت کے معانی میں اعلانیہ تصرف اور بے باکانہ تحریف کر کے ہندو قوم کے ہاتھ بطور ایک حربہ کے دیے ہیں۔ ہم اس آیت کو مع اس کے اصلی اور مولانا ابوالکلام والے معانی کے ساتھ یہاں پہلو بہ پہلو درج کرتے ہیں تاکہ وہ ہندو قوم کی طالع مندی اور اپنی بدنصیبی کا باہم موازنہ کر سکیں اور پاکستانی مسلمان جان سکیں کہ ان کے مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ سے سہواً یا عمداً کیسی کیسی غلطیاں ہو رہی ہیں جو اپنوں کی تخریب اور غیروں کی تعمیر کے سلسلہ میں ایسی عدیم المثال خدمات انجام دینے کا سبب بن رہی ہیں کہ اگر اغیار کروڑ ہا روپیہ کا بوجھ جنگی مصارف میں برداشت کرتے اور ہزاروں لاکھوں فوجی نوجوان میدان جنگ میں قربان کرتے پھر بھی ان کو ان سیاسی اور اقتصادی فوائد کا عشر عشیر نصیب نہ ہوتا جو ان کے یعنی مسلمانوں کے مذہبی پیشواؤں کی سہواً یا عمداً غلطیوں سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

۞ ﴿ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ﴾ (محمد : ٣٥)

(صحیح معانی) ''پس اے مسلمانو! تم بودے نہ بنو اور اپنی طرف سے پیغام دے کر دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ اور جانتے رہو کہ آخر کار تم ہی غالب رہو گے۔''

(ابوالکلام کے معانی) ''پس اے مسلمانو! تم بودے نہ بنو اور اپنے دشمنوں کو برابر صلح کا پیغام دیتے رہو اور جانتے رہو کہ آخر کار تم ہی غالب رہو گے۔''

حق تعالیٰ مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ اس وقت تک کہ وہ ہتھیار ڈال دیں زیر فرمان ﴿حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾ (محمد : ٤) جنگ جاری رکھنے کی اور ان کی طرف کسی قسم کا پیغام صلح نہ بھیجنے کی ترغیب دیتا ہے اور اگر وہ اس کی اس راہ نمائی قبول نہ کریں تو انہیں بزدل اور بودا قرار دیتا ہے۔ مولانا ابوالکلام مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے سے اور ان کی خدمت میں بطریق استمرار و دوام صلح کا پیغام برابر بھیجتے رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

اگر مستفتی صاحب کے مفہوم کے مطابق پاکستانی مسلمان کشمیر کی جنگ میں اپنی شرکت اور

شمولیت کو اللہ اور رسول ﷺ کی مرضی کے خلاف ختم کر کے اپنے پڑوسی اور نہتے مسلم بھائیوں کو ڈوگرہ اور انڈین یونین کی متحدہ فوجی طاقت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ وہ ملک جسے پاکستان بمنزلہ اپنی شاہ رگ کے سمجھتا ہے ہندو قصاب کی چھری کے نیچے آ جائے گا اور کشمیر کے وہ پہاڑ جنہیں پاکستانی مسلمان اپنے اور انڈین یونین کے درمیان بمنزلہ سد سکندری کے قائم اور دائم رکھنا اپنا مذہبی اور سیاسی فرض سمجھتے ہیں، کے اندر چھید ہو جائے گا اور ہندوازم کا یاجوج و ماجوج سیلاب نہ صرف پاکستان کو بلکہ افغانستان اور سارے عالم اسلام کو خس وخاشاک کی طرح بہالے جانے کی جرأت کرے گا۔ العیاذ باللہ۔

عہد توڑنے کے اعلان کی ضرورت:

زیر بحث آیت کی رو سے پاکستان عہد توڑنے کے اعلان کا اس وقت مکلّف ہوسکتا ہے جب انڈین یونین نے ہنوز عہد نہ توڑا ہو۔ ہاں ایسے قرائن اور آثار موجود ہو چکے ہوں جن سے پاکستان کو غالب اندیشہ ہو کہ امروز فردا میں اپنا عہد ضرور توڑ ڈالے گی۔ جب انڈین یونین ایک بار نہیں ہزار بار اپنے عہد کو اپنے روزمرہ فعل سے توڑ چکی ہو تو ایسی صورت میں کسی عالم دین کا حکومت پاکستان کو اس بات کا مکلّف ٹھہرانا کہ وہ عہد توڑنے کا اعلان کرے، محض سینہ زوری اور قرآن مجید کے معانی کے اندر ایک اعلانیہ تحریف ہے۔ نادان سے نادان سمجھ سکتا ہے کہ معاہدے کا تحقق دو فریق کے اندر ہوتا ہے اور جب ایک فریق نے معاہدہ کو توڑ ڈالا تو اس کے بعد دوسری جانب سے معاہدہ کے برقرار رہنے کے کیا معنی؟ جب معاہدے کا وجود ہی ختم ہو گیا تو اب توڑنا کس چیز کا؟

جب دشمن نے عہد توڑ ڈالا تو حکومت اسلام کو اعلان جنگ یا خفیہ تیاری میں سے کونسا مسلک اختیار کرنا ہوگا؟:

دشمن نے جب عہد توڑ ڈالا تو حکومت اسلام دشمن سے جنگ کرنے کی اللہ و رسول ﷺ کی طرف سے پوری مجاز اور مختار ہے اور اگر اس کی تیاری پہلے سے مکمل ہے تو وہ مکلّف ہے کہ فوری

حملہ کر دے جیسا کہ ہم نے باب اول میں وجوب جہاد کی پانچویں صورت کے ذیل میں بیان کیا ہے یا آئندہ زیر عنوان (عہد توڑنے کی صورت میں امام المسلمین کے فرائض) کسی مناسب موقع پر بیان کریں گے۔ مگر حکومت اسلام اس بات کی ہرگز مکلّف نہیں ہے کہ جب دشمن نے عہد توڑا تو وہ اعلان جنگ کرتی پھرے بلکہ اسے وہ مسلک اختیار کرنا چاہیے جو آنحضرت ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد قریش کی عہد شکنی کی بنا پر اختیار کیا تھا۔ اس اجمال کی شرح مندرجہ ذیل ہے:

ہجرت کا چھٹا سال اور ذیقعد کا مہینہ تھا۔ آنحضرت ﷺ چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے۔ مقام حدیبیہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے بنی خزاعہ قبیلہ کے ایک آدمی کو قریش کی خبر لانے کے لیے مکہ بھیجا۔ وہ خبر لایا کہ قریش اہل اسلام کے ساتھ جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان کو مطلع کریں کہ آپ ﷺ نے محض عمرہ کی نیت سے یہ سفر اختیار کیا ہے، جنگ و جدال مقصود نہیں ہے۔ اس دوران مشہور ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ اس پر آپ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے چودہ سو صحابہ کرام سے جنگ میں آخر دم تک ثابت قدم رہنے کی بیعت لی۔ قرآن مجید نے اس کو بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ سب ایک مسلمان کے خون ناحق کا بدلہ لینے کی خاطر ہوئی۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قریش کے اندر ایک بڑا عمر رسیدہ اور ذی اثر شخص تھا۔ اس نے قریش کو مصالحت پر آمادہ کیا اور سہیل بن عروہ کو شروط طے کرنے پر مامور کیا۔ منجملہ شروط کے چند ایک جو مضمون زیر بحث کے لیے ضروری ہیں وہ ہم یہاں درج کرتے ہیں:

① صلح کی معیاد دس سال ہوگی۔ سب لوگ اس دوران ایک دوسرے سے بے خوف رہیں گے۔

② اس دوران کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے خواہ وہ اسلام کو قبول ہی کر چکا ہو، وہ مدینہ والوں کو واپس کرنا ہوگا۔ برخلاف اس کے کہ جو شخص مدینہ سے مکہ جائے اسے اہل مکہ

واپس نہیں کریں گے۔

③ (كَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَّهُ إِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ)(الخازن الجزء السابع :٦٣) اور یہ کہ (وَ إِنَّ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ عَيْبَةٌ مَكْفُوفَةٌ) پہلے کے تمام جھگڑے اور لڑائیاں قابل مؤاخذہ نہ سمجھی جائیں گی۔

④ یہ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ رہے گا۔ یعنی کوئی کسی سے مکر وفریب نہیں کرے گا اور دوستوں کی طرح ایک دوسرے پر اعتبار کرے گا، جنگ سے کنارہ کش رہے گا۔ صلح کو پورا کرے گا۔

⑤ اور یہ کہ: (وَ اِنْ لَا اِسْلَالَ وَ لَا اَغْلَالَ) پوشیدہ اور ظاہر کسی طرح ایک دوسرے کے خلاف جنگ کا انتظام نہ کرے گا۔

⑥ اور یہ کہ جو شخص یا جو قبیلہ چاہے رسول اللہ ﷺ کا حلیف اور معاہد بنے چاہے قریش کا۔

قریش کی طرف سے عہد شکنی اور فتح مکہ کا واقعہ:

معاہدہ مذکورہ کے تحت بنی بکر کا قبیلہ قریش کا اور بنی خزاعہ اہل اسلام کا معاہد بن گیا۔ اس صلح سے پہلے بنی بکر اور بنی خزاعہ کے درمیان قتل وقتال کا سلسلہ جاری چلا آ رہا تھا۔ صلح کو بمشکل دوسال نہ گزرنے پائے ہوں گے کہ بنی بکر نے بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ جس میں قریش نے اپنے معاہد فریق یعنی بنی بکر کی اسلحہ سے امداد کی اور رات کو چھپ کر ان کی طرف سے جنگ میں بھی شرکت کی۔ بنی خزاعہ نے بھاگ کر حرم میں پناہ لی مگر بنی بکر نے حرم شریف کا بھی لحاظ نہ کیا۔ بنی خزاعہ کے لیڈر عمرو بن سالم آنحضرت ﷺ کے پاس مدینے پہنچے اور اپنی مظلومیت اور قریش اور بنی بکر کی عہد شکنی کے واقعہ کو ایک دردناک قصیدہ کی صورت میں بیان کیا۔

قریش کا اضطراب اور معاہدۂ صلح کی تجدید وتمدید کی کوشش:

عمرو بن سالم خزاعی کو آنحضرت ﷺ نے اپنی امداد کا یقین دلایا اور آسمان کی طرف ہاتھ

اٹھا کر فرمایا کہ ابر کا یہ ٹکڑا بھی تمہاری فتح ونصرت کا طالب ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا وفد بنی خزاعہ کا حضرت ﷺ کے پاس مدینہ پہنچا اور قریش کے خلاف استغاثہ کیا اور مدد چاہی۔ ابوسفیان جو قریش کا سب سے بڑا جنگی بہادر لیڈر تھا اس وفد کو مکہ شریف کے پاس عسفان میں ملا اور پوچھا کیا تم مدینے سے آ رہے ہو؟ اس وفد نے انکار کیا مگر ابوسفیان اس عہد شکنی کے نتائج سے اس قدر بے قرار تھا کہ اس نے نہ مانا اور ان کی سواری کی لید میں کھجور کی گٹھلیاں دیکھ کر چلا اٹھا اور کہا کہ اللہ کی قسم تم لوگ مدینے گئے تھے۔

اس کے فوراً بعد ہی ابوسفیان مدینہ پہنچا اور اپنی لڑکی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ انہوں نے باوجود اپنا حقیقی باپ ہونے کے ان کی پذیرائی میں قطعاً کوئی دلچسپی نہ لی۔ حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کے بستر پر بیٹھنے بھی نہ دیا۔ وہاں سے افسردہ دل ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس گیا۔ مقصد بیان کیا مگر آپ ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ کسی نے اس کی نہ سنی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے التجا کی، انہوں نے عذر کر دیا۔ پھر مسجد میں آیا اور عام مسلمانوں سے درخواست کی کہ ان میں کوئی اہل مکہ کو اپنی جوار میں لینے کا اعلان کر دے (راقم الحروف، یہ شاید اس لیے کہ فرمان نبوی ﷺ یوں ہے کہ ایک مسلمان کا کسی کو پناہ دینا سب مسلمانوں کی طرف سے سمجھا جائے گا، کوئی اس پناہ کو نہیں توڑ سکتا):

۞ « عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَائُهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ يَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَ يُرَدُّ عَلٰى اَقْصَاهُمْ »[1]

''ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور وہ ایک ہاتھ کی مانند ہیں اپنے مخالفوں (یعنی کافروں کے مقابلہ میں سب (ایک ہیں) اور ان میں سے ادنیٰ شخص بھی امان دے سکتا ہے (کسی کافر کو

[1] سنن ابن ماجة ، كتاب الديات ، باب المسلمون تتكافأ دمائهم : ٢٦٨٣۔

اور سب مسلمانوں کو اس کی امان قبول کرنا ہوگی) اور لڑائی میں دور سے دور والا مسلمان بھی لوٹ میں شریک ہوگا۔"

ابوسفیان مکہ میں پہنچا تو لوگوں نے اس کی کارکردگی کو اچھا نہ سمجھا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم اس کے سوا اور کوئی صورت مجھے نظر ہی نہیں آتی تھی۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی جاسوسی کا واقعہ:

ابوسفیان کے چلے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عام جنگی تیاری کا حکم دے دیا اور اپنے گھر والوں کو بھی اسلحۂ جنگ درست کرنے کا حکم دیا مگر یہ کسی کو نہ بتایا کہ کس کے ساتھ جنگ کا ارادہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جبکہ وہ اسلحہ درست کر رہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ تو آپ نے حلفاً کہا واللہ! مجھے کچھ معلوم نہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے پیش نظر جو مکہ میں تھے، قریش کو محض اپنے اندازے سے ایک خط لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ جنگ کا ہے۔ سامان درست ہو رہا ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ کس طرف کا ارادہ ہے۔ یہ خط ایک عورت کو دیا جو مکہ جا رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس بات کا انکشاف ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو اس عورت کے تعاقب پر بھیجا۔ انہوں نے اس عورت کو مقام روضۃ الخاخ پر جس کا نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے دے رکھا تھا، جا پکڑا۔ خط بھی پکڑا گیا۔ شرعاً اس کی سزا قتل تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدری ہونے کی وجہ سے اسے معاف کر دیا۔ اس پر سورۃ الممتحنہ اتری جس میں اس جاسوسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کی مذمت ان الفاظ میں فرمائی:

۞ ﴿ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ ﴾ (الممتحنة : ١)

''تم چپکے چپکے (میرے اور اپنے) دشمنوں کی طرف دوستی کا پیغام دوڑا رہے ہو۔ حالانکہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کوئی تم میں سے اس قسم کا کام کرے وہ سمجھ لے کہ وہ راہ راست سے بالکل بھٹک گیا۔''

جنگ کی تیاریوں کے دوران آپ ﷺ ہمیشہ خیبر کا حال پوچھتے رہتے تھے تاکہ عوام کی توجہ خیبر کی طرف پھری رہے کہ اس دوران مذکورہ بالا واقعہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا پیش آیا۔ جس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابن کثیر نے سورۃ الممتحنہ کے نزول کے باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ آپ ﷺ ان دنوں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! قریش کی آنکھیں ہمارے سے اندھی کر دے، ان کو ہمارے حالات سے بالکل بے خبر رکھ تاکہ ہم یکا یک ان کے ملک میں حملہ آور ہوں۔ اس دعا کے اصل الفاظ تاریخ طبری صفحہ ۱۶۲ میں یوں بیان ہوئے ہیں:

۞ « أَللَّهُمَّ خُذِ الْعُيُوْنَ وَالْأَخْبَارَ عَنْ قُرَيْشٍ حَتّٰى نَبْغُتَهَا فِي بِلَادِهَا »

اس کے بعد آنحضرت ﷺ دس ہزار جانباز صحابہ کا لشکر ہمراہ لے کر مدینہ سے مکہ کی طرف ماہ رمضان کی دسویں تاریخ کو روانہ ہوئے۔ اس دوران ابوسفیان اور قریش کے دوسرے لیڈر مکہ سے باہر نکل کر آپ ﷺ کے متعلق تجسس حال میں بہت کوشش کرتے رہتے تھے مگر کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ قریش کی بے خبری کا یہ عالم تھا کہ ان کو اس وقت خبر ہوئی جبکہ ناگہاں آپ ﷺ دس ہزار قدسیوں کے لشکر سمیت مرالظہران کے مقام پر پہنچ گئے جو مکہ سے صرف چار فرسنگ دور تھا۔ آپ ﷺ نے اس جنگی اقدام کو اس خوبی اور رازداری سے انجام دیا کہ وہ خون کے پیاسے دشمن جو گزشتہ اکیس سال سے عرب کی تمام غیر مسلم طاقتوں کی مدد سے اسلام اور بانی اسلام ﷺ اور ان کی جماعت کی بیخ کنی اور امحائے کلی کے سلسلہ میں جان توڑ کوشش کر رہے تھے، کو اتنی فرصت نہ ملی کہ وہ اپنی مدافعت میں کسی ادنیٰ ترین فوجی تدبر کا مظاہرہ کر پاتے۔ قریش کے لیڈروں کو سوائے سر تسلیم خم کرنے اور عذر خواہی کے چارہ نہ رہا۔ آپ ﷺ نے اس

وقت رحمۃ للعالمین والی شان کا اظہار فرماتے ہوئے سب کو معاف کر دیا۔ اس بلند اخلاق سے سب لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ بلاچوں و چرا سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

شہادت تفسیر خازن: مستفتی صاحب نے آیت ﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ ﴾ کی رو سے اس بات کو ثابت کرنے کی عبث کوشش کی ہے کہ دشمن کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی ہونے کی صورت میں بھی پاکستان حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنی طرف سے خواہ مخواہ اس عہد کے توڑنے کا اعلان کرے جسے دشمن توڑ چکا ہے۔ اور اگر ایسا کیے بغیر وہ دشمن کے خلاف کوئی جنگی کارروائی کرے گی تو اس کا یہ فعل اسلامی نہ ہوگا بلکہ منافقت ہوگی جسے یورپ کی اصطلاح میں ڈپلومیسی کہتے ہیں۔ ہم مستفتی صاحب کے اس بیان کی کمزوری کو آنحضرت ﷺ کے اس مسلک کی روشنی میں دکھاتے ہیں جسے تفسیر خازن نے مذکورہ بالا آیت کے معانی ذیل میں بیان کیا ہے:

۞ «﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً ﴾ اَیْ اِمَّا تَعْلَمَنَّ مِنْ مُعَاهِدِيْنَ اَثَارَ الْغَدْرِ ﴿فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ﴾ فَاطْرَحْ اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ وَارْمِ بِهٖ اِلَيْهِمْ عَلٰى طَرِيْقٍ ظَاهِرٍ مُسْتَوٍ يَعْنِى اَعْلِمْهُمْ قَبْلَ حَرْبِكَ اِيَّاهُمْ اِنَّكَ قَدْ فَسَخْتَ الْعَهْدَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمْ حَتّٰى تَكُوْنَ اَنْتَ وَهُمْ فِى الْعِلْمِ بِنَقْضِ الْعَهْدِ سَوَاءٌ۔ اَمَّا اِذَا ظَهَرَ نَقْضُ الْعَهْدِ ظُهُوْرًا مَقْطُوْعًا بِهٖ فَلَا حَاجَةَ لِلْاِمَامِ اِلٰى نَبْذِ الْعَهْدِ بَلْ يَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِاَهْلِ مَكَّةَ لَمَّا نَقَضُوْا الْعَهْدَ بِقَتْلِ خُزَاعَةَ وَهُمْ فِى ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَرْعُهُمْ اِلَّا وَ جَيْشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ وَ ذٰلِكَ عَلٰى اَرْبَعِ فَرَاسِخَ مِنْ مَكَّةَ»[1]

''اور اگر تجھے کسی قوم سے بدعہدی کا اندیشہ ہو یعنی اگر تجھے عہد کرنے والوں کی طرف

[1] الخازن، الجزء الثالث : ٣٦۔

سے بدعہدی کے قرائن اور آثار معلوم ہوں تو ان کا عہد بغیر کسی لگی لپٹی کے کھلم کھلا برابری کے طریق پر ان کے منہ پر دے مار۔ یعنی ان کے خلاف کسی جنگی کارروائی کرنے سے پیشتر ان پر یہ بات پوری واضح کر دے کہ جو عہد تیرے اور ان کے درمیان تھا وہ ٹوٹ گیا۔ یہاں تک کہ (بغیر کسی شک وابہام کے) عہد شکنی کی آگاہی دونوں فریق کو برابر اور یکساں ہو جائے اور اگر معاملہ یوں ہو کہ (دشمن نے) کھلم کھلا واضح طور پر عہد کی خلاف ورزی کی ہو تو اس صورت میں امام المسلمین کو عہد توڑنے کے اعلان کی کوئی حاجت نہیں بلکہ اسے وہ مسلک اختیار کرنا چاہیے جو (اس موقع پر) آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ کے بارے میں اختیار کیا تھا۔ جنہوں نے بواسطہ قتل بنی خزاعہ کے صلح حدیبیہ کے عہد نامہ کو توڑا تھا حالانکہ بنی خزاعہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں داخل تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے دشمن کو کسی قسم کی اطلاع دہی نہ کی اور اچانک آپ ﷺ کا لشکر مرالظہران کے مقام پر پہنچ گیا جو مکہ سے صرف چار فرسنگ کی دوری پر تھا۔''

فقہ حنفیہ کی شہادت:

ابو بکر جصاص المتوفی ۳۷۰ھ اپنے وقت کے اجل عالم اور فقہ حنفیہ کے بلند پایہ اساطین میں سے تھے۔ وہ مشرکین کی عہد شکنی کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''اگر فریق معاہدہ کوئی ایسا عمل اختیار کر لے جو منافی معاہدہ ہو تو امام کو اب ضروری نہیں کہ اپنی طرف سے عہد شکنی کی اطلاع فریق ثانی کو دے بلکہ وہ آزاد اور مختار ہے کہ دشمن کے خلاف جو جارحانہ کارروائی کرنا چاہے کرے۔ جیسا کہ سرور عالم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کیا تھا۔ حضور ﷺ نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! قریش کی آنکھوں کو پکڑے رکھ، ان کو ہمارے حال کی بالکل خبر نہ ہو تا کہ ہم یکا یک ان کے ملک پر حملہ آور ہو سکیں۔''

مذکورہ بالا شہادتوں کے نتائج: قرآن واحادیث، فقہ اور تاریخ کی مذکورہ بالا شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر دشمن معاہدہ کی خلاف ورزی کرے تو:

① امام المسلمین کو حاجت تو درکنار اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ جس عہد کو دشمن نے توڑ ڈالا ہے اس کے توڑنے کا وہ بھی اعلان کرے جسے مستفتی صاحب نے اپنے استفتاء کی بنیاد قرار دے کر موجودہ جنگ کشمیر کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دینے سے انکار کیا ہے اور مسلمانوں کو خاص کر پاکستان والوں کو اس کے اندر شامل ہونے سے روکا ہے۔ اگرچہ ان کے سامنے ہندوستان کے چار کروڑ، کشمیر اور پونچھ کے لاکھوں مسلمان، مرد وعورت مشرکین کے ہاتھ سے گائے بیل کی طرح ذبح ہو جائیں اور مسلم عورتوں کی بے دریغ عصمت دری ہوا کرے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے طرز عمل کو اس نے کھلم کھلا منافقت اور یورپ کی ڈپلومیسی سے تعبیر کیا ہے۔

② جب دشمن نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہو تو مسلمان اور امام المسلمین اس معاہدہ کی پابندی سے بالکل آزاد ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ دشمن کو اس کی بدعہدی کی سزا دینے کے لیے جو کارروائی کرنا چاہیں دشمن کو جنگ کا الٹی میٹم دیے بغیر نہایت رازداری اور اخفا کے ساتھ کر سکتے ہیں۔

③ نبذ العہد کا اعلان امام المسلمین پر صرف اسی صورت میں عائد ہوسکتا ہے جب دشمن نے ہنوز معاہدہ کے اندر بددیانتی اور خیانت نہ کی ہو۔ البتہ ایسے قرائن اور آثار موجود ہوں جن سے امام المسلمین کو قوی احتمال ہو کہ دشمن امروز فردا میں اپنا عہد توڑ ڈالے گا تو ایسی صورت میں امام المسلمین کا فرض ہے کہ بجائے اس کے کہ دشمن کو وہ عہد توڑنے کا موقع دے، خود اپنی طرف سے کھلم کھلا بغیر کسی لگی لپٹی کے دشمن کا عہد دشمن کے منہ پر مارے تاکہ وہ معاہدہ کو برقرار سمجھ کر کسی غفلت میں نہ پڑا رہے۔

④ دشمن کی بدعہدی کے بعد امام المسلمین کا اعلان جنگ کے بغیر اپنی جنگی تیاریاں صیغۂ راز

میں رکھنا ہی عین منشائے اسلام اور کردار نبوی کی اتباع ہے نہ کہ کھلم کھلی منافقت اور یورپ کی شیطانی ڈپلومیسی ہے۔

⑤ جنگی تیاریوں کے متعلق دشمن کو اطلاع دینا یا اس کے لیے جاسوسی کا کام کرنا اسلام کے نزدیک ایسا سنگین اور ناقابل معافی جرم ہے کہ اس کے لیے اس کے ہاں موت سے کم درجہ کی کوئی سزا نہیں ہے اور زیر فرمان: ﴿ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ﴾ (المائدۃ : ٤١) ایسا کام کرنے والا گروہ اس امت مرحومہ کا یہودی خصال عنصر ہے۔

مقام عبرت:

افسوس! ہم مسلمانان پاکستان کا دل و دماغ ایسا ماؤف ہو چکا ہے کہ اپنے خونخوار اور درندہ سیرت دشمنوں کی ان اعلانیہ جنگی تیاریوں سے بھی عبرت نہیں پکڑتے جو وہ پاکستان کی بیخ کنی کے ارادہ سے کر رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ عہد شکنی کرنے والے غدار اور خائن دشمن کے اعمال پر نکتہ چینی کی جاتی اور اسے از روئے انصاف اور حق پرستی مورد الزام ٹھہرایا جاتا۔ الٹا پاکستان اور پاکستان کے ان جانبازوں پر اعتراض سوجھتا ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کی خوشنودی کی خاطر کشمیر کی جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھ کر اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کو ڈوگرہ اور ہندو راج کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے اس میں جان و مال سے شمولیت کرنا چاہتے ہیں۔ معاہدوں کی آڑ لے کر نہ تو خود اپنے پڑوسیوں کی غم شریکی کا حق ادا کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو ادا کرنے دیتے ہیں۔ کیا ہمارا یہ طرز عمل ہمیں زیر فرمان:

﴿ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ (الانعام : ٢٦)

''یہ لوگ خود بھی اس سے دور رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی دور رکھتے ہیں اور یہ لوگ اپنے آپ کو ہی تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔''

دونوں جہاں کی بدبختی اور شقاوت کا مستوجب تو نہیں ٹھہرتا؟

مؤدبانہ درخواست:

ہم مستفتی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں سے پھر درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے طرز عمل پر ان آیات اور احادیث کی روشنی میں نظر ثانی کریں جو ہم نے عہد شکن دشمن کے بارے میں اوپر بیان کی ہیں اور اس مسلک کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں جو آنحضرت ﷺ نے عہد شکن دشمنوں کے متعلق اختیار کیا تھا۔ اصحاب کہف کا طرز عمل بھی جو سورۃ الکہف میں مرقوم ہے، امام المسلمین کو مفاد عامہ کے پیش نظر جنگی راز داری کے محفوظ رکھنے میں بہت کچھ مدد دے سکتا ہے۔ واللہ اعلم!

تنبیہ: ہم پچھلے صفحات میں بیان کر چکے ہیں کہ اسلامی سیاسیات کا میدان نہایت خطرناک ہے۔ اس کی نیکیاں بھی ثواب کے لحاظ سے عدیم المثال ہیں اور اس کی لغزشیں بھی ویسی ہی خطرناک ہیں حتیٰ کہ ہادی برحق کی ذات اور بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مؤاخذہ بارگاہِ الٰہی میں پکڑتی ہیں، اوروں کا تو کیا کہنا۔ اس میدان کی بعض لغزشیں ایسی بھی ہیں کہ اللہ رحیم و کریم کی رحمت کے دائرہ میں ان کے لیے عفو کی گنجائش نہیں ہے۔ اگرچہ ہادیٔ برحق محمد ﷺ بھی ان کی عفو کے واسطے ایک دو بار نہیں بلکہ ستر مرتبہ بھی سفارش کریں تو معاف نہ ہوں اور جو کوئی ان مخصوص سیاسی غلطیوں کا مرتکب ہو جائے تو اس کی قبر پر کھڑے ہونے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت بھی سرور کائنات رحمۃ للعالمین ﷺ کو نہ ملے۔ اس لیے اس میدان میں قدم رکھنا ہر ایک کا کام نہیں ہے اور نہ ہی کسی مسلم کو یہ اجازت ہے کہ سیاسیات اسلامی کے بارے پیشتر اس کے کہ کوئی کلمہ زبان سے نکالا جائے یا قلم سے کچھ لکھا جائے ہمیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ ہمارا یہ قول اور ہماری یہ لکھت آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں کسی گستاخی اور بے باکی ﴿ قُلْ أَ بِاللّٰهِ وَاٰيَاتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ ﴾ (التوبة : ٦٥) کی گرفت میں تو نہیں لاتا؟ دشمن کی عہد شکنی کے بعد اس کی تادیب اور تعزیر بلکہ عبرت ناک تعذیب کے واسطے اور اسے اسلامی اقتدار کے روبرو سر تسلیم خم کرنے کی غرض سے

خفیہ جنگی تیاریاں کرنا مسلک نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے اور اس پر ناگہاں ٹوٹ پڑنا بغیر کسی اطلاع دہی اور الٹی میٹم کے عین منشائے اسلام ہے۔ اسے منافقت اور یورپ کی ڈپلومیسی سے تشبیہ دینا ہادیٔ برحق ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں پرلے درجے کی گستاخی اور ان کی اختیار کردہ جنگی تجاویز اور ان کے سیاسی شعور اور تدبر پر ایک (العیاذ باللہ) نہایت رکیک حملہ اور ناقابل برداشت نکتہ چینی اور عیب گیری ہے۔

مستفتی صاحب نے اپنی کوتاہ نظری سے پاکستان کے اس طرز عمل پر کہ وہ بظاہر تو ہندوستان سے دوستی کا دم بھرتا ہے اور در پردہ اس کے خلاف جنگی تجاویز اور عمل کرتا ہے ناقابل برداشت نکتہ چینی کی ہے اور اس کی اس روش اور رویہ کو اس کی کھلم کھلا منافقت سے تعبیر کیا ہے۔ جو کوئی ایسا کرتا ہے یہ اس کی کم علمی اور اسوۂ محمدی سے بے خبری کی دلیل ہے۔ کیا اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ جنگی تدابیر کے سب سے بڑے ماہر یعنی آنحضرت محمد ﷺ نے جنگ کا نام ہی ''دشمن کو مغالطہ میں رکھنا'' رکھا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ کا نام خدعہ رکھا ہے۔ جو ایک لمبی حدیث کے آخری ٹکڑا میں یوں آیا ہے:

۞ « سَمَّى النَّبِيُّ ﷺ الْحَرْبُ خُدْعَةً »[1]

''نبی ﷺ نے جنگ کا نام دھوکا رکھا ہے۔''

پس مذکورہ بالا ہدایت نبوی علیہ السلام کے زیر اثر اگر حکومت پاکستان اپنی اندرونی کمزوریوں یا جنگی سامان کی کمی کی وجہ سے عہد شکن اور پرلے درجے کے خائن اور با سامان دشمن کو دم دلاسہ دے کر اپنے لیے وقت پیدا کر رہی ہو تاکہ وہ بھی ایک حد تک دشمن کے حملوں کی مدافعت کے لیے کچھ نہ کچھ تیاری کر لے تو پاکستان کا یہ فعل کھلی منافقت نہیں بلکہ مذکورہ بالا حدیث کی عطا کردہ سہولتوں سے استفادہ کرنا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحرب خدعة: ۳۰۲۹۔

امام المسلمین پر عہد کی پابندی کی معیاد کب تک ہے:

امام المسلمین پر عہد کی پابندی اس وقت تک لازم ہے جب تک فریق ثانی اس کا پابند رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ﴾ (التوبۃ:۷) ''پس جب تک وہ یعنی مشرک عہد کی پابندی میں مستقیم رہیں تم بھی اس وقت تک عہد کی پابندی میں مستقیم رہو (ورنہ نہیں)۔''

اور اگر وہ عہد کو توڑ ڈالیں تو ان کی سزا یہ ہے کہ جہاں ان کو پاؤ ان کے قتل سے دریغ نہ کرو، ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور گھات کی جگہ میں ان کی تاک میں بیٹھو اور اگر وہ توبہ کریں یعنی اسلام قبول کرلیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں، تب ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔ یہ مندرجہ ذیل آیت کے معانی کا لب لباب ہے:

۞ ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (التوبۃ: ۵)

''تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کردو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔ پھر اگر وہ دو بے شک توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

انڈین یونین کی صحیح پوزیشن قرآن مجید کی روشنی میں:

جو قوم اپنے عہد کو بار بار توڑ ڈالے تو قرآن مجید نے اسے شرالدواب کا خطاب دیا ہے اور اہل اسلام کو مکلّف کیا ہے کہ اس کی بدعہدی کی اسے ایسی سخت سزا دے کہ اس کی آنے والی نسلیں اس سے ہمیشہ عبرت پکڑیں۔ چنانچہ فرمایا:

۞ ﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ○

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴾
(الانفال : ۵۵تا۵۷)

''اللہ کے نزدیک سب حیوانوں سے بدترین حیوان وہ کافر ہیں جن سے تم نے صلح کا عہد و پیمان کیا پھر وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر بار توڑتے ہیں اور وہ بدعہدی کے وبال سے (مطلق) نہیں ڈرتے۔ پس اگر تم ان پر لڑائی میں قابو پاؤ تو ان کو ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پیچھے آنے والے ہیں وہ اس سے عبرت پکڑیں۔''

ابن کثیر نے اس آیت کی شرح یوں کی ہے:

۞ «﴿ فَشَرِّدْبِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ﴾ مَعْنَاهُ غَلِّظْ عُقُوْبَتَهُمْ وَاَثْخِنْهُمْ قَتْلاً لِیَخَافُ مَنْ سِوَاهُمْ مِنَ الْاَعْدَاءِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَ غَیْرِهِمْ وَیُصِیْرُوْا لَهُمْ عِبْرَةً »[1]

''تو ان کو ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پیچھے آنے والے ہیں وہ اس سے عبرت پکڑیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو خوب سخت سزا دیں اور ان کا قتال کر کے خوب خون بہاؤ۔ تاکہ دشمنوں میں سے جو ان کے علاوہ ہے وہ بھی ڈر جائیں خواہ وہ عرب ہوں یا عجم ہوں یا ان کے علاوہ اور وہ لوگ جن سے لڑائی ہو رہی ہے وہ دوسروں کے لیے عبرت کا نشان بن جائیں۔''

پاکستان کے اہم فرائض قرآن مجید کی روشنی میں:

قرآن مجید پاکستان حکومت اور پاکستان کے اندر بسنے والی مسلم آبادی کو مکلّف کرتا ہے کہ وہ بہرصورت عہد شکن قوم کے لیڈروں سے جنگ و جدال کریں۔ ایسا جنگ و جدال کہ آئندہ انہیں معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہمت نہ رہے۔ ایسے مشرکین سے جنہوں نے بدعہدی کی ہو اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا ہو اور ہر بار شرارت کی ابتدا ان کی طرف سے ہوتی ہو، ان کے ساتھ نہ لڑنے پر ایک گونہ ملامت کی ہے اور ان کی فوجی طاقت اور سرمایہ کی فراوانی سے

[1] ابن کثیر : جلد ۲ ، ص ۴۲۳ ۔ دارالسلام۔

مرعوب نہ ہونے کی تلقین کی ہے اور مشرک قوم کے ساتھ بار بار لڑنے کی ترغیب دی ہے اور جنگ کی صورت میں ان سے چھ چیزوں کا وعدہ کیا ہے:

① پاکستان کے کمزور ہاتھوں سے مشرکین ہند اور ان کی فوجی طاقت کو سزا دلانا۔

② پاکستان کے کمزور ہاتھوں سے انڈین یونین کو رسوائے عالم بنانا۔

③ پاکستان کی کمزور حکومت کو انڈین یونین کی ناقابل تسخیر فوجی قوتوں پر غلبہ اور فتح دلانا۔

④ پاکستانی مسلمانوں کے دلوں میں جو اپنے مسلم بھائیوں کے قتل عام اور اپنی بہو بیٹیوں کی بے آبروئی سے انڈین یونین اور اس کی مشرک آبادی کے خلاف زخم پیدا ہو چکے ہیں، ان کے مندمل کرنے کے لیے مرہم شفا بہم پہنچانا۔

⑤ مذکورہ بالا ظلم و جور کی وجہ سے پاکستانی مسلمانوں کے دل میں کینہ اور انتقام کی جو جلن پیدا ہوگئی ہے اسے انڈین یونین کی شکست و ہزیمت اور عالمگیر رسوائی کے ذریعے دور کرنا۔

⑥ انڈین یونین کے اندر بسنے والی مشرک اور غیر مسلم آبادی کے اکثر حصہ کو اسلام کی نعمت سے مشرف کرنا۔

یہاں پر قرآن مجید کی ان آیات کو قلمبند کرتے ہیں جو مذکورہ بالا نتائج کی ضمانت پاکستان حکومت کو اور پاکستان کی مسلم آبادی کو دیتی ہیں:

۞ ﴿ وَاِنْ نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴾ (التوبة : ١٢)

''اگر مشرکین عہد کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین کے اندر طعن کریں تو تم لوگ اس نیت سے کہ یہ لوگ عہد کی خلاف ورزی اور دین اسلام کی توہین سے باز رہیں، کفر کے سرغنوں اور لیڈروں کے ساتھ خوب لڑو۔''

۞ ﴿ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ

مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾ (التوبة : ١٣)

''اے مسلمانو! تم ان مشرکین سے دل کھول کر کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے گھر سے نکالنے کی سازش کی (یہاں پیغمبر تو نہیں، مگر آپ ﷺ کی امت کے لاکھوں افراد کو ان کے گھروں سے بلاوجہ جلا وطن کیا ہے) اور ان ہی مشرکین نے ہر بار شرارت کرنے میں ابتداء کی ہے کیا تم (ان کی کثرت نفوس، سرمایہ کی فراوانی اور سامان حرب کی بہتات سے) مرعوب ہو گئے ہو؟ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے اگر تم سچے مسلمان ہو تو اللہ (کی عظمت اور جلال) سے مرعوب ہونا چاہیے۔''

۞ ﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ (التوبة : ١٤، ١٥)

''اے مسلمانو! تم (ان عہد شکن فساد پیشہ مشرکین) سے ضرور لڑو۔ اللہ تعالیٰ اس کام کے چھ نتیجے پیدا کرے گا: ① ان کو تمہارے (کمزور) ہاتھوں سے عذاب کرے گا۔ ② اور ان کو ذلیل کرے گا۔ ③ اور تم کو ان پر غلبہ دلائے گا۔ ④ اور مسلمانوں کے سینوں کے لیے جو (کفار کی مسلم کشی اور مستورات کی عصمت دری کی وجہ سے) زخمی ہو چکے ہیں ان کے لیے مرہم شفاء بہم پہنچائے گا۔ ⑤ اور ان کے دلوں میں (مشرکین کے ظلم و جور کی وجہ سے) جو غیظ و غضب بھرا پڑا ہے اس کو نکالنے کی راہ پیدا کرے گا۔ ⑥ ان مشرکین میں سے جتنوں کو چاہے گا (اسلام کی نعمت سے سرفراز کر کے) اپنی مہربانی کا ظہور فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ صاحب علم اور صاحب حکمت ہے۔''

فریضۂ قتال برائے حکومت پاکستان و مسلمین پاکستان:

مذکورہ بالا آیات میں مشرکین ہند کی عہد شکنی کی بنا پر حکومت پاکستان اور پاکستان کے اندر

آباد ہونے والی مسلم آبادی کے ہر فرد کو مشرکین کے ساتھ لڑنے مرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ محض مسلمان کہلانے کے جرم میں انہیں ہندو مشرکین کے ہاتھ سے دکھ اور تکلیف پہنچی ہے، اسی بنا پر حق تعالیٰ نے اپنے مظلوم مسلم بندوں کی حمایت میں ان کی وکالت کرتے ہوئے پاکستان حکومت اور پاکستان کی مسلم آبادی کو ظالم دشمنوں سے لڑنے مرنے کے لیے یکساں مکلّف کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

۞ ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾

(النساء: ۷۵)

''اور اے مسلمانو! تمہارے لیے کیا عذر ہے کہ تم راہ اللہ میں اور ان بے بس (مسلم) مردوں، عورتوں اور بچوں کی حمایت میں جو مشرکین کے بلاد میں آباد ہونے کی وجہ سے ان کے مظالم کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں مشرکین کے ظلم و جور سے نجات دلانے کی خاطر نہیں لڑتے جو (دن رات) میرے حضور میں یوں فریاد کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اس بستی سے ہمارے لیے نکلنے کی کوئی راہ پیدا کر یہاں کے لوگ ہم پر بڑا ظلم کرتے ہیں اور تو خود ہی اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی و سرپرست بنا اور خود ہی اپنی جناب سے ہمارے لیے کوئی مددگار مقرر کر۔''

نوٹ: اس آیت کو ہم نے وجوہات وجوب جہاد کی تیسری وجہ کے ذیل میں لکھا ہے۔

کیا پاکستانی مسلمانوں کا انفرادی یا اجتماعی طور پر رضا کارانہ کشمیر کی موجودہ جنگ میں شریک ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟:

جب کشمیر کی موجودہ جنگ جہاد فی سبیل اللہ کے وجوب کی ساتوں وجوہات کی بنا پر وقت کا سب سے بڑا اہم فریضہ ثابت ہوگئی اور نیز یہ بھی شرعی دلائل سے واضح ہوگیا کہ معاہدہ دوتین

جسے کوہ ہمالیہ سے زیادہ مضبوط اور ناقابل عبور سمجھ کر کشمیر کی جنگ میں پاکستانی مسلمانوں کی شمولیت کو ناجائز قرار دیا جاتا تھا وہ تارعنکبوت سے زیادہ بودا اور کمزور نکلا۔ فریق ثانی نے اعلانیہ بدعہدی کر کے اس کے وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے پاکستان حکومت اور پبلک دونوں کو معاہدہ کی پابندی سے آزاد کر دیا کہ وہ دشمن کی اطلاع دہی کے بغیر اپنے مظلوم بھائیوں کی نجات کے لیے خواہ وہ ہندوستان میں ہوں یا کشمیر اور حیدرآباد دکن میں ہر قسم کی کارروائی کر سکتے ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے دشمن کی عہد شکنی کے بعد ان پر کوئی روک ٹوک نہیں۔ بلکہ ان کی ہر کوشش اس سلسلہ میں اللہ و رسول ﷺ کی طرف سے دارالکفر کو دارالسلام بنانے کی رو سے یا اپنے مظلوم بھائیوں کو کفار کے جور و ستم اور غلامی سے نجات دلانے کی بنا پر عائد ہوتی ہے، اس کو بجا لانے میں سستی اور غفلت برتیں تو وہ آسمانی عدالت کے روبرو اس درجہ گناہگار ہوں گے کہ شاید ان کی توبہ قبول ہو یا نہ ہو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت کے اندر حصہ ملے یا نہ ملے۔ قرآن مجید فریضۂ جہاد کی بجاآوری میں حیلے بہانے کرنے والوں کو اس قسم کی سنگین سزاؤں کا مستوجب قرار دیتا ہے جو اس نے کسی دوسرے جرم کے لیے تجویز نہیں کی۔ ملاحظہ ہو سورۃ التوبہ۔

پاکستان حکومت اور پاکستان کی مسلم پبلک پر ساتوں وجوہات کی بناء پر بالعموم اور فرمان الٰہی ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ ﴾ (النساء : ۷۵) کی رو سے بالخصوص یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ہر قیمت پر ہندوستان کے اندر بسنے والے اور کشمیر اور حیدرآباد کے مظلوم بھائیوں کو مشرکین کی غلامی اور ان کے ظلم و جور سے نجات دلائیں اور جب تک یہ خدمت سرانجام نہ دیں کسی دوسری طرف توجہ نہ کریں بلکہ اپنی ساری دماغی اور مادی قوتوں کو فقط اسی ایک مسئلہ کے حل کرنے پر وقف رکھیں۔ پس اسی صورت میں خدانخواستہ اگر پاکستان حکومت سامان جنگ کی قلت یا بین الاقوامی الجھنوں کی وجہ سے کسی وقت تک اپنا فریضہ ادا کرنے سے قاصر رہے تو یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے

کہ پاکستان کی مسلم پبلک اپنے بھائیوں، بہنوں اور بیٹیوں کی مظلومیت کا تماشہ دیکھتی رہے اور ان کی فریاد رسی اور امداد کے لیے انفرادی یا اجتماعی طور پر کوئی کارروائی نہ کرے۔ اس بارے میں قرآن مجید میں قطع نظر اپنی پاکستانی حکومت کے ہمیں تنہا اپنا فریضہ ادا کرنے کی طرف بدیں الفاظ رہنمائی کرتا ہے:

۞ ﴿ فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ﴾ (النور : ٥٤)

''پس اصل بات تو فقط اتنی ہے کہ (امام المسلمین پر اسلام اور اہل اسلام کی خیر خواہی کی ذمہ داری کا) جو بوجھ ڈالا گیا ہے اس کا وہ جواب دہ ہے اور جو بوجھ تم مسلمانوں پر ڈالا گیا ہے اس کے تم جواب دہ ہو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۞ « فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ »[1]

''پس اصل بات تو یہ ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کی خیر خواہی کے جو فرائض ائمۃ المسلمین اور اراکین دولت پر عائد کیے گئے ہیں ان کی ادائیگی کے لیے وہ جواب دہ ہیں اور جو فرائض تم مسلمانوں پر عائد کیے گئے ہیں ان کی جواب دہی تم پر ہے نہ کہ ائمۃ المسلمین اور ارباب اقتدار پر۔''

انفرادی طور پر جہاد کشمیر میں شمولیت کی ایک اور وجہ جواز:

باب اول کے شروع میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نماز اور روزہ کی طرح قتال فی سبیل اللہ بھی ایک مکتوب فریضہ ہے۔ کیا کوئی سچا مسلمان اس بات پر رضا مند کیا جا سکتا ہے کہ اگر اراکین حکومت پاکستان سارے کے سارے فریضہ نماز ادا کرنے میں سستی کریں اور اسے وقت مقررہ پر ادا کرنے کی بجائے وقت پر ادا نہ کریں یا سرے سے چھوڑ ہی دیں تو اللہ پرست انسان ان کی دیکھا دیکھی فریضۂ نماز کو اپنے طور پر ادا کرنے سے کوتاہی کریں؟ کوئی شخص خواہ وہ

[1] صحيح مسلم، كتاب الأمارة ، باب فى طاعة الأمراء وإن منعوا الحقوق : ١٨٤٦۔

پرلے درجے کا بے نمازی ہو ہرگز اس مفروضہ کے ساتھ اتفاق نہیں کرے گا بلکہ کہے گا تو فقط یہ کہے گا کہ ساری دنیا نماز پڑھنا چھوڑ دے مگر کوئی شخص ان کی دیکھا دیکھی نماز کے بروقت ادا کرنے سے معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

مذکورہ بالا اصول کی بنا پر کسی شخص کو بغیر کسی شرعی عذر کے قتال فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا کرنے سے معذور نہیں قرار دیا جا سکتا کہ اگر اراکین حکومت پاکستان قتال فی سبیل اللہ کا فریضہ بوقت ضرورت بجالانے سے غفلت برتیں یا سرے سے اس کے ادا کرنے سے انکار کر دیں تو کیا اللہ پرست مسلمان اپنے طور پر اس فریضہ کو ادا کرنے سے پہلو تہی کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ نماز کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ہمیں درج ذیل وصیت فرمائی ہے:

۞ « عَنْ اَبِیْ ذَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا اَوْ يُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا؟ قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِیْ؟ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةً »[1]

''ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیا کرو گے جب تم پر ایسے امیر مقرر ہوں جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دیں گے یا اس کو مردہ کر دیں گے؟ تو میں نے عرض کیا آپ اس بارے میں مجھے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تو نماز کو اپنے وقت پر پڑھ لیا کرنا، پھر اگر ان کو یعنی اپنے امیروں کو نماز پڑھتے پائے تو ان کے ساتھ بھی مل کر نماز پڑھ لینا، یہ تیرے لیے نفل بن جائے گی۔''

نتیجہ: اس حدیث سے ہم پاکستانی مسلمانوں کے واسطے یہ نتیجہ نکالنے میں ان شاء اللہ اہل علم

[1] صحيح المسلم، كتاب المساجد، باب كراهة تأخير الصلوٰة عن وقتها المختار ..... الخ : ٦٤٨۔

کے نزدیک حق بجانب سمجھے جائیں گے کہ اگر وہ فریضۂ جہاد کو عین اس وقت پر جبکہ اس کے بجا لانے کی اشد ضرورت ہو ضرور اپنے طور پر بجا لائیں اور پاکستان کے اراکین حکومت کا ہرگز انتظار نہ کریں کہ وہ اپنا حصہ کب ادا کرتے ہیں۔ ہم مسلم آبادی کے ہر فرد کو اس حدیث کی رو سے مجاز اور مختار پاتے ہیں کہ اراکین حکومت کا ہرگز انتظار نہ کرے بلکہ انفرادی طور پر رضا کارانہ اپنے حصہ کا فریضہ ادا کرے اور جب اراکین حکومت جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو ان کے ساتھ مل کر بھی جہاد کے فریضہ کو ادا کرے۔ واللہ اعلم!

پبلک کا فریضۂ انفرادی واجتماعی:

مذکورہ بالا فرامین بارگاہ الٰہی اور ارشادات نبوی ﷺ ہماری اس بات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ خدانخواستہ اگر حکومت پاکستان کسی وجہ سے ہندوستان کے اندر مسلم آبادی کی اور کشمیر اور حیدرآباد کے مسلمانوں کی غم شریکی کا فریضہ ادا نہیں کرسکتی تو یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ پاکستان کے مسلمان حکومت کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں اور خیر خواہی کا جو فریضہ ان میں سے ہر ایک پر عائد ہوتا ہے اس کے ادا کرنے سے حیلے بہانے بناتے رہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایسا کریں گے تو آسمانی عدالت ہمیں ناقابل عفو مجرم ٹھہرائے گی۔

سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ میں اس بات کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں جن کو ہم نے پچھلے صفحات میں دوبارہ، سہ بارہ اکٹھا کر دیا ہے۔ پاکستان حکومت اب ہمارے لیے کوئی اجنبی حکومت نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کریں۔ ہم ایسے لوگوں کو جنہیں نہ مقامی سیاسیات پر چنداں عبور ہے اور نہ ہی بین الاقوامی پیچ در پیچ الجھنوں پر، پس ہمیں ہرگز زیبا نہیں کہ حکومت کی اندرونی اور بیرونی مشکلات کا اندازہ کیے بغیر ایسے مہیب دشمن کے سامنے اسے ننگا ہونے پر مکلّف کریں بلکہ ہم اگر اپنی مملکت پاکستان کے خیر خواہ اور دلی دوست ہیں اور اس کی بقا کو اپنی بقاء اور اس کے نقصان کو اپنا انفرادی اور اجتماعی نقصان سمجھتے ہیں تو اس کے عذر کو تسلیم کرنا چاہیے اور اس کے حال پر پردہ ڈالنا چاہیے اور موجودہ حوادث کی کثرت کی بنا پر اس کو

اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک ہمارے ملک کو بیرونی خطرات سے خاطر خواہ نجات حاصل نہ ہو جائے۔ ہم کو اس کی موجودہ خاموشی کو اس کی اجازت پر محمول کر کے اپنا انفرادی وظیفہ ادا کرنا چاہیے۔ ہم پاکستان کے مسلمانوں کی بصیرت افروزی اور خاطر جمعی کے لیے دو تاریخی واقعات بیان کرتے ہیں۔

مثال امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عالم اسلام میں اپنے وقت کے تمام محدثین اور فقہاء کے امام مانے گئے ہیں۔ جب اسلامی حکومتیں تاتاریوں کے فتنہ کے انسداد میں ناکام ہوگئیں تو امام موصوف غازیوں کا ایک لشکر تیار کر کے دشمن کے مقابلے میں آئے اور نہ صرف اس کی پیش رفت کو روک دیا بلکہ اسے ایسی شکست دی کہ تمام عالم اسلام ان کی اس کوشش کا مشکور ہوا۔

مثال حضرت سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ:

سلطان ٹیپو رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد ایک طرف سے انگریزوں نے اور دوسری طرف سے سکھوں نے اسلامی ممالک کو روندنا شروع کر دیا۔ مسلمان ہر جگہ کفار اور مشرکین کے جور و ظلم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ سلطنت مغلیہ پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو ان ظالموں کے ہاتھوں سے چھڑاتی مگر وہ اس وقت اس قدر ضعیف ہو چکی تھی کہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمہ اللہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اٹھے، جہاد کی تبلیغ کی۔ اپنی حکومت سے انہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ اس کی بے بسی پر خون جگر پیتے تھے۔ حکومت کو انہوں نے اپنے حال پر چھوڑا، مسلم پبلک کو اپنا فریضہ ادا کرنے پر آمادہ کیا اور راہ کی صدہا مصیبتوں کو طے کرتے ہوئے برابر سات برس درندہ سیرت سکھ حکومت کے ساتھ بے سروسامانی کے عالم میں لڑتے رہے اور لڑتے لڑتے اپنی قیمتی جانیں اس مقدس فریضہ کی بجا آوری میں قربان کر دیں اور اس فریضہ کی تکمیل کا کام اپنے مریدوں کے حوالے کر گئے، جسے ہم اور ہمارے اسلاف ان کے پیچھے ۱۸۳۱ء سے لے کر اب تک بجا لا رہے ہیں۔ فَالحمدللّٰہ

علی ذلك۔موجودہ جہاد کشمیر بھی آپ ہی کے مریدوں نے شروع کیا ہے۔

ان دونوں حضرات (امام ابن تیمیہ اور حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہما) کے متعلق بلند ترین روحانی اور مذہبی پیشواؤں میں سے اکثر کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم نہ ہو جاتا تو یہ حضرات انبیائے بنی اسرائیل کی طرح اپنے وقت کے نبی ہوتے مگر یہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی کو اپنے وقت کا نبی یا مثل نبی مانے تو وہ اپنے وقت کے دجال اور ان کے متبعین دجال کی امت ہیں نہ کہ ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی۔

استدعا از علمائے کرام و مشائخ عظام:

پاکستان کے علمائے کرام اور صوفیائے عظام سے استدعا ہے کہ وہ مذکورہ بالا ان دونوں مذہبی اور روحانی پیشواؤں کی مثال سے عبرت پکڑ کر اپنی پاکستان حکومت کو جسے وجود میں آئے ایک سال بھی نہیں ہوا اپنے حال پر چھوڑ دیں، اس سے کچھ تعرض نہ کریں۔ جہاد فی سبیل اللہ کی تبلیغ کے سوا وہ دوسرے سب مشاغل سے صرف نظر کریں اور شاگردوں اور مریدوں کو ہمراہ لے کر دیوانہ وار کشمیر اور پونچھ کے محاذ جنگ پر پہنچیں اور اسے ہر قیمت پر کامیاب بنائیں کیونکہ ہندوستان کے اندر بسنے والے چار کروڑ مسلمانوں کی اور حیدرآباد دکن کی، پاکستان کی، افغانستان کی بلکہ تمام عالم اسلام کی سلامتی کی فقط یہی ایک راہ ان کے ہاتھ میں باقی رہ گئی ہے۔ اگر کشمیر ان کے ہاتھ سے گیا تو عالم اسلام کا کوئی ملک ہندو ازم کے خطرے سے محفوظ نہیں رہے گا۔ امریکہ کی سرمایہ داری اور مشرکین ہند کا بنیاازم دونوں کا عالم اسلام کے خلاف انگریزوں کی سرپرستی میں اتحاد ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اشتراکیت کا قیامت نما خطرہ بھی انہی کو چیلنج کر رہا ہے۔

یہ دونوں خطرات یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری اپنی اپنی جگہ عالم اسلام کے حق میں داعی اجل بن کر جنگ کشمیر کے نتائج پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔ اگر کشمیر کی جنگ ہم جیت گئے تو یہ

خطرے نہ صرف ہم سے دور ہو جائیں گے بلکہ جس طرح آج وہ ہمیں پیغام مرگ دینے کے لیے ایک دوسرے پر مسابقت کر رہے ہیں اس سے زیادہ وہ ہمیں پیغام حیات پہنچانے پر باہم جلدی کرتے ہوئے دیکھے جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک ہمارے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھانے پر آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔ جس کے ساتھ پاکستان کی ہمدردی ہوگی وہی اپنے تئیں دنیا میں زندہ رہنے کے لائق سمجھے گا۔ یہی انگریزی حکومت جس نے اپنے ایجنٹ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف کے ہاتھوں مسلم اکثریت کے اضلاع مشرقی اور مغربی پاکستان سے کاٹ کر ہندو بنیا کو دلائے ہیں، وہی کل پرزور سفارشیں کرے گی کہ نئے سرے سے حد بندی ہونی چاہیے۔ ہندو بنیا کو اس وقت تک نہ چھوڑے گی جب تک کوڑی کوڑی کا حساب کر کے تمام اصل مع سود درسود کے نہ دلائے گی۔ پس ہمیں ساری قوتیں اس وقت کشمیر کی جنگ جیتنے پر وقف کر دینی چاہییں اور اس بارے میں کسی کی نہ سننی چاہیے، خواہ وہ مجتہد وقت اور امام الزمان ہی کیوں نہ مانا جاتا ہو۔ ایسے مانعین جہاد اماموں اور داعیوں کی تصویر آنحضرت ﷺ کی مندرجہ ذیل پیش گوئیوں کے آئینہ میں دیکھنی چاہیے:

پہلی پیشگوئی:

۞ « فَيُقَالُ اِنَّ فِیْ بَنِیْ فُلَانٍ رَجُلاً اَمِیْنًا وَ يُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَهُ وَمَا اَظْرَفَهُ وَمَا اَجْلَدَهُ وَمَا فِیْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِّنَ الْإِيْمَانِ »[1]

''مشہور ہوگا کہ فلاں قوم کے اندر ایک شخص بڑا ہی امین پیدا ہوا ہے اور اس آدمی کی نسبت یوں چرچا ہوگا کہ وہ کیا ہی عجیب عقلمند ہے اور وہ کیا ہی عجیب خوش بیان ہے اور وہ کیا ہی عجیب ہر بات کی کنہ کو پہنچنے والا اور بال کی کھال نکالنے والا ہے حالانکہ اس کے دل میں رتی برابر ایمان کا جوہر نہ ہوگا۔''

[1] صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب رفع الأمانة : ٦٤٩٧ و مسلم، كتاب الايمان ، باب رفع الامانة والايمان ..... الخ : ١٤٣۔

آنحضرت ﷺ نے اس زمانۂ خیر کے بعد جس میں خیر اور شر ملی ہوئی ہوگی اس زمانہ کی خبر دی ہے جس میں جا بجا مدعی پیدا ہوں گے اور اپنی اپنی طرف عوام کو بلائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ہمارے ہی خون سے ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے مگر جو کوئی ان کی بات سنے گا اسے وہ جہنم میں گرا دیں گے۔ آپ ﷺ کے الفاظ بقرار ذیل ہیں:

دوسری پیشگوئی:

۞ « دُعَاةٌ عَلىٰ اَبوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيهَا قَذَفُوْهُ فِيهَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! صِفْهُمْ لَنَا؟ قَالَ نَعَمْ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيُكَلِّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا »[1]

''حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جہنم کے دروازوں پر کھڑے کچھ لوگ دعوت (شر) دے رہے ہوں گے جو اس کا جواب دیں گے وہ اس کو جہنم میں پھینک دیں گے۔ میں نے پوچھا وہ کون کیسے ہوں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا، وہ ہم میں سے ہی ہوں گے اور ہماری ہی بولی بولیں گے۔''

ان دونوں حدیثوں کے آئینہ میں ان علمائے وقت کی تصویر دیکھنی چاہیے جنہوں نے نہایت مصیبت کے ایام میں امت مسلمہ کی معاونت اور غم شریکی کی بجائے کفار اور مشرکین کی متحدہ طاقتوں کا ساتھ دیا۔ جب امت مسلمہ انگریزی حکومت اور ہندو قوم کے متحدہ محاذ کے سامنے مقابلہ پر کھڑی تھی تو ان کی طرف سے ان کی پشت پر تیر و سناں کی بوچھاڑ تھی۔ اگر ان حضرات کو قرآن مجید کی روشنی سے کچھ بھی بہرمندی ہوتی تو ان تمام مواقع پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عملیات سے عبرت پکڑتے اور بجائے اپنی نہایت مظلوم قوم کی عیب جوئی کے انگریز اور ہندو قوم سے نپٹتے، جنہوں نے مل کر مسلم قوم کو باشرف زندگی کے تمام ذرائع سے محروم کر کے اسے دنیا کی مفلس ترین اور جاہل قوم بنا دیا تھا۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ قوم کے ہر فرد پر خود غرضی غالب

[1] صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين، الخ: ١٨٤٧۔

آ گئی۔(الا ماشاء الله و قلیل ما هم) قوم کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ گروہ در گروہ ہوگئی۔ ہر گروہ اپنے دائرۂ اقتدار کو وسیع کرنے کے لیے دوسرے گروہوں کا جانی دشمن بن گیا اور اس پر انفرادی استقلال کا چسکا ایسا غالب آ گیا کہ اسے قوم کے اجتماعی مفاد سے قطعاً کوئی دلچسپی نہ رہی۔ عیاں راچہ بیاں؟ پچھلے دنوں جب مسلم قوم کو غیر مسلم طاقتوں سے اپنی ملی ہستی کا الگ تشخص منوانے کا موقع ملا تو اس نازک موقع پر مسلمانان ہند کی مختلف پارٹیاں اپنے قومی مرکز کے ساتھ محض اس لیے وابستہ نہ ہوسکیں کہ انہیں اپنی اپنی پارٹی کے انفرادی استقلال کے ختم ہو جانے کا اندیشہ دامن گیر ہو گیا۔ ان میں سے بعض نے دشمن کے ساتھ مل کر اپنے قومی مفاد کو وہ نقصان پہنچایا جس کی توقع ملت مرحومہ کو اپنے قدیم دشمنوں سے بھی نہ ہوسکتی تھی۔ الیکشن اور ریفرنڈم کی مہموں کے اندر قومی مرکز سے علیحدگی اور دشمنان اسلام سے وابستگی کے جو مظاہرات دیکھنے میں آئے وہ سب اسی خودغرضی کا ثمرہ تھے اور لطف یہ ہے کہ ہر گروہ اپنے تئیں حق بجانب سمجھتا رہا حالانکہ وہ اس وقت اپنی پرلے درجے کی جہالت اور سیرت نبوی ﷺ سے بے خبری کا ثبوت بہم پہنچا رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے تو اپنی امت کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ یعنی اس کے افراد اپنی تمام غیر مسلم طاقتوں کے مقابلہ میں بمنزلہ ایک ہاتھ کے ہوتے ہیں (وَهُمْ يَدٌ عَلىٰ مَنْ سِوَاهُمْ) مرکزی و صوبائی انتخابات اور ریفرنڈم کی مہمیں قدرت کی طرف سے وہ امتحانات تھے جو مسلمانان ہند پر ۱۸۵۷ء کی انقلابی تحریک کے بعد شاید پہلی مرتبہ ہمہ گیر شان کے ساتھ پیش ہوئے۔ ان امتحانوں میں اگر مسلمانوں کی نمائندہ جماعت فیل ہو جاتی تو یہ ہمیشہ کے لیے مٹ جاتی۔ آج انہی پارٹیوں کو دیکھا جا رہا ہے کہ جہاد کشمیر میں شامل ہونے سے کنی کترا رہی ہیں۔ کچھ تو سیاسی عقائد کے اختلاف کی بنا پر اور کچھ آیات بینات کی خود ساختہ تاویلات کی آڑ لے کر۔ ان کا حال اور قال شہادت دے رہا ہے کہ شاید وہ اس زمانے میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کی زندہ تفسیر ہیں:

۞ ﴿ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ

بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِيْنَ ﴾ (التوبة : ۸۳)

''آپ ان سے کہہ دیں کہ تم لوگ میرے ساتھ جہاد کے لیے کبھی نہیں نکلو گے اور نہ ہی تم میرے ساتھ مل کر دشمنان اسلام کے ساتھ کبھی لڑو گے۔ چونکہ تم پہلی مرتبہ (ضرورت کے وقت جہاد سے الگ تھلگ رہ کر) گھروں میں رہنے پر رضامند ہو گئے تھے سواب بھی جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔''

جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کی سزا کا ذکر اس سے متصل اگلی آیات میں آیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب کوئی ان میں سے مرے گا تو اسے اسلام کی موت نصیب نہ ہوگی اور نہ ہی پیغمبر کی سفارش اس کے حق میں قبول ہوگی۔

جب جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کا یہ انجام ہے تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنے ملی مرکز سے کٹ کر مجاہدین اسلام کے مقابلہ میں دشمن کی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

کشمیر بذات خود ایک مستقل مسئلہ ہے:

کشمیر کا مسئلہ بذات خود ایک مستقل نوعیت رکھتا ہے۔ جسے دو حکومتوں کے معاہدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ چودھویں صدی سے لے کر انیسویں صدی تک قریباً پانچ سو سال یہ ملک مع اپنی ملحق ریاستوں کے دارالسلام کی شان سے مشرف رہا۔ اس کے بعد ۱۸۱۹ء میں اول سکھ پھر ۱۸۴۶ء میں ڈوگرہ راج کی وجہ سے وہ دارالحرب بن گیا جس کو از سر نو دارالسلام بنانا اس وقت سے لے کر اب تک جیسے مقامی مسلمانوں پر وقت کا سب سے بڑا اہم فریضہ رہا اور ہے ویسے ہی قرب و جوار کے مسلمانوں پر ہے۔ خصوصاً جب مقامی لوگ اس فریضہ کو تنہا اپنی قوت سے انجام نہ دے سکتے ہوں۔ اس لحاظ سے جس طرح قبائل آزاد اور افغانستان پر اپنے مظلوم بھائیوں کو ڈوگرہ راج سے نجات دلانا وقت کا سب سے بڑا فرض ہے ویسے ہی یہ فرض پاکستان حکومت اور پاکستان کی مسلم آبادی پر عائد ہوتا ہے۔

علاوہ بریں ۳ جون ۱۹۴۷ء کے اعلان کی رو سے جہاں برصغیر ہند میں برطانوی راج کا

خاتمہ ہو گیا وہاں معاہدۂ امرتسر ۱۸۴۶ء کی معیاد بھی، جس کی رو سے کشمیر اور اس کے ملحقات پر ڈوگرہ راج قائم تھا، ختم ہو گئی اور ملک بالکل آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد عرفاً اہل ملک اس بات کے مجاز ہو گئے کہ اپنے لیے جس قسم کی حکومت چاہیں اس کی تشکیل کریں۔ ایسے حالات میں راجہ ہری سنگھ کا کوئی اختیار نہیں رہتا کہ اس مسلم ملک کا الحاق ہندوستان کے ساتھ کرے اور اگر اس کے اس قسم کے فعل کے لیے خواہ مخواہ کوئی وجہ جواز پیدا کر بھی لی جائے تب بھی اس کا کوئی حق نہیں کہ ملک کی رائے عامہ کے استصواب کے بغیر اس قسم کا کوئی فیصلہ اپنی خود رائی سے کر لے۔ بہرحال اگر انڈین یونین تنہا راجہ اور اس کی ڈوگرہ قوم کی جو ملک کے اندر آٹے میں نمک کی حیثیت بھی نہیں رکھتی، کی فریاد رسی اور امداد کو اپنا فرض سمجھتی ہے تو پاکستانی حکومت اور پاکستانی پبلک اپنے مظلوم مسلم بھائیوں کی جو کہ ملک کی ۸۵ فیصدی آبادی ہے، کی فریاد سننے اور ان کے غم میں شریک ہونے کا شرعی حق ادا کرنے میں کیسے حق بجانب نہ سمجھی جائے گی؟ اور اگر پاکستانی حکومت کسی بین الاقوامی الجھن کی وجہ سے اپنا حق ادا کرنے سے قاصر رہے تو پاکستان کی مسلم آبادی کے لیے کیا عذر ہو سکتا ہے کہ اپنی غم شریکی اور ہمدردی کا حق ادا نہ کرے؟ ایسے مواقع پر ﴿ فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ﴾ (النور : ٥٤) کے اصول کی پابندی کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہو سکتا۔ فرض کرو کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان باہم جنگ نہ کرنے کا معاہدہ بحال خود برقرار ہو، انڈین یونین نے نہ اسے توڑا ہو اور نہ ہی اس کی طرف سے کسی بدعہدی اور خیانت کے آثار نمایاں ہوں اور وہ پوری صداقت اور دیانت داری سے اپنے معاہدہ کو نباہ رہی ہو تو اس صورت میں پاکستان حکومت اور پاکستان کی مسلم آبادی اس معاہدہ کی عمومیت سے کشمیر کے مسئلہ کو مستثنیٰ رکھنے میں اسی طرح حق بجانب قرار دی جا سکتی ہے جس طرح صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے اندر مسلم عورتوں کی واپسی کے مسئلہ کو مستثنیٰ قرار دے لیا گیا تھا۔ صلح حدیبیہ کی شروط پیچھے لکھی جا چکی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک شرط یہ تھی کہ قریش مکہ کا کوئی آدمی اگرچہ وہ اسلام قبول کر چکا ہو، مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس چلا

جائے تو اسے واپس کرنا ہوگا:

۞ « عَنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَمَّا كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ كَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ لَا يَاْتِيْكَ مِنَّا اَحَدٌ وَ اِنْ كَانَ عَلَى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدتَّهُ اِلَيْنَا وَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَ كَرِهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوْا مِنْهُ وَ اَبٰى سُهَيْلٌ اِلَّا ذٰلِكَ فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى ذٰلِكَ »[1]

''صحابہ کرام سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب (حدیبیہ میں) سہیل بن عمرو سے صلح نامہ لکھوایا اس میں جو شرطیں آپ ﷺ نے قبول کی تھیں ان میں یہ بھی تھی کہ کافروں میں سے ہمارے پاس کوئی مرد آ جائے گو وہ مسلمان ہو تو وہ اس کو لوٹا دیں گے اور کافروں کو دیں گے وہ جو چاہے کریں یہ شرط مسلمانوں کو ناگوار ہوئی وہ بہت چڑے اور سہیل نے اس شرط کے بغیر صلح قبول نہ کی۔ آخر آپ ﷺ نے اسی شرط پر صلح نامہ لکھوایا۔''

مذکورہ بالا شرط کے تحت جو کوئی مسلمان مرد مکہ سے مدینہ پہنچا اسے آپ ﷺ نے مکہ کو لوٹا دیا، ابو جندل اور ابو بصیر رضی اللہ عنہما انہیں لوگوں میں سے ہیں جنہیں از روئے معاہدہ مشرکین مکہ کی طرف لوٹا دیا گیا۔ مگر مسلمان عورتیں جو اس معاہدہ کے بعد قریش مکہ سے مدینہ پہنچیں ان کو آپ ﷺ نے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ مشرکین مکہ میں سے جو لوگ ان عورتوں کے وارث تھے وہ ان کو لینے کے لیے مدینہ آئے اور آپ ﷺ کو مذکورہ بالا معاہدہ بھی یاد دلایا، مگر آپ ﷺ نے پھر بھی انکار کر دیا۔ مفسرین نے اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ معاہدہ کی شروط میں عورتوں کے متعلق واضح الفاظ میں کوئی شرط نہ تھی۔ عقبہ بن ابی محیط کی لڑکی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نامی ان

[1] صحيح بخارى ، كتاب الشروط ، باب ما يجوز من الشروط فى الاسلام-- الخ : ٢٧١١، ٢٧١٢-

عورتوں میں سے پہلی عورت ہیں جو مکہ سے آپ ﷺ کے پاس مدینہ پہنچیں۔ اس کے وارث بقرار معاہدہ کے اس کے لینے کو مدینہ پہنچے مگر آپ ﷺ نے اسے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ ہاں اس کا مہر دلایا، اس کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

۞ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ﴾ (الممتحنة : ١٠)

''مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے پہنچیں تو ان کے ایمان کی جانچ پڑتال کر لیا کرو۔ ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے (تاہم جانچ لینا ضروری ہے) پھر اگر (جانچنے سے) تم انہیں سمجھو کہ وہ مسلمان ہیں تو تم انہیں کافروں کی طرف واپس مت کرو۔''

اس کے بعد حارث کی بیٹی سبیعہ رضی اللہ عنہا آنحضرت محمد ﷺ کے پاس مکہ سے مدینہ پہنچیں۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کا کافر خاوند مسافر نامی جو بنی مخزوم قبیلہ سے تھا، پہنچا۔ اس نے اسی معاہدہ کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی بیوی کا مطالبہ کیا، مگر آپ ﷺ نے اسے واپس نہ لوٹایا۔ اس کے اپنے الفاظ جو اس موقع پر اس نے کہے، یہ ہیں:

۞ « يَا مُحَمَّدُ! اُرْدُدْ عَلَيَّ اِمْرَأَتِيْ فَاِنَّكَ قَدْ شَرَطْتَّ اَنْ تَرُدَّ عَلَيْنَا مَنْ اَتَاكَ مِنَّا وَهٰذِهِ طَيْبَةُ الْكِتَابِ لَمْ تَجُفْ »[1]

''اے محمد ﷺ! میری بیوی کو مجھے لوٹا دو کیونکہ آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ یہ شرط کی ہے کہ جو کوئی ہم میں سے تیرے پاس آئے گا تو اسے واپس لوٹا دے گا اور یہ عہد نامہ کی سیاہی ہے جو ابھی تک خشک بھی ہونے نہیں پائی۔''

چونکہ اس معاہدۂ صلح کے اندر جو پاکستان اور انڈین یونین کے درمیان قرار پایا ہے کوئی

[1] الخازن : جلد ٧ : ص ٦٦ ـ

شرط کشمیر کے متعلق صریح الفاظ میں نہیں پائی جاتی۔ اس لیے اسے مذکورہ بالا اصول کے تحت اس معاہدہ سے بالکل مستثنیٰ ٹھہرا لیا جائے تو اس میں کون سی چیز مانع ہے؟ واللہ اعلم!

انڈین یونین کی مثال کی روشنی میں کشمیر کا مسئلہ:

انڈین یونین نے جونا گڑھ اور اس کی ملحق ریاستوں میں اپنے عمل سے پاکستان کے لیے خود ایک مثال قائم کر دی ہے۔ وہاں کا نواب اور مسلم قوم جو اقلیت میں تھی، نے اپنی ریاست کو پاکستان کے ساتھ ملحق کیا مگر انڈین یونین نے وہاں کی غیر مسلم آبادی کی اکثریت کی بنا پر نواب صاحب کے فیصلۂ الحاق کو تسلیم نہ کرتے ہوئے زبردستی اس پر قبضہ کرنا اپنا حق سمجھا۔ اسی طرح اگر پاکستان کشمیر اور اس کی ملحقہ ریاستوں کے مسئلہ میں ڈوگرہ راجہ اور اس کی ڈوگرہ قوم جو نہایت اقلیت میں ہے، کے ہندوستان سے ملنے کے فیصلہ کو رد کر دے اور وہاں کی مسلم آبادی کو جو غیر معمولی اکثریت رکھتی ہے، کی حمایت کرتے ہوئے کشمیر پر زبردستی قبضہ کر لے تو خود انڈین یونین کے اصول کے مطابق پاکستان کا یہ فعل سو فیصد حق بجانب قرار دیا جائے گا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا:

بعض علمائے کرام کو یہ کہتے سنا گیا کہ ابوسفیان کا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینے حاضر ہونا اور معاہدہ کی تجدید اور امتداد مدت کے واسطے کوشش کرنا اور اس کا ناکام ہو کر واپس لوٹنا بھی عہد توڑنے کے اعلان کی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ سو ان کی یہ باتیں تشبث بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ ابوسفیان اس زمانے کا عرب کے اندر بہترین سیاسی مدبر اور ملٹری جرنیل مانا جاتا تھا۔ اگر وہ بنی خزاعہ کے مقابلے میں بنی بکر کی امداد کو عہد توڑنا نہ سمجھتا ہوتا تو قریش اسے کیوں اپنا نمائندہ بنا کر مدینہ بھیجتے۔ وہ ٹوٹی ہوئی چیز کو پھر جوڑنا چاہتا تھا وہ اپنے فعل ہی کو عہد توڑنے کے لیے کافی سمجھتا تھا۔ چونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ اب مسلمانوں کا مقابلہ کرنا اس کے بس میں نہیں اس لیے وہ دوڑا دوڑا مدینہ پہنچا تا کہ کسی طرح اپنی

بدعہدی کے وبال سے اپنی قوم کو بچائے۔ اتباع سنت کے شائقین مسلک نبوی کی مماثلت اور موافقت پر فکر کرتے وقت یہ سوچنا بھول گئے کہ جس مماثلت اور موافقت کے وہ متلاشی ہیں وہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک نہرو یا پٹیل میں سے کوئی شخص جناح کے پاس کراچی نہ پہنچتا اور اپنی بدعہدی اور غلطی کا اعتراف نہ کرتا۔ اگر جناح سکوت اختیار کرتا تو پھر لیاقت علی کے پاس پہنچتا۔ وہاں سے ناکام ہوتا تو خواجہ شہاب الدین کے پاس، وہاں سے محمد علی جنرل سیکرٹری کے پاس پھر فاطمہ جناح کے پاس پھر پاکستان کے عام نمائندوں کے پاس فریاد کرتا۔ یہاں تو صورت حال بالکل اس کے برعکس ہے۔ انڈین یونین پاکستان کو پرکاہ کے برابر وزن نہیں دیتی۔ خاص کر جب سے اسے انگریز کے علاوہ امریکہ کی ہمدردی کا بھی یقین ہو گیا ہے کہ یہ دونوں طاقتیں تہ دل سے اس کی دوست اور پاکستان کی دشمن ہیں اور اسے ہر صورت میں کشمیر کے مسئلہ میں بھی اسی طرح شکست دلوانا چاہتی ہیں جس طرح حد بندی کے موقع پر۔

ابوسفیان کے ہر فعل اور حرکت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ اس نے اپنی اور اپنی قوم کی بدعملی ہی کو نبذ عہد کے لیے کافی سمجھا تھا اور مدینہ کی جانب سے نبذ عہد کے اعلان کی قطعاً ضرورت محسوس کیے بغیر اصلاح حال کے لیے اس نے مدینہ کے گھر گھر کی خاک چھانی۔ کاش! ہر بات میں اتباع سنت کی جھلک دیکھنے کے متمنی حضرات اس بات پر ذہنی اور دماغی قابلیتوں کو وقف کرتے کہ پاکستان کی نوزائیدہ مسلم حکومت کا سیاسی اقتدار اس ایک سال کے قلیل عرصہ میں اس قدر ٹھوس اور مضبوط ہو جاتا کہ گوپال اچاریہ یا نہرو اس سے لرزنے لگ جاتے اور اپنی بدعہدی اور خیانت پر اظہار ندامت اور تجدید عہد کے لیے کراچی پہنچتے۔ افسوس ان علمائے کرام کے حال پر کہ جہاد فی سبیل اللہ کی مشقت اور محنت سے بچنے کے لیے انہیں کیسی کیسی باریک باتیں سوجھتی ہیں۔ حالانکہ وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ بودی اور ان کے مبلغ علم پر کفار و مشرکین کو بے باکانہ ہنسنے کا موقع بہم پہنچاتی ہیں۔

خاتمہ: ہم جہاد کشمیر کے مسئلہ کو یہاں ختم کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کا باریک

سے باریک پہلو کتاب وسنت کی روشنی میں اس قدر نمایاں کیا جاچکا ہے کہ وہ اس کے بعد کسی مزید بحث ونظر کا محتاج نہ رہے گا۔

باب ششم

استفتائے چہارم

کیا ایسے مدعیان اسلام جو کسی کمزور غیر مسلم ریاست کے اندر آباد ہوں اور بجائے کسی ہمسایہ طاقتور مسلم قوم یا حکومت کے کسی غیر مسلم قوم یا حکومت کی سرپرستی قبول کریں جس کے ساتھ ہمارے معاہدانہ روابط ہوں تو ان کے خلاف جنگی کارروائی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا ایسا کرنا فرمان خداوندی: ﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِیْثَاقٌ﴾ (النساء: ۹۰) کی زد میں آتا ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا۔

الجواب: ایسے مدعیان اسلام جو مسلم کی بجائے غیر مسلم قوم یا حکومت کی سرپرستی قبول کریں ان کو اللہ تعالیٰ نے پکا منافق بلکہ انہیں اسی غیر مسلم قوم کا جزو قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

۞ ﴿ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ﴾ (المائدۃ: ۵۱)

''اور جو شخص (مدعی اسلام ہو کر) ان کی (یعنی غیر مسلموں کی) تولیت (یعنی سرپرستی اور دوستی) کو قبول کرے گا تو وہ اسی غیر مسلم قوم کا ایک جزو ہے۔''

دوسری جگہ ایسے مدعیان اسلام کو زیر دفعہ ﴿وَاللّٰہُ اَرْکَسَھُمْ بِمَا کَسَبُوْا﴾ (النساء: ۸۸) ان کی اس غلط روی کی بنا پر اوندھی عقل والا کہا ہے۔ ایسے منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی مسلم قوم اور ان کی حکومت کو مندرجہ ذیل پانچ احکام دیے ہیں:

① ایسے مدعیان اسلام جنہوں نے ایسی غیر مسلم قوم کی سرپرستی قبول کی ہو جس کے ساتھ تمہارے معاہدانہ روابط نہیں ہیں تو ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو جہاں کہیں پاؤ پکڑو اور جان سے مارنے میں ہرگز دریغ نہ کرو تا آنکہ وہ غیر مسلم قوم سے کٹ کر اہل اسلام کے ساتھ نہ مل جائیں۔ چنانچہ فرمایا:

۞ ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْھُمْ وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ ﴾ (النساء: ۸۹)

''اور اگر وہ (غیر مسلموں سے کٹنے اور اہل اسلام کے ساتھ روابط قائم کرنے سے) روگردانی کریں تو ان کو پکڑو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کرو۔''

② اگر ایسے مدعیان اسلام نے ایسی قوم کی سرپرستی قبول کی ہو جس کے ساتھ تمہارے معاہدانہ تعلقات ہوں تو جب تک وہ غیر مسلم قوم اپنے معاہدے پر قائم ہے تو ان سے کچھ تعرض نہ کرو۔ چنانچہ فرمایا:

۞ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيْثَاقٌ ﴾ (النساء: ۹۰)

''ہاں اگر مدعیان اسلام کسی ایسی قوم سے مل جائیں کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے (تو ایسے لوگوں کو مذکورہ بالا تادیب اور تعزیر سے مستثنیٰ رکھو)۔''

③ ایسے مدعیان اسلام جو غیر مسلم قوم کی سرپرستی قبول کرنے کے بعد جس کے ساتھ مسلم قوم یا حکومت کے معاہدانہ تعلقات ہیں، اہل اسلام کے خلاف شرارت کرنے سے باز نہ آئیں اور پرامن رہ کر زندگی نہ گزاریں، بلکہ جو کچھ ان سے بن پڑتا ہے مسلم حکومت کی تخریب سے دریغ نہ کریں تو ان کی بدعملیوں کی سزا بھی وہی ہے جو حکم اول کے ضمن میں بیان ہوئی۔ ان کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ جو دفعہ قرآن مجید نے قائم کی ہے، اس کے الفاظ یوں ہیں:

۞ ﴿ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴾ (النساء: ۹۱)

''اور اگر ایسے مدعیان اسلام تمہارے (خلاف سازشوں سے) کنارہ کش نہ رہیں اور تمہارے پاس پیغام صلح صفائی نہ پہنچائیں اور (شرارتوں سے) اپنا ہاتھ بند نہ کریں تو مسلمانو! ایسے منافقین کو پکڑو اور جہاں کہیں ان کو پاؤ ان کے قتل سے دریغ نہ کرو اور یہی لوگ ہیں جن کی تادیب اور تعزیر کے متعلق ہم نے تمہارے لیے کھلی حجت پیدا کر دی ہے۔''

④ اگر وہ قوم یا حکومت جس کے ساتھ ہمارے تعلقات ہیں ان مدعیان اسلام کے گروہ کو جس نے اس کی سرپرستی قبول کی ہے ان دسیسہ کاریوں اور سازشوں سے منع نہ کرے جو خفیہ یا اعلانیہ مسلم قوم یا حکومت کے خلاف وہ کرتا رہتا ہے بلکہ اس گروہ کو اپنے حال پر آزاد چھوڑے رکھے تو حکومت کا وہ معاہدہ جیسا کہ باب سوم کے اندر زیر عنوان (امام المسلمین پر عہد کی پابندی کی معیاد) ثابت کیا جا چکا ہے، کالعدم سمجھا جائے گا اور مسلم قوم یا حکومت اس عہد شکن قوم کے خلاف بغیر اس کو اطلاع دیے ہر قسم کی تادیبی اور تعزیری کارروائی کرنے کی شرعاً مجاز ہو گی۔ ان تادیبی کارروائیوں کا حال تفصیل کے ساتھ باب سوم کے اندر زیر عنوان (انڈین یونین کی صحیح پوزیشن قرآن مجید کی روشنی میں) لکھا جا چکا ہے۔ تکرار کی حاجت نہیں، اس صورت میں مسلم قوم یا حکومت کو اجازت ہے کہ وہ عہد شکن اور خائن قوم یا حکومت کے خلاف اور اس کے حلیف زیر دست گروہ کے خلاف جب چاہے اور جیسے چاہے انتقامی کارروائی کر سکتی ہے۔ معاہدہ کی پابندی فقط اسی قوم کے ساتھ ہے اور اسی وقت تک ہے جب تک کہ وہ از خود معاہدہ کو نہ توڑے اور نہ ہی وہ اسلامی حکومت کے خلاف اس کے کسی دشمن کے ساتھ مل کر کوئی مخاصمانہ کارروائی کرے تو اس کے خلاف کسی مخالفانہ کارروائی کی اجازت نہیں۔ بلکہ اس کے معاہدہ کو ہر صورت میں اس کی معیاد تک نبھانا ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:

۞ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ﴾ (التوبة:٤)

''ہاں مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم نے عہد و پیمان کر رکھا ہے پھر انہوں نے ایفائے عہد میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف تمہارے کسی دشمن کی مدد کی تو ان کے ساتھ جو عہد یہاں ہوا ہے اس معیاد تک جو ان کے ساتھ مقرر ہوئی ہے، پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو بدعہدی سے بچتے ہیں، دوست رکھتا ہے۔''

⑤ جب تک فریق ثانی اپنے عہد پر قائم رہے تم بھی عہد کا احترام کرو اور اگر وہ خیانت کرے تو اس عہد کے وجود کو ختم سمجھو۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ﴾ (التوبۃ:۷)

''جب تک دشمن اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی ان کے لیے عہد کی پابندی کرو۔''

اس فتویٰ کی زد میں شیخ عبداللہ اور اس کی پارٹی آتی ہے۔

تتمہ

دعا

الحمدللہ چاروں فتووں کا جواب آج بروز یک شنبہ ۵ ستمبر ۱۹۴۸ء بمطابق ۳۰ شوال ۱۳۶۷ھ پورے بارہ روز میں ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز خدمت کو قبول کرے۔

میں اس رسالہ کو حضرت سید احمد بریلوی اور ان کے نائب شاہ اسماعیل شہید دہلوی کے نام سے منسوب کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اسے ان حضرات ملکوتی صفات کی مقدس روایات کو تازہ اور مقبول عام کرنے کا، نیز ان لوگوں کی بصیرت افزائی اور طمانیت قلبی کا سبب بنا دے جن کے دلوں میں جہاد کشمیر کے متعلق کسی قسم کا شک وشبہ ہو۔ آمین!

.....۞.....

استعذار

میں نہ تو فتویٰ نویسی کا ماہر ہوں اور نہ میدان قلم کا شاہسوار۔ فتویٰ لکھنے کا مجھے اس سے پہلے کبھی اتفاق نہیں ہوا اس لیے اس کے اندر جہاں کہیں قلمی خامیاں آپ حضرات کو نظر آئیں وہ میری علمی فرومائیگی پر محمول فرمائیں، نیز اس دماغی کوفت پر جو اس مسودہ کے لکھنے کے دوران ملاقاتیوں کی کثرت کی وجہ سے مجھے دن رات درپیش رہتی رہی۔ جہاد فی سبیل اللہ کے مسائل پر مجھے قلم اٹھانے کی جرأت محض اس لیے ہوئی کہ تمام دینی مسائل میں سے فقط یہی ایک مسئلہ ہے جو مدۃ العمر میری تمام ذہنی اور دماغی افکار کا مرکز بنا رہا۔ تعلیم وتدریس کا مجھے اتنا موقع نہیں ملا جتنا کہ جنگ وجدال کا۔ زندگی کے پورے پچاس سال کفار کے ساتھ لڑنے بھڑنے میں گزر گئے۔ الحمدللہ علی ذالک!

مآخذ

میں نے اس مضمون کے تیار کرنے میں مندرجہ ذیل کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے، جن کا بہم پہنچانا میرے لیے اس غریب الوطنی اور ناشناسی کے عالم میں کوہ کندن و جوئے شیر برآوردن سے کم محنت طلب نہ تھا۔

① تفسیر ابن کثیر ② تفسیر خازن

③ صحاح ستہ ④ تاریخ طبری و تاریخ البدایہ والنہایہ

⑤ احسن السیر ⑥ حجۃ اللہ البالغہ از حضرت شاہ ولی اللہ

⑦ احکام القران از علامہ جصاص ⑧ سراج التواریخ مطبوعہ کابل

⑨ سوانح احمدی از مولوی جعفر تھانیسری اسیر کالا پانی۔

⑩ تاریخ شمال مشرقی صوبہ سرحد از قاضی میر احمد خان۔

⑪ تاریخ کشمیر از محمد الدین فوق لاہوری۔

⑫ ہسٹری آف سکھس از کیپٹن لیپنگھم۔

⑬ گیزیٹیر آف ہزارہ ڈسٹرکٹ از ویسٹن۔

⑭ انڈین مسلمان از ولیم ہنٹر۔

⑮ رولٹ کمیٹی رپورٹ ۱۹۱۸ء۔

ابوسلیمان فضل الٰہی عفی عنہ

خادم جمعیت عالیہ ہندیہ مجاہدین

سرحد آزاد (یاغستان) چمرقند

۳۰ شوال ۱۳٦۷ھ بمطابق ۵ ستمبر ۱۹٤۸ء